جہاد اور جہادی

پاکستان اور کشمیر کے اہم جہادی رہنماؤں کا تعارف

محمد عامر رانا

مشعل

Marfat.com

Marfat.com

21808

جہاد اور جہادی

پاکستان اور کشمیر کے اہم جہادی رہنماؤں کا تعارف

QAZI MAHMOOD-UL-HAQ
COLLECTION
PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

محمد عامر رانا

مشعل بکس

آر بی۔۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور۔54600، پاکستان

Marfat.com

جہاد اور جہادی

محمد عامر رانا

QAZI MAHMOOD-UL-HAQ COLLECTION
PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

کاپی رائٹ اردو (c) 2003 مشعل بکس

ناشر: مشعل بکس

آر۔بی۔۵، سیکنڈ فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان

فون وفیکس: 042-5866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

http://www.mashalbooks.com

ٹائٹل ڈیزائن: سٹوڈیو سیون

پرنٹرز: مکتبہ جدید پریس، لاہور

قیمت: -/170 روپے

Marfat.com

فہرست

1	پروفیسر حافظ محمد سعید	10
2	مولانا مسعود اظہر	31
3	مولانا فضل الرحمٰن خلیل	43
4	قاری سیف اللہ اختر	51
5	سید صلاح الدین	57
6	بخت زمین	64
7	مشتاق احمد زرگر	69
8	احمد عمر سعید شیخ	73
9	کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال	80
10	مولانا صوفی محمد	84
11	مولوی فضل الٰہی	92
12	مولانا مسعود علوی	95
13	مفتی رشید احمد	101
14	حافظ یوسف لدھیانوی	103
15	مولانا مفتی محمود	108
16	مولانا عبدالحق	110
17	شیخ جمیل الرحمٰن	112
18	ڈاکٹر شیر علی	117
19	مولانا فضل الرحمٰن	119
20	مولانا سمیع الحق	125
21	مفتی نظام الدین شامزئی	129
22	حافظ عبدالرحمٰن مکی	133

Marfat.com

23	علامہ محمد سعید احمد مجددی	135
24	قاضی حسین احمد	137
25	علامہ سید عارف الحسینی	140
26	مولانا اکرم اعوان	143
27	جنرل عبداللہ	146
28	مولانا ذکی الرحمٰن	149
29	کمانڈر عبدالجبار	152
30	کمانڈر مفتی محمد اصغر خاں	154
31	کمانڈر ہلال احمد بیگ	156
32	کمانڈر شجاع عباس	158
33	کمانڈر الیاس کشمیری	160
34	مولانا فاروق کشمیری	162
35	کمانڈر مسعود سرفراز	164
36	کمانڈر عبدالمجید ڈار	167
37	کمانڈر تنویر السلام	172
38	مقبول بٹ	174
39	کمانڈر زبیر احمد خالد	178
40	کمانڈر سجاد افغانی	181
41	کمانڈر سکندر	183
42	چوہدری حمایت علی	186
43	محمد اشرف ڈار	189
44	مولانا صوفی محمد عبداللہ	194
45	مولانا عبدالکریم خاں	197
46	مولانا عبداللہ شاہ مظہر	199
47	ڈاکٹر حبیب اللہ مختار	202
48	جنرل حمید گل	209
49	مولانا شہاب الدین مدنی	216

Marfat.com

جہاد اور جہادی

پاکستان کی جہادی تاریخ میں کشمیر کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلا جہاد شروع ہوا۔ صوبہ سرحد کے علماء نے 1948ء میں جہاد کشمیر کے متعلق فتوے دیئے اور ہزاروں قبائلی اس جہاد میں شرکت کیلئے کشمیر پہنچے۔ 1979ء میں افغانستان میں شروع ہونے والے جہاد نے پاکستان میں جہادی کلچر کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا اور اس جہادی کلچر کی نمو نے ایسی شخصیات کو جنم دیا جو پاکستان کے عوام بالخصوص نوجوانوں کیلئے باعث تقلید بنیں اور ان میں ایک نئے آئیڈیل ازم نے جنم لیا۔ جہاد اور یہ شخصیات لازم وملزوم بن گئیں۔ انہوں نے افغانستان یا کشمیر پر ہی اپنے اثرات مرتب نہیں کئے بلکہ پاکستان کی سیاست' معاشرت اور معیشت بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

عموماً سمجھا جاتا ہے کہ افغان جہاد ہی پاکستان میں جہاد کے فروغ کا سبب بنا لیکن سید احمد شہید کی جہادی تحریک کے اثرات 1947ء تک آتے ہیں اور یہاں سے بغیر کسی تعطیل کے 1979ء تک جاری رہتے ہیں۔ مختلف ادوار میں محض ان کی نوعیت بدلتی رہی ہے۔ زیر نظر باب میں اسی امر سے بحث کی گئی ہے۔

مولوی فضل الٰہی کا فتویٰ جہاد

قیام پاکستان کے وقت یہاں باقاعدہ ایک جہادی تنظیم موجود تھی جو جہاد کی مذہبی روح کے مطابق مصروف عمل تھی۔ یہ اہلحدیث مسلک کی تحریک المجاہدین تھی جو اپنا تعلق بنا کسی تعطل

Marfat.com

کے سید احمد شہید کی تحریک سے جوڑتی تھی اور جب کشمیر میں صورتحال کشیدہ ہوئی تو تحریک المجاہدین کے امیر مولوی فضل الٰہی نے صوبہ سرحد کے قبائلی پٹھانوں کو کشمیر میں جہاد کیلئے اکسایا اور اس میں شرکت کرنے والوں کو مجاہد قرار دیا۔

وہ اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ ''یہ لوگ (مولانا عبدالکریم خان اور ان کے ساتھی) جہاد فی سبیل اللہ کی ان ہی تیاریوں میں مشغول تھے کہ ناگہاں ڈھونڈ قوم کی طرف سے پیغام پہنچا۔ جہاد کا ڈنکا بج چکا ہے' آؤ اور ڈوگرہ راج کا خاتمہ کرو' کشمیر' پونچھ اور جموں کو دوبارہ دارالسلام بناؤ۔ بہار کے مسلمانوں کا بدلہ لینا ہے تو سب کام چھوڑ کر یہاں پہنچو۔''

بحوالہ ''تعارف جماعت المجاہدین'' از پروفیسر چودھری حفیظ

ان کی ہدایت پر عبدالکریم خان، ان کا تذکرہ الگ عنوان سے آخری باب میں شامل ہے' اپنے رفقاء کار کے ہمراہ پونچھ پہنچے اور تحریک کے دیگر اراکین بھی مولوی فضل الٰہی کا یہ پیغام پاتے ہی تمام اطراف سے جہاد کشمیر میں شریک ہو گئے۔ عبدالکریم خاں' عبدالغنی خاں اور حافظ محمد یوسف خاں نے قبائلی مجاہدین کی رہنمائی کی۔ مولوی فضل الٰہی ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ چند وہ سعید روحیں ہیں جنہوں نے پونچھ میں جہاد کشمیر کی بنیاد ڈالی اور بدوں کسی امید' کسی خارجہ امداد کے، ڈوگرہ راج کے برخلاف سب سے پہلے ہتھیار اٹھا لئے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے اس پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جسے ان کے اسلاف حضرت سید احمد بریلویؒ کی سرپرستی میں انیسویں صدی میں ادھورا چھوڑ کر چلے گئے۔''
(بحوالہ ایضاً صفحہ نمبر 125)

اور ان کے ناموں کی تفصیل یہ بتاتے ہیں۔

''مرکز چمرقند کے اراکین میں سے عبدالکریم خاں (جو اس وقت جماعت مجاہدین پاکستان کے امیر ہیں) اور عبدالغنی خاں کے علاوہ مشہور مبلغ اسلام حافظ محمد یوسف خاں اور اقم الحروف کا اکلوتا بیٹا محمد سلیمان خاں اور غزنوی خاندان کا لب لباب عمر فاروق خان اور بشیر احمد خاں از خاندان عالیہ پاکپتن بھی ہیں۔ ان میں سے ہر فرد ہزار نوجوانوں کا ایک نوجوان ہے۔ یہ جانباز ایک ہی وقت میں تبلیغ اسلام کا فریضہ اور قتال فی سبیل اللہ کی اہم خدمات بجالا رہے ہیں۔''
(بحوالہ ایضاً صفحہ نمبر 126)

Marfat.com

تحریک المجاہدین نے 1948ء میں کشمیر کی تحریک حریت میں باقاعدہ جہادی مقاصد کے تحت حصہ لیا اور اپنے تسلسل کے اعتبار سے بھی یہ پاکستان کی پہلی جہادی تنظیم قرار پاتی ہے اگرچہ بعدازاں اس کی جہادی سرگرمیاں محدود ہو گئیں لیکن باجوڑ ایجنسی چمرقند سے علماء اور مجاہدین برما' سیام اور چین باقاعدہ عسکری تبلیغی جہاد کی نیت سے روانہ ہوتے رہے۔ پاکستان میں 1970ء تک دیگر مذہبی جماعتیں ملک میں اسلامی نظام کے قیام اور قادیانیوں کے خلاف متحرک رہیں لیکن ان کی یہ کاوشیں اور تحریکیں جمہوری اور سیاسی دائرے میں رہیں تاہم ان کیلئے عموماً جہاد کا لفظ استعمال بھی ہوتا تھا لیکن اس سے باقاعدہ عسکری جہاد ہرگز مطلب نہیں لیا جاتا تھا اور اس عرصہ میں پاکستان میں اگرچہ فرقہ وارانہ فسادات بھی ہوئے مثلاً ایوب دور حکومت میں 1953ء میں قادیانیوں کے خلاف ایجی ٹیشن' ایوب دور حکومت میں 1963ء کے ملک گیر شیعہ سنی فسادات' دینی جماعتیں مختلف حکومتوں کے خلاف نبرد آزما بھی رہیں لیکن کہیں کسی باقاعدہ عسکری جہادی تحریک یا تنظیم کا سراغ نہیں ملتا۔

جماعت اسلامی کی البدر اور الشمس

1960ء کی دہائی کے آخری حصے میں جب مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک نے زور پکڑا اس میں بھارت کے ملوث ہونے کے باقاعدہ شواہد سامنے آنے لگے اور ''مکتی باہنی'' جیسی تنظیمیں موثر ہونے لگیں تو جماعت اسلامی نے پہلی بار اسے پاکستان اور اسلام کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا اور مشرقی پاکستان میں ''البدر'' اور ''الشمس'' جیسی تنظیمیں قائم کیں' جنہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عسکری تنظیموں کا روپ دھار لیا۔ ان کی جدوجہد کو باقاعدہ جہاد قرار دیا گیا لیکن البدر اور الشمس کی سرگرمیاں مشرقی پاکستان تک ہی محدود تھیں اور سقوط ڈھاکہ کے بعد ان کی سرگرمیوں میں بتدریج کمی واقع ہوتی گئی تاہم ان تنظیموں نے پاکستان کے منظرنامے پر بھی کچھ جہادی اثرات مرتب کئے اور 1979ء میں افغانستان میں سوویت فوجوں کی آمد سے وہاں شروع ہونے والی جنگ میں پاکستانی نوجوانوں کی شمولیت کو موثر بنانے کیلئے البدر اور الشمس کی مثالیں اور نمونے پیش کئے گئے۔

مقبول بٹ کی عسکری تحریک حریت

یہاں جہادی پس منظر کو سمجھنے کیلئے 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد کشمیر اور

Marfat.com

خصوصاً مقبوضہ کشمیر کے نوجوانوں میں پیدا ہونے والی بے چینی اور بیداری کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ مقبول بٹ' امان اللہ خان' میجر عبدالقیوم اور میجر امان اللہ نے 1965ء میں خود مختار کشمیر کی ریاست کے قیام کیلئے تحریک کا آغاز کیا اور بھارتی اور پاکستانی حکومتوں سے اپنا موقف منوانے کیلئے عسکری کارروائیاں شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کیلئے ایک زیرزمین گوریلا تنظیم نیشنل لبریشن فرنٹ (این ایل ایف) کا قیام عمل میں لایا گیا اور مقبول بٹ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا لیکن ان کی عسکری کارروائیوں کا مرکز مقبوضہ کشمیر تھا۔ جہاں مسلمان مسلسل ایک احساس محرومی کے ساتھ جی رہے تھے۔ مقبول بٹ نے اپنی عسکری کارروائیوں کے حوالے سے عالمگیر شہرت حاصل کی اور 1971ء میں گنگا طیارے کے اغوا اور لاہور ایئرپورٹ پر اس کو نظر آتش کئے جانے کے واقعے نے پوری دنیا کو کشمیر کی طرف متوجہ کیا لیکن مقبول بٹ اور ان کے ساتھیوں کی یہ عسکری تحریک' آزادی کشمیر کیلئے تھی اور اس کیلئے وہ ''تحریک حریت'' کا لفظ موزوں اور مناسب خیال کرتے تھے۔ جہاد کی اصطلاح بھی ان کیلئے یہی مخصوص پس منظر رکھتی تھی اور مذہبی بنیادوں پر جہاد ان کا مطمحٔ نظر نہیں تھا اور اس نقطہ نظر کی وضاحت جے کے ایل ایف کی طرف سے مسلسل ہوتی رہی ہے لیکن ان کی عسکری تحریک نے بعدازاں چلنے والی مذہبی عسکری تحریکوں کیلئے ایک راہ ہموار ضرور کر دی تھی۔

مولانا مسعود علوی کی جہادی تنظیم

1973ء میں پاکستان میں پہلی عسکری جہادی تنظیم کے آثار نظر آتے ہیں۔ پنجاب کے ضلع ملتان کے دیوبندی مدرسے جامعہ خیرالمدارس کے ایک مدرس مولانا مسعود علوی نے مارچ 1973ء میں جہادی مقاصد کے تحت عسکری تنظیم ''جمعیت المجاہدین العالمی'' کی بنیاد رکھی اور اس کا اولین مقصد اسلام کی سربلندی کیلئے منظّم جدوجہد قرار پایا۔ اس تنظیم نے علی پور جتوئی کے قریب ایک جنگل میں اپنا تربیتی کیمپ بھی قائم کیا جہاں اس کے کارکنوں کو عسکری تربیت دی جاتی تھی لیکن اس کی افرادی قوت 1974ء میں ختم نبوتؐ کی تحریک میں کام آئی اور اس کے بعد تنظیمی طور پر جمعیت المجاہدین العالمی دم توڑ گئی لیکن مولانا مسعود علوی نے اپنی کاوشیں جاری رکھیں اور مولانا خواجہ خان محمد کے مدرسہ کندیاں شریف میں طالب علموں کو

Marfat.com

عسکری تربیت دینا شروع کی۔ 1979ء میں جب افغان جنگ کا آغاز ہوا تو مولانا مسعود علوی اور ان کے شاگرد جن میں مولانا ارشاد احمد بھی شامل تھے' پہلے پہل جہاد کی غرض سے افغانستان پہنچے اور دینی مدارس کے طلباء کو اس جہاد میں شمولیت کیلئے تیار کرنا شروع کیا۔ مولانا مسعود علوی کی یہ تنظیم پاکستان میں قائم ہونے والی پہلی اور تحریک المجاہدین (اس دور میں اپنے ضعف کے باوجود) کے بعد دوسری جہادی تنظیم تھی۔

افغان جنگ کا آغاز اور دیوبندی علماء کا کردار

افغان جنگ کا آغاز ہوتے ہی پاکستان میں سرکاری سرپرستی میں جہادی فضا کو فروغ ملنا شروع ہوا اور خصوصاً جماعت اسلامی اور دیوبندی علماء نے اس کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کیا۔ پورے ملک سے جہادی فنڈز کے حصول کا کام شروع ہوا اور ان علماء اور جماعتوں نے نوجوانوں کو عملی جہاد کیلئے بھیجنا شروع کیا۔ دیوبندی علماء نے مدارس سے اور جماعت اسلامی اور اس کی ذیلی تنظیموں نے کالجوں اور سکولوں سے افرادی قوت کی فراہمی کا بیڑا اٹھا لیا۔ جہاد کے فتوے آنا شروع ہو گئے اور جب افغان جہاد میں شہید ہونے والے پاکستانی نوجوانوں کی لاشیں آنا شروع ہوئیں تو جہادی جذبات کو مزید مہمیز لگی اور ملک بھر میں ایک جہادی کلچر نے فروغ پانا شروع کیا۔

مولانا مفتی محمود کا فتویٰ

جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا مفتی محمود مرحوم نے دیوبندی مسلک کی جانب سے 1979ء میں افغانستان کی جنگ کے متعلق سب سے پہلے جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور پاکستانی مسلمانوں کیلئے اس میں افرادی اور مالی تعاون فراہم کرنے کو شرعی فریضہ قرار دیا۔ ان کے فتوے سے دینی مدارس کے طلبہ کیلئے جہاد افغانستان میں عملی شرکت کیلئے راہ ہموار ہوئی اور طلباء کی بڑی تعداد نے نہ صرف افغانستان کا رخ کیا' بلکہ صوبہ سرحد' بلوچستان اور صوبہ پنجاب کے دینی مدارس میں افغان طلباء کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا جس سے دینی مدارس کے ماحول میں جہاد کی فضا مزید ہموار ہوئی۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا کردار

مولانا مفتی محمود کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اہم دیوبندی علماء نے بھی جہاد کے فتوے

Marfat.com

صادر کئے۔ان میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم مولانا عبدالحق بھی شامل تھے۔ان کے مدرسے میں پہلے ہی افغان طلبہ کی بڑی تعداد دینی تعلیم حاصل کر رہی تھی اور افغان جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے والے کئی اہم رہنما بھی دارالعلوم کے طالبعلم رہ چکے تھے۔ان افغان طلباء کے ساتھ پاکستانی طلباء بھی افغان جہاد میں شریک ہوئے اور دارالعلوم حقانیہ آنے والے برسوں میں جہادی نرسری ثابت ہوا۔

طالبان حکومت میں اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء نے اہم وزارتیں اور عہدے حاصل کئے۔مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے جو دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہیں' ملا عمر کو دینی تعلیم کی اعزازی ڈگری دی تھی کیونکہ ملا عمر باقاعدہ کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں تھے۔طالبان حکومت میں اور اس سے قبل بننے والی مجاہدین کی حکومتوں میں دارالعلوم کا عمل دخل بہت واضح رہا ہے۔مختلف گروپوں اور گروہوں میں مفاہمت اور اہم رہنماؤں کے طالبان کے حق میں دست برداری کیلئے مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ان کی انہی خدمات کا نتیجہ تھا کہ ملا عمر پاکستانی علماء میں سے مولانا سمیع الحق کو نہایت اہم مقام دیتے تھے اور بعض اہم جہادی رہنماؤں کے بقول ملا عمر نے مولانا سمیع الحق کا کہا کبھی نہیں ٹالا۔

جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

جہاد افغانستان میں سب سے پہلے عملی شرکت کیلئے دیوبندی علماء اور طلباء کا جو گروپ افغانستان پہنچا۔اس کی قیادت مولانا ارشاد احمد' قاری سیف اللہ اختر اور مولانا عبدالصمد سیال کر رہے تھے۔ان تینوں کا تعلق جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے تھا۔بعد ازاں یہ مدرسہ افغان جہاد کا اہم بیس کیمپ بنا اور جامعہ کے اساتذہ اور طلباء نے افغان جہاد میں جوق در جوق شرکت کی اور بعد ازاں جتنی بھی دیوبندی جہادی تنظیمیں وجود میں آئیں ان کا براہ راست تعلق اسی جامعہ سے تھا۔حرکت الجہاد الاسلامی' حرکت المجاہدین' حرکت الانصار اور جیش محمدؐ اسی مدرسے سے وابستہ طلباء اور اساتذہ نے قائم کیں اور انہیں یہاں کے اکابر علماء کی تائید اور حمایت حاصل رہی جس کی تفصیل آئندہ ابواب میں مختلف شخصیات کے ذیل میں آئے گی۔

جامعہ بنوریہ کو اصل اہمیت اس وقت حاصل ہوئی جب 1995ء میں افغانستان میں طالبان نے نمو پانا شروع کی۔طالبان حکومت میں اس مدرسے سے فارغ التحصیل طلباء کی

Marfat.com

کثیر تعداد شامل تھی اور ابتداء میں طالبان حکومت کے بعض بنیادی پالیسی امور بھی اسی مدرسے میں طے ہوتے رہے۔ اسی جامعہ سے منسلک اکابر عالم دین مفتی رشید احمد نے طالبان کی عملی مالی معاونت کیلئے الرشید ٹرسٹ قائم کیا۔ اس ٹرسٹ نے طالبان کے افغانستان کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

انقلاب ایران

1979ء میں افغان جہاد کا آغاز دیوبندی اور اہلحدیث مسلک میں جہاد کے فروغ کا سبب بنا اور اسی سال ایران میں امام خمینی کے ذریعے آنے والا انقلاب پاکستان میں شیعہ مسلک کیلئے حوصلہ افزا ثابت ہوا اور جب 1982ء میں ایران عراق جنگ شروع ہوئی تو پاکستان سے شیعہ نوجوان اسی جوش و جذبے سے جہاد میں شرکت کیلئے ایران پہنچنے لگے جیسے سنی نوجوان افغانستان جاتے تھے۔ شیعہ نوجوانوں میں اس جذبہ جہاد کو فروغ دینے میں علامہ عارف الحسینی نے مرکزی کردار ادا کیا۔ امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سے منسلک طلباء ایران کے محاذ پر مختلف صورتوں میں عملی جہاد سے وابستہ رہے۔ علاوہ ازیں افغانستان میں ہزارہ جات کے علاقہ میں شیعہ جہادی گروپوں کی معاونت میں بھی آئی ایس او کے نوجوان اور شیعہ مدارس کے طلباء پیش پیش رہے۔ بعدازاں انہی نوجوانوں نے مقبوضہ کشمیر میں شروع ہونے والی عسکری تحریک حریت میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ 1989ء سے 1992ء تک مقبوضہ کشمیر میں ایک درجن سے زائد جہادی گروپ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا بیس کیمپ مظفر آباد کے علاوہ بلتستان اور سکردو کے علاقے تھے جہاں انہیں اسلحے کے علاوہ افرادی قوت کے بہت سے ذرائع میسر تھے۔

ضیاء الحق کا آپریشن ٹو بیک

جہاد افغانستان میں پاکستانی مجاہدین اور معاون تنظیموں کو مکمل سرکاری سرپرستی حاصل تھی اور اب اس امر سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ پاکستانی خفیہ ایجنسیاں بھی اس جہاد میں عملاً شریک رہیں۔ افغانستان جلد ہی جہادی بیس کیمپ میں بدل گیا جہاں دنیا بھر سے خصوصاً عرب ممالک سے نوجوان عسکری تربیت کے حصول اور عملی جہاد میں شرکت کی غرض سے پہنچنے لگے۔ ان ہی حوصلہ افزا حالات کو دیکھتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے مقبوضہ کشمیر میں فیصلہ کن

Marfat.com

راؤنڈ کھیلنے کا فیصلہ کیا اور 1983ء میں ''آپریشن ٹو بیک'' کے نام سے منصوبے پر کام شروع کیا گیا۔ اس مقصد کیلئے جماعت اسلامی اور جے کے ایل ایف کے ساتھ معاونت کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ حزب المجاہدین کے ایک تعارفی کتابچے ''حزب المجاہدین' تاریخ قیام جدوجہد'' کے مطابق 1983ء میں مقبوضہ کشمیر کی جماعت اسلامی کے امیر مولانا سعدالدین اس مقصد کیلئے پاکستان آئے اور پاکستان اور آزاد کشمیر کی تحریک اسلامی کے زعماء سے ملاقاتوں کے علاوہ انہوں نے اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سے بھی کشمیر میں مسلح جہاد کے آغاز' مراحل' منصوبہ بندی اور حکمت عملی سمیت جملہ پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق 1983ء میں ہی جماعت کے بیسیوں وابستگان و ارکان نے افغانستان کے تربیتی کیمپوں سے باقاعدہ عسکری تربیت حاصل کی۔ 1984ء میں ایک دورکنی وفد جسکی قیادت غلام حسن لون (رکن جماعت) سکنہ گل گام' ضلع کپواڑہ کر رہے تھے۔ عسکری تربیت حاصل کرنے آزاد خطے میں آیا اور پھر افغانستان کے تربیتی مرکز سے فن حرب وضرب سیکھا۔ 1986ء اور 1987ء میں بھی جماعت اسلامی جموں وکشمیر سے وابستہ افراد کے عسکری تربیت کیلئے آنے جانے کا سلسلہ محدود پیمانے پر جاری رہا۔ مختار احمد اور محمد انور کا نام اس منصوبے کے تحت تربیت حاصل کرنے والوں میں سرفہرست ہے (صفحہ 7-6' مطبوعہ مرکز مطبوعات کشمیر' اگست 1999ء) اس طرح جہاد افغانستان کے اثرات 1983ء میں مقبوضہ کشمیر میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

تحریک حریت کشمیر کی تحریک جہاد میں تبدیلی

قبل ازیں ذکر کیا گیا کہ مقبوضہ کشمیر میں جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ عسکری تحریک شروع کر چکا تھا مگر ان کی کارروائیاں بڑے محدود پیمانے پر جاری تھیں اور ان کی جدوجہد کشمیر کی خودمختار حیثیت کیلئے تھی اس لئے اسے تحریک حریت کا نام دیا گیا۔ 1987ء میں مقبوضہ کشمیر کی مسلم جماعتوں نے ''مسلم متحدہ محاذ'' کے مشترکہ پلیٹ فارم سے ریاستی انتخابات میں حصہ لیا لیکن سرکاری طور پر صرف چار امیدواروں کی کامیابی کا اعلان کیا گیا۔ یہ صورتحال نوجوانوں میں مایوسی کا سبب بنی اور ''آپریشن ٹو بیک'' پر باقاعدہ عمل شروع کر دیا گیا چونکہ اس آپریشن میں جے کے ایل ایف اور جماعت اسلامی نمایاں تھیں اور دونوں نظریاتی طور پر ایک

Marfat.com

دوسرے سے ہم آہنگ نہیں تھیں۔ اسی لئے جماعت اسلامی نے جے کے ایل ایف کے ''خودمختار کشمیر'' کے نعرے کے جواب میں الحاق پاکستان اور ایک اسلامی ریاست کے قیام کا نعرہ دیا اور اس کیلئے جدوجہد کو جہاد کا مقدس نام عطا کیا۔ آہستہ آہستہ پوری تحریک حریت کشمیر کی تقلیب اسلامی ریاست کیلئے جدوجہد جہاد میں ہونے لگی۔

جہاد کشمیر کا آغاز

1987ء میں مقبوضہ کشمیر میں عسکری کارروائیوں کا باقاعدہ آغاز ہوا اور مختلف گروپوں نے اپنے اپنے انداز میں جدوجہد شروع کی۔ جے کے ایل ایف اور جماعت اسلامی کے مختلف گروپوں نے ابتداء میں مشترکہ کارروائیاں بھی کیں لیکن آہستہ آہستہ ان دونوں کے راستے جدا ہوتے گئے۔ اسلامی رجحانات رکھنے والے مختلف گروپ آپس میں متحد ہوتے گئے جبکہ جے کے ایل ایف مختلف حصوں میں بٹنے لگی جس کے باعث اس کی قوت میں نمایاں کمی ہونا شروع ہوئی۔ 1994ء تک جے کے ایل ایف سے 20 سے زائد مختلف عسکری گروپ جنم لے چکے تھے اور الگ ہونے والے گروہوں نے رفتہ رفتہ اسلامی ہر رنگ اور آہنگ اختیار کرنا شروع کر دیا مثلاً بلال احمد بیگ کی اخوان المسلمین' مشتاق زرگر کی العمر مجاہدین اپنے سابقہ روایات سے منحرف ہوتی چلی گئیں جبکہ مقبوضہ کشمیر کی سیاسی جماعتوں سے وابستہ جہادی گروپ جیسے البرق' الجہاد اور حزب اللہ کا تعلق بھی ان جماعتوں سے کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔

ضیا ٹائیگرز' اللہ ٹائیگرز' العباس ٹائیگرز اور البدر جیسی تنظیموں نے تحریک جہاد کو اسلامی تشخص عطا کرنے کیلئے سینما گھروں اور ویڈیو شاپس کی بندش کی تحریکیں شروع کیں اور خواتین کیلئے باپردہ ہو کر گھروں سے نکلنے جیسے اعلانات کئے۔ سینما گھروں اور ویڈیو شاپس پر حملے بھی کئے گئے۔ ایسی کارروائیوں سے نہ صرف ان تنظیموں کی دھاک بیٹھی بلکہ پوری تحریک اسلامی جہاد کے رنگ مین رنگی گئی۔ 19 جہادی گروپ جماعت اسلامی کی حریت المجاہدین میں ضم ہو گئے۔ مولانا عبداللہ غزالی اور تنویر الاسلام نے اہلحدیث مسلک کی الگ جہادی تنظیم تحریک المجاہدین قائم کر لی۔ شیعہ تنظیمیں حزب المومنین کے پلیٹ فارم پر یکجا ہونے لگیں اور البرق' الفتح جیسی تنظیموں نے بریلوی مسلک کے نوجوانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور ان سب تنظیموں نے اپنے اپنے انداز اور اعتقادات کے مطابق جہاد کشمیر کو نئی نہج عطا کرنے میں اہم

Marfat.com

کردار ادا کیا۔

امان اللہ خان کی پریس کانفرنس

مذکورہ صورتحال جے کے ایل ایف کیلئے حوصلہ شکن رہی اور مقبوضہ کشمیر میں جے کے ایل ایف اور حزب المجاہدین دو متحارب تنظیموں کی صورت میں ابھریں۔ دونوں تنظیمیں ایک دوسرے پر اپنے مجاہدین کی مخبری کے الزامات عائد کرتی رہیں اور ان میں تصادم بھی ہوتے رہے۔ دسمبر 1991ء میں امان اللہ خان نے اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور حزب پر الزام لگایا کہ یہ مقبوضہ کشمیر میں ان کے مجاہدین (حریت پسندوں) کو ہلاک کر رہی ہے اور اسے پاکستان کی مکمل معاونت حاصل ہے۔ اس پریس کانفرنس کے بعد مقبوضہ کشمیر میں جے کے ایل ایف کو مزید کئی دھچکے برداشت کرنا پڑے اور یاسین ملک' امان اللہ خان سے بعض اختلافات پر الگ ہو گئے اور جے کے ایل ایف کا اپنا گروپ بنالیا۔ 1995ء تک جے ایل ایف عسکری کارروائیوں میں بہت پیچھے رہ چکی تھی اور اسلامی جہادی تنظیمیں پوری تحریک پر غالب آ چکی تھیں۔

حرکت الانصار کی آمد

1991ء میں حرکت المجاہدین' حرکت الجہاد الاسلامی اور جمعیت المجاہدین العالمی مقبوضہ کشمیر کے جہادی منظر نامے پر نمودار ہوئیں۔ دیوبندی مسلک کی یہ تینوں جہادی تنظیمیں جہاد افغانستان میں بھی نمایاں کردار ادا کر چکی تھیں اور مقبوضہ کشمیر میں پہلے پہل پاکستانی اور افغانی مجاہدین کی آمد ان ہی تنظیموں کے توسط سے ہوئی اور بعد ازاں دیگر جہادی تنظیموں نے بھی پاکستان سے بھرتی شروع کر دی۔ 1993ء میں یہ تنظیمیں حرکت الانصار کے نام سے یکجا ہو گئیں۔ ان کی مقبوضہ کشمیر آمد نے جہادی تحریک کو نیا رخ دیا چونکہ ان کے پاس افغان جہاد کا تجربہ بھی تھا اور ان میں شامل مجاہدین کی اکثریت دینی مدارس سے وابستہ تھی' اس لئے انہوں نے جہاد کے خالص اسلامی تصور کو رائج کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور مقامی آبادی (جو کہ اکثریت اہلسنت بریلوی تھی) کے عقیدے کی درستی کی طرف بھی توجہ دی۔ ان کے نزدیک جہاد محض کسی ایک خطے کی آزادی تک محدود نہیں تھا بلکہ ایک مسلسل عمل تھا جس کا مقصد اسلام کی سربلندی اور عملی نفاذ تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے مقبوضہ کشمیر میں کچھ ایسے اقدامات بھی

Marfat.com

کئے جس سے انہیں تقویت حاصل ہوئی۔

حرکت الانصار کی طرف سے جزیہ لینے کا اعلان

ایسے اقدامات میں سے ایک غیر مسلم آبادی سے جزیہ کی وصولی تھا۔ حرکت الانصار نے 1995ء میں سری نگر اور اس کے مضافات میں آباد غیر مسلموں خصوصاً سکھوں سے جزیہ کی وصولی کا کام شروع کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلم اکثریتی علاقے میں کم تر حیثیت میں زندگی گزاریں اور بھارتی حکومت پر بھی دباؤ پڑے۔ حرکت الانصار کی دیکھا دیکھی کئی اور تنظیموں نے بھی مختلف علاقوں میں جزیہ کی وصولی کا کام شروع کیا جس سے انہیں مالی طور پر بھی تقویت حاصل ہوئی۔

لشکر طیبہ کی لشکر کشی

1991ء میں ہی لشکر طیبہ کا پہلا دستہ مقبوضہ کشمیر پہنچا لیکن اس کی عسکری کارروائیوں میں شدت 1993ء کے وسط میں آنا شروع ہوئی۔ اس میں بھی شامل بیشتر مجاہدین کا تعلق پاکستان سے تھا۔ لشکر طیبہ نے جہاں مقبوضہ کشمیر اور بھارت میں اہم جہادی کارروائیاں کیں۔ وہاں پاکستان میں جہاد کے حق میں راہ ہموار کرنے میں بھی پیش پیش رہی۔ اس کے مجاہدین میں دینی مدارس کے طلباء کے بجائے عام سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے علاوہ بیروزگار اور کم تعلیم یافتہ افراد کی اکثریت تھی جن میں جذبہ جہاد شدت سے راسخ ہو چکا تھا اور وہ مجاہد کے علاوہ بیک وقت اہلحدیث مبلغ کا کردار بھی ادا کرتے تھے۔ مقبوضہ کشمیر میں اہلحدیث مسلک کے فروغ میں ان کا کردار نمایاں ہے۔

طالبان کا ظہور

1994ء میں طالبان کے ظہور سے جہاد کو ایک نئی قوت میسر آئی اور طالبان نے مختلف جہادی تنظیموں خصوصاً دیوبندی جہادی تنظیموں کو عسکری تربیتی کیمپوں کو وسیع کرنے کے سلسلے میں عملی معاونت فراہم کی اور دنیا بھر سے مجاہدین افغانستان میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ طالبان نے مجاہدین اور جہادی تنظیموں کے سامنے اسلامی حکومت کا ایک نمونہ پیش کیا جس کی بنیادی اساس جہاد تھا۔ بعدازاں اسامہ بن لادن بھی دوبارہ افغانستان پہنچ گئے اور ان کے یہاں پہنچنے سے پاکستان میں جہادی قوتوں کو تقویت حاصل ہوئی اور کئی جہادی رہنماؤں کے

Marfat.com

ان کے ساتھ قریبی تعلقات استوار ہوئے ان میں حرکت المجاہدین کے مولانا فضل الرحمٰن خلیل نمایاں ہیں۔

افغانستان دنیا کا سب سے بڑا جہادی مرکز بن گیا اور یہاں سے جہادی قوتیں دیگر ممالک میں پھیلنے لگیں۔ حرکت الجہاد الاسلامی، حرکت المجاہدین اور لشکر طیبہ نے چیچنیا، وسط ایشیا کی ریاستوں، ارکان (برما)، فلپائن، بوسنیا، کوسوو اور فلسطین سمیت دنیا کے کئی خطوں اور ملکوں میں نیٹ ورک قائم کئے اور وہاں عسکری جہاد کا آغاز کیا اور جہاں پہلے سے جہاد جاری تھا وہاں عملی معاونت فراہم کی۔ پاکستانی مجاہدین کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، ارکان، فلپائن، صومالیہ، ارٹیریا اور کوسوو کے جہاد میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ طالبان نے پاکستان کے فرقہ وارانہ دہشت گرد گروپوں کے قائدین کو بھی پناہ دی اور وہ وہاں سے پاکستان میں مختلف دہشت گردی کی وارداتوں کو مانیٹر کرتے رہے اور ان کے عسکری تربیتی کیمپوں میں دہشت گرد تربیت پاتے رہے لیکن افغانستان میں کسی بھی ایسی دہشت گردی کی واردات میں ملوث نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ طالبان اپنی سرزمین پر ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ پاکستان میں انہیں ایسی کارروائیاں کرنے سے روکنے سے معذور تھے کیونکہ وہ انہیں مہمان سمجھتے تھے اور مہمان کو پاکستان کی حکومت کے حوالے کرنا اپنی روایات کے برعکس سمجھتے تھے۔

اسی دوران جہاد کے اثرات پاکستان کے منظرنامے پر بھی مرتب ہونے لگے اور 1995ء میں پاک فوج کے میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی اور کرنل مستنصر باللہ نے ''آپریشن خلافت'' کے نام سے ایک بغاوت کا منصوبہ ترتیب دیا کہ حکومت پر قبضہ کر کے پاکستان میں نظام خلافت رائج کر دیا جائے۔ انہیں اس سلسلے میں حرکت الجہاد الاسلامی کے مرکزی امیر قاری سیف اللہ اختر اور تنظیم الاخوان کے سربراہ مولانا اکرم اعوان کی معاونت بھی حاصل تھی لیکن یہ منصوبہ قبل از وقت فاش ہو گیا اور اس بغاوت کو دبا دیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد مولانا اکرم اعوان نے اپنے مریدین سے موت پر بیعت کی اور پاکستان میں نفاذ اسلام کی کاوشیں تیز کر دیں۔ دسمبر 2000ء میں انہوں نے مریدین کو منارہ چکوال میں اکٹھا کرنا شروع کیا کہ وہ دارالحکومت اسلام آباد کی طرف نفاذ اسلام کیلئے مارچ کریں گے اور اگر ان کا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو بزور بازو دارالحکومت پر قبضہ کر لیا جائے گا لیکن یہ معاملہ بھی حکومت کے ساتھ مذاکرات کے بعد ختم ہو گیا۔

Marfat.com

جہاد کے نمایاں ترین اثرات اکتوبر 2003ء کے انتخابات میں بھی دیکھنے میں آئے جس میں چھ مذہبی جماعتوں کا اتحاد متحدہ مجلس عمل تیسری بڑی قوت بن کر ابھری اور صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اکثریت حاصل کی۔ متحدہ مجلس عمل کو امریکہ کی مخالفت' طالبان اور جہاد کی ہمدردی میں ووٹ ملے اور ان انتخابات میں جہادی تنظیموں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انتخابات سے ایک روز قبل صوبہ سرحد اور بلوچستان کے کچھ علاقوں میں اسامہ بن لادن کا ایک خط بڑی تعداد میں تقسیم کیا گیا کہ عالم اسلام کی سربلندی کیلئے متحدہ مجلس عمل کو ووٹ دیا جائے۔

کیا جہادی رک جائیں گے؟

11 ستمبر 2001ء کے بعد ابھرنے والی صورتحال میں پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف عالمی محاذ میں شمولیت اختیار کی اور حکومت کی پالیسی میں ایک نمایاں تبدیلی آئی' کئی جہادی تنظیموں پر پابندی عائد کر دی گئی اور ملک بھر سے 2000 سے زائد جہادی گرفتار کر لئے گئے۔ لشکر طیبہ کے سرپرست حافظ محمد سعید اور جیش محمدؐ کے امیر مولانا مسعود اظہر کو نظر بند کر دیا گیا۔ طالبان حامی رہنما خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کو گرفتار کر کے ان پر بغاوت کے مقدمے قائم کئے گئے۔ اکتوبر 2002ء تک ملک بھر میں مجموعی طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ شاید اب جہادی قوتوں کو پاکستان میں پنپنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا لیکن انتخابات کے بعد صورتحال اچانک بدلی۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان سے مقامی جہادی رہنماؤں کا سلسلہ جو مارچ 2002ء سے جاری تھا' یکدم تیز ہو گیا ہے۔ ہائیکورٹ کے حکم پر پروفیسر حافظ محمد سعید اور جیش محمدؐ کے سربراہ مولانا مسعود اظہر کو رہا کر دیا گیا ہے۔ دیگر رہنما حرکت المجاہدین کے مولانا فضل الرحمٰن خلیل' حرکت الجہاد الاسلامی کے قاری سیف اللہ اختر' البدر مجاہدین کے بخت زمین' تحریک المجاہدین کے شیخ محمد جمیل اور حزب المجاہدین کے سید صلاح الدین سمیت بے شمار جہادی تنظیموں کے سربراہ پہلے ہی حسب معمول اپنے جہادی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جہادی تنظیموں کے بیشتر ضلعی اور تحصیل دفاتر جو کچھ عرصہ کیلئے بند کر دیئے گئے تھے۔ ان کی رونقیں لوٹ آئی ہیں۔ آزاد کشمیر میں ان کا نظام بغیر کسی تعطل کے جاری تھا۔ مختلف جہادی پوسٹر اور عیدین کے مواقع پر جہادی فنڈ کیمپ شہروں میں جابجا نظر آتے ہیں۔ مجاہدین کی بھرتیاں بھی جاری ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر حافظ محمد سعید

پروفیسر حافظ محمد سعید پاکستان کے اہم ترین جہادی رہنما ہیں۔ جماعت الدعوۃ کے امیر اور کالعدم لشکر طیبہ کے سرپرست ہیں۔ پاکستان میں اہلحدیث مکتب فکر کے نوجوانوں کو جہاد میں متحرک کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مکتب فکر کی ترویج میں بھی نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ 13 دسمبر 2001ء کو بھارتی پارلیمنٹ پر ہونے والے حملے میں لشکر طیبہ کو ملوث قرار دیا گیا جس کی حافظ محمد سعید نے تردید کی لیکن 13 جنوری 2002ء کو اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ حافظ صاحب کو 25 دسمبر 2001ء کو نظر بند کر دیا گیا تھا۔ مئی میں چند دن کیلئے رہا کیا گیا اور پھر حراست میں لے لیا گیا۔ 20 نومبر 2002ء کو لاہور ہائیکورٹ کے حکم پر ان کی نظر بندی ختم کر دی گئی۔

ابتدائی حالات

قیام پاکستان سے قبل حافظ محمد سعید کے والد شملہ میں مقیم تھے۔ تقسیم کے وقت ان کے خاندان نے پاکستان کیلئے ہجرت کی اور اس سفر کے دوران ہی ان کی پیدائش ہوئی۔ حافظ محمد سعید کا کہنا ہے کہ ہجرت کے دوران ان کے خاندان کے 36 افراد شہید ہوئے۔ گھر اور اثاثے جلا دیئے گئے' ان کی پھوپھی اور خالہ کے بچوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔ خاندان کے بزرگ بچ کر آ ہی نہ سکے۔ ان کے ماموں مولانا حافظ عبداللہ مہاجرین کے جس قافلے کی قیادت کر رہے تھے اس میں تقریباً 90 ہزار افراد شامل تھے۔

(بحوالہ انٹرویو ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لاہور' شمارہ 22 تا 28 مارچ 2001ء)

Marfat.com

پروفیسر صاحب کے والد مولانا کمال الدین کا تعلق کشمیر کی گجر برادری سے تھا۔ تقسیم کے بعد وہ سرگودھا کی تحصیل سلانوالی کے ایک گاؤں 126 جنوبی میں رہائش پذیر ہو گئے اور کلیم میں ملی زمینوں پر کاشتکاری شروع کر دی۔ ان کے کل سات بچے تھے جن میں سے پانچ بہن بھائی حیات ہیں۔ مولانا کمال الدین خود بھی دینی علوم سے بہرہ ور تھے اور ان کی زوجہ عائشہ بی بی حافظ قرآن تھیں اور معروف اہلحدیث عالم مولوی نور محمد کی بیٹی تھیں۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ عبداللہ بھی نامور عالم ہوئے اور مرکز الدعوۃ والارشاد کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مولانا حافظ عبداللہ کے صاحبزادے پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی اور مولانا حافظ عبدالمنان کی شادیاں پروفیسر حافظ محمد سعید کی ہمشیرگان سے ہوئیں اور یہ دونوں اصحاب جماعت الدعوۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں اور محترمہ عائشہ بی بی سے قرآن حفظ کیا تھا۔

(بحوالہ ''مجلّہ الدعوۃ'' لاہور شمارہ)

پروفیسر حافظ محمد سعید اور ان کے بہن بھائیوں نے بھی والدہ سے قرآن حفظ کیا۔ بعدازاں مولانا حافظ عبداللہ سے قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ پروفیسر صاحب نے عمومی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا سے بی اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایم اے عربی اور اسلامیات کی ڈگریاں حاصل کیں۔ یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلباء سے وابستہ رہے' بنگلہ دیش نامنظور تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس دوران پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس کے ناظم بھی رہے۔ 1971ء میں یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کی اس کے بعد 1978ء میں سعودی عرب کی کنگ سعود یونیورسٹی ریاض سے عربی اور اسلامیات میں ہائیر سٹڈیز مکمل کی۔ یہاں ان کے تعلقات سعودی علماء سے استوار ہوئے۔ جن میں شیخ عبدالعزیز باز نمایاں ہیں جنہوں نے 1979ء میں سعودی عرب کے علماء میں سے پہلی بار افغان جنگ کے جہاد ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے کیلئے کہا تھا۔

سعودی عرب سے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان آ گئے اور اسلامی نظریاتی کونسل سے بطور ریسرچ آفیسر منسلک ہو گئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کیلئے ان کا انتخاب ہائیکورٹ کے ججوں کے ایک پینل نے کیا۔ 1974ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اسلامیات میں بطور لیکچرر تقرری ہوئی اور ریٹائرمنٹ تک یہاں پڑھاتے رہے۔

Marfat.com

جہادی سرگرمیوں کا آغاز

پروفیسر حافظ محمد سعید نے 1970ء کے عام انتخابات میں جماعت اسلامی کی انتخابی مہم میں بھی حصہ لیا اور ان انتخابات کے نتائج نے انہیں انتخابی اور جمہوری سیاست سے متنفر کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ 1970ء کے انتخابات میں دینی جماعتوں کی ناکامی کے بعد میرا ذہن بالکل تبدیل ہو گیا میں نے سوچ لیا کہ انتخابات اور جمہوریت کے راستے سے اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد میں نے سیاست کا راستہ بالکل ترک کر دیا۔ اس کے بعد جب بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان میں داخل ہو کر ہمارا بازو کاٹا تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ جہاد کا راستہ اختیار کیا جائے' جمہوریت کا راستہ دنیا کا سب سے بڑا فراڈ ہے۔ یہ اسلام کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ سب سے پہلے میں نے جہاد کے موضوع پر ایک پمفلٹ لکھا اور اسے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا حالانکہ اس وقت افغان جہاد کے کوئی اثرات نہیں تھے' جس وقت افغان جہاد شروع ہوا اس وقت میں سعودی عرب میں تھا۔ وہاں سعودی علماء نے جہاد کے حق میں فتوے دیئے۔ مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز نے باقاعدہ اعلان کیا کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ کوئی بھی اس سے پیچھے نہ ہٹے۔ اس فتوے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ ہمیں افغان جہاد میں فوراً شریک ہو جانا چاہئے ہم نے پاکستان واپس آ کر افغان جہاد میں باقاعدہ شرکت اختیار کر لی۔ (بحوالہ انٹرویو ہفت روزہ ندائے ملت لاہور' شمارہ 22 تا 28 مارچ 2001ء)

افغان جہاد میں عبدالرسول سیاف کے گروپ سے جہاد میں حصہ لیا۔ یہاں ان کے ٹریننگ سنٹر میں اسامہ بن لادن اور عرب مجاہدین کے استاد ڈاکٹر عبداللہ عزام بھی موجود تھے' جنہوں نے حافظ صاحب کی جہادی تربیت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ یہیں ان کی ملاقات اسامہ بن لادن سے بھی رہی۔ ان کے بقول ''اسامہ بن لادن بھی ہمارے ساتھ موجود تھے' ان کے ساتھ ملاقاتیں رہتیں تھیں' جہاد افغانستان میں اسامہ کا غیر معمولی کردار ہے۔ جہاد میں ایسے مقامات تک جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسامہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی خطرے مول لے کر وہیں پہنچ جاتا تھا۔ (بحوالہ ایضاً)

لشکر طیبہ کا قیام

انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اسلامیات کے اساتذہ 1986ء میں مرکز الدعوۃ

Marfat.com

والا رشاد کے نام سے ایک اہلحدیث تنظیم وجود میں لا چکے تھے اور اس کے بنیادی مقاصد میں سلفیت کی ترویج اور تبلیغ کے علاوہ افغان جہاد میں عملی شرکت بھی تھا۔ پروفیسر حافظ محمد سعید اس تنظیم کے محرک تھے اور وہی اس کے پہلے امیر بنے۔ یونیورسٹی کے یہ اساتذہ جن میں پروفیسر ظفر اقبال اور پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی نمایاں تھے پروفیسر حافظ محمد سعید کے ساتھ افغان جہاد میں شریک ہو چکے تھے اور پاکستان میں نہ صرف جہاد کیلئے فضا ہموار کر رہے تھے بلکہ تعلیمی اور عملی محاذ پر بھی سرگرم تھے۔ جہادی اور تعلیمی تبلیغی سرگرمیوں کو ساتھ ساتھ چلانا تنظیمی مشکلات پیدا کر رہا تھا جبکہ دوسری طرف 1989ء میں مقبوضہ کشمیر میں عسکری تحریک بھی شروع ہو چکی تھی۔ کمانڈر ذکی الرحمٰن لکھوی افغان سلفی اکثریت صوبے کنہڑ اور نورستان میں اچھا خاصا اثر ورسوخ حاصل کر چکے تھے اور مولوی شیخ جمیل الرحمٰن جنہوں نے صوبے میں اسلامی حکومت قائم کر دی تھی' کے مشیروں میں شمار ہونے لگے تھے اور اپنا معسکر بھی قائم کر چکے تھے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید ان کے ہمراہ خوست کے محاذ پر جہاد میں شریک ہو چکے تھے' ان کے مشورے اور مرکز الدعوۃ والا رشاد کی شوریٰ کی مشاورت سے پروفیسر حافظ محمد سعید نے 22 فروری 1990ء کو لشکر طیبہ کی بنیاد رکھی تا کہ مرکز کا جہادی ونگ الگ سے کام کرے اور جہاد کشمیر میں اہلحدیث مسلک کی نمائندگی ہو سکے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید لشکر طیبہ کے پس منظر کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ ''1990ء میں ہم نے اپنی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ ابتدائی طور پر اس میں کشمیری اور پاکستانی شریک تھے۔ مقبوضہ کشمیر کے لوگ اور کئی علماء بھی اس تنظیم میں شامل ہو گئے۔ زیر زمین ہمارے رابطے مقبوضہ کشمیر میں پہلے ہی سے تھے۔ ہمیں آمدورفت کے راستوں کا بھی علم تھا اس لئے ہمیں جہاد کشمیر میں شرکت کیلئے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ہماری تنظیم کے ہزاروں نوجوان ایسے ہیں جو جہاد میں شہید ہوئے' زخمی ہوئے یا گرفتار ہو گئے۔ تنظیم کی بنیاد رکھتے وقت ہم نے علماء سے فتوے لئے تھے۔ ان علماء میں حافظ عبداللہ' سندھ کے معروف عالم سید راشدی فوت ہو چکے ہیں۔ ان سب لوگوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں عملاً کشمیری جہاد میں شریک ہو جانا چاہئے۔ (بحوالہ انٹرویو ''ندائے ملت'' لاہور)

دیکھتے ہی دیکھتے لشکر طیبہ جہادی منظر نامے پر نمایاں سے نمایاں تر ہوتی چلی گئی۔ 2001ء تک اس نے 390 بڑی عسکری کارروائیاں کیں جن میں اس کے 1100 مجاہدین شہید ہوئے اور لشکر طیبہ کے دعوے کے مطابق ان کارروائیوں میں 15000 بھارتی فوجی

۱۱۸۴۰۹

Marfat.com

ہلاک ہوئے۔ 48 فدائی مشن بھیجے گئے جبکہ لشکر طیبہ نے مقبوضہ کشمیر کے علاوہ بوسنیا اور چیچنیا میں بھی جہادی سرگرمیاں شروع کیں اور وہاں اپنے نیٹ ورک بنائے۔ لشکر نے بھارت کے اندر بھی حملے کئے اور لال قلعے میں فدائی کارروائی سے پوری دنیا میں شہرت پائی۔ اس کارروائی کے بعد برطانیہ نے لشکر طیبہ کو دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا اور دسمبر 2001ء میں امریکہ نے بھی اس کی تائید کر دی لیکن پروفیسر حافظ محمد سعید نے اندرونی اور بیرونی دباؤ کا استقلال سے سامنا کیا اور جہادی سرگرمیاں بھی تیز رکھیں۔ ان کے قریبی احباب کا کہنا ہے کہ حافظ صاحب کو اپنے جہادی مشن سے اتنا لگاؤ ہے کہ ان کی مصروفیات میں دن رات کا فرق ختم ہو کے رہ گیا ہے اور کئی کئی دن صرف چند گھنٹے کی نیند لیتے ہیں اور کئی ماہ اس کی نوبت نہیں آتی۔ انہوں نے لشکر طیبہ کو جدید ترین ٹیکنالوجی فراہم کرنے کا انتظام کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے منظّم عسکری بنیادوں پر استوار کیا۔ جہاد کے نظریے کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر اطلاق کیلئے عملی اقدامات کئے۔ سب سے زیادہ توجہ تعلیمی شعبے پر دی۔ پورے ملک میں الدعوۃ ماڈل سکول قائم کئے جہاں عصری علوم کے علاوہ دینی اور جہادی تعلیم کا بندوبست ہے۔ نصاب کو بھی جہادی اور مذہبی اسلوب میں ڈھالا گیا ہے، جس کی مثال ان کی پہلی جماعت کے قاعدے سے دی جاسکتی ہے جہاں الف سے اللہ، ب سے بندوق کا تصور دیا جارہا ہے۔

پروفیسر حافظ محمد سعید اور ان کی جماعت کے تصور جہاد سے اہلحدیث مکتب فکر کے علماء کے ایک بڑے حصے کو اختلاف بھی ہے کہ وہ عسکری جہاد کو فرض کفایہ کے بجائے فرض عین کے تصور کو فروغ دے رہے ہیں اور جہاد کے شرعی تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جارہا لیکن پروفیسر حافظ محمد سعید ان تمام اعتراضات کو مسترد کرتے ہیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں جواز فراہم کرتے ہیں۔ ان کی جہادی سرگرمیوں کا سب سے بڑا ٹارگٹ مقبوضہ کشمیر کی آزادی ہے اور انہوں نے اس کی آزادی کیلئے عسکری کارروائیوں کا دائرہ بھارت تک پھیلا دیا ہے۔ لال قلعے پر حملے سے لشکر طیبہ کو اصل شہرت ملی۔ حافظ سعید کا اس حملے کے بارے میں موقف ہے کہ ہم نے دہلی کے لال قلعہ پر کارروائی کر کے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تم کشمیر میں آسکتے ہو تو ہم انڈیا میں آسکتے ہیں۔ ہمارا ابھی اتنا ہی حق ہے کیونکہ اس وقت کشمیر میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان سے کوئی بمبئی سے آیا ہوا ہے تو کوئی دہلی سے آیا ہوا ہے۔ پورے انڈیا کے علاقوں سے آئی ہوئی آٹھ لاکھ فوج کشمیر میں موجود ہے، اگر وہ وہاں جاسکتے ہیں تو ہم بھی جاسکتے ہیں۔ ہم

Marfat.com

انڈیا کے اندر اس سے بھی بڑی کارروائیاں کریں گے۔ (بحوالہ ایضاً)

11 ستمبر کے بعد حافظ محمد سعید کا کردار

11 ستمبر 2001ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے بعد یورپی دنیا کا منظر نامہ بدل گیا اس کے براہ راست اثرات پاکستان پر بھی مرتب ہوئے۔ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں شمولیت اختیار کی اور افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف آپریشن میں اتحادی فوجوں کا ساتھ دیا۔ حکومت پاکستان کے اس موقف کو مذہبی طبقوں کی طرف سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ پروفیسر حافظ محمد سعید بھی اس میں پیش پیش رہے اور طالبان کی مدد کیلئے امداد روانہ کرتے رہے لیکن جب امریکہ کی طرف سے جاری کردہ دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں لشکر طیبہ کا نام شامل کیا گیا تو پروفیسر حافظ محمد سعید نے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر حفاظتی اقدامات کئے اور لشکر طیبہ کو کشمیر تک محدود کر دیا اور مرکز الدعوۃ والارشاد کا نام بدل کر جماعت الدعوۃ رکھ دیا اور بڑے پیمانے پر تنظیمی تبدیلیاں بھی کیں۔ ان تبدیلیوں کو بعض حلقوں کی جانب سے ایجنسیوں کے ایما پر ہونے والی کارروائی قرار دیا گیا لیکن پروفیسر حافظ محمد سعید کا موقف یہ رہا کہ یہ تبدیلی تنظیمی ضروریات اور بیرونی دباؤ کے اثرات کو زائل کرنے کیلئے کی گئی ہے۔ یہ تبدیلیاں 13 دسمبر 2001ء کو بھارتی پارلیمنٹ پر ہونے والے حملے اور اس کے نتیجے میں لشکر طیبہ پر بھارتی دباؤ کا نتیجہ بھی قرار دی گئیں۔

بھارت نے 13 دسمبر 2001ء میں بھارتی پارلیمنٹ پر ہونے والے حملے میں لشکر طیبہ اور جیش محمد کو ملوث قرار دیا اور بھارتی دفتر خارجہ کی ترجمان نیروپا ماراؤ نے پاکستان سے حافظ محمد سعید کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ صورتحال اس وقت مزید کشیدہ ہو گئی جب بھارت نے پاکستانی سرحدوں پر فوجوں کا اجتماع شروع کر دیا۔ حکومت پر بھارتی دباؤ کے علاوہ امریکہ اور اتحادی ممالک کا دباؤ بھی بڑھنے لگا۔ بالآخر 31 دسمبر 2001ء کو حافظ محمد سعید کو اسلام آباد سے گرفتار کیا گیا اور ان پر اشتعال انگیز تقاریر کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ حافظ محمد سعید کی گرفتاری سے قبل اہم تنظیمی اقدامات اور ان کے بیانات سے اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں گرفتاری کا علم ہو چکا تھا۔

پولیس کی حراست میں لئے جانے سے قبل انہوں نے لاہور میں جماعت الدعوۃ اور لشکر طیبہ کے مسوئلین کا اجلاس طلب کیا۔ آئندہ تین ماہ کی تنظیمی پالیسی کے اہداف طے کئے اور اسی

Marfat.com

اجلاس میں اعلان کیا کہ ''ہوسکتا ہے مجھے گرفتار کرلیا جائے لیکن اس سے دعوت جہاد کے کام میں کسی قسم کی کوئی کمی واقعہ نہیں ہونی چاہئے'' (بحوالہ ہفت روزہ جہاد ٹائم لاہور 10-4 جنوری 2002ء) جماعت الدعوۃ کے ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسی اجلاس میں انہیں اسلام آباد سے کسی اہم شخصیت کا فون آیا اور ضروری مشاورت کیلئے فوری طور پر اسلام آباد پہنچنے کیلئے کہا گیا۔ حافظ صاحب اسی اجلاس کو ادھورا چھوڑ کر اسلام آباد روانہ ہوگئے جہاں انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

اس گرفتاری کے بعد انہیں 31 مارچ کو رہا کر دیا گیا لیکن 15 مئی کو انہیں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا اور گرفتاری کی وجوہ نہیں بتائی گئیں۔ اس گرفتاری کے خلاف ان کی اہلیہ میمونہ سعید نے لاہور ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ عدالت نے وزارت داخلہ کو حافظ محمد سعید کی حاضری کیلئے ہدایت کی لیکن ان کی طرف سے جواب آیا کہ انہیں گرفتار نہیں کیا گیا جس پر عدالت نے سخت نوٹس لیا۔ بعدازاں ان کی اہلیہ پر بعض متعلقہ اداروں نے دباؤ ڈالا کہ اگر وہ عدالت سے اپنی رٹ واپس لے لیں تو حافظ محمد سعید کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ 29 اکتوبر 2002ء کو انہوں نے رٹ واپس لینے کا اعلان کیا اور حافظ محمد سعید کو ان کی رہائش گاہ جوہر ٹاؤن میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس نظر بندی کے خلاف لاہور ہائیکورٹ نے 19 نومبر 2002ء کو فیصلہ کیا اور متعلقہ اداروں کو ان کی مکمل رہائی کا حکم دیا۔ ان کی حراست اور گرفتاری کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں 20 نومبر کو حافظ محمد سعید کو رہا کر دیا گیا۔

چند اعتراضات اور حافظ محمد سعید کی وضاحت

پروفیسر حافظ محمد سعید اور ان کی جماعت پر اکثر مختلف اعتراضات کئے جاتے ہیں لیکن ان اعتراضات پر ان کا اور ان کی جماعت کا کیا موقف ہے۔ یہ دیکھتے ہیں۔

ہندوؤں پر حملے

مقبوضہ کشمیر میں لشکر طیبہ پر مقامی آبادی اور دیگر جہادی تنظیموں کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ مقامی ہندو آبادی کو نشانہ بناتے ہیں جس سے تحریک حریت کو نقصان پہنچتا ہے اور عوام میں مجاہدین کے خلاف نفرت پھیل رہی ہے۔ لشکر طیبہ کی مطبوعات میں بھی ''ہندو کی مرمت'' جیسے جملے اور نعرے بکثرت دیکھے جا سکتے ہیں جبکہ ان کے کئی سٹکروں اور کیلنڈروں پر ایسی عبارات بھی عام ہیں کہ ''کشمیر قرارداد مذمت سے نہیں

Marfat.com

بلکہ ہندو کی مرمت سے آزاد ہو گا۔'' جبکہ پروفیسر حافظ محمد سعید کا موقف ہے کہ ''کشمیر میں ہماری یہی پالیسی ہے' ہم وہاں کسی شہری کو کچھ نہیں کہتے' چاہے وہ ہندو ہے' سکھ ہے' یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سارے مذاہب کے لوگ وہاں موجود ہیں۔ ہمارے مجاہدین ان کو بالکل کچھ نہیں کہتے۔ ہاں انہوں نے بعض سول لوگوں کو بھی ٹریننگ دی ہے اور ویلج ڈیفنس کمیٹیاں بنا کر انہوں نے ہتھیار دیئے ہیں یہ لوگ مخبریاں بھی کرتے ہیں اور مجاہدین کے اوپر باقاعدہ حملہ آور بھی ہوتے ہیں تو مجاہدین ان سے لڑتے ہیں۔

(بحوالہ انٹرویو ''قومی ڈائجسٹ'' لاہور شمارہ جنوری 2002ء)

لال قلعہ پر حملہ

22 دسمبر 2000ء کو دہلی کے لال قلعے پر حملے کی ذمہ داری لشکر طیبہ نے قبول کی اور ان کی اس کارروائی کو بین الاقوامی سطح پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ پاکستانی تنظیم کی طرف سے دوسرے ملک میں ایسی کارروائیاں دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہیں۔ لشکر طیبہ نے بھی اس حملے کی خوب تشہیر کی اور اپنے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیا اور ایک جذباتی فضا قائم کرنے میں اس کا بھرپور استعمال کیا۔

''آج الحمد للہ ان ہی مجاہدین بالاکوٹ کے جانشین' محمود غزنوی کے بیٹے اور لشکر طیبہ کے فدائی لال قلعے پر جہادی پرچم لہراتے ہوئے پہنچے تو واجپائی صاحب کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ اس کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ اسے اپنا اقتدار ہی نہیں اپنی پوری راجدھانی ڈولتی نظر آئی۔ شاید اسے لال قلعے پر حملے کرنے والے مجاہدوں کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید حفظ اللہ کے یہ الفاظ حقیقت بنتے نظر آ رہے تھے۔''

''یاد رکھو کہ مجاہدین کیلئے جس قدر میجر پرشوتم کے کمرے میں داخل ہو کر کارروائی کرنا آسان ہے' اس سے زیادہ واجپائی تیرے دفتر میں گھسنا آسان ہے..... اگر تم کشمیر خالی نہ کرو گے' کشمیر میں ظلم بند نہ کرو گے تو جب چاہیں گے' جس لمحے چاہیں گے (انشاء اللہ) واجپائی تیرے دفتر میں بھی گھسیں گے اور کشمیر کا فیصلہ ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

(بحوالہ مجلّہ الدعوۃ شمارہ فروری 2001ء)

لشکر طیبہ کی طرف سے ایسے برسر عام اعتراف کے باعث 13 دسمبر 2001ء کو بھارتی

Marfat.com

پارلیمنٹ پر ہونے والے حملے کا الزام بھی اسی پر آیا لیکن حافظ محمد سعید نے اس حملے کی تردید کی اور لال قلعے پر حملے کی وضاحت اپنے ایک انٹرویو میں ایسے کی ''جو دہلی کے لال قلعے والا مسئلہ تھا وہ بالکل الگ مسئلہ تھا جس میں کشمیری مجاہدین کو رکھ کر وہ ٹارچر کرتے تھے۔ تفتیش کر کے بہت سارے مجاہدین کو وہاں شہید کیا گیا تو مجاہدین نے اس کو نشانہ بنایا تھا جہاں تک (بھارتی) پارلیمنٹ کا تعلق ہے' پارلیمنٹ بالکل مختلف ہے۔ ایک سول ٹارگٹ ہے ہمارے مجاہدین کبھی بھی سول کو ٹارگٹ نہیں بناتے۔''

(بحوالہ انٹرویو ''قومی ڈائجسٹ'' لاہور شمارہ جنوری 2002ء)

مالی وسائل

لشکر طیبہ اور جماعت الدعوۃ جس انداز میں تشہیری مہم چلاتی ہے اور جس تیزی سے ملک کے مختلف حصوں میں اس کے سکول' مدارس' مراکز اور دفاتر قائم ہو رہے ہیں اس پر عموماً اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اتنے وسائل کہاں سے دستیاب ہوتے ہیں؟ کیا یہ وسائل بیرون' ممالک سے آتے ہیں؟ لشکر طیبہ کی آمدنی کے ایسے کون سے ذرائع ہیں کہ اتنا بڑا نیٹ ورک قائم کر لیا ہے؟ صرف لشکر طیبہ کے معسکروں کے سالانہ اخراجات کا تخمینہ 35 کروڑ روپے بتایا جاتا ہے۔ لاہور چوبر جی میں قائم ہونے والے مرکز کی جگہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ساڑھے سات کروڑ روپے میں خریدی گئی اور اس پر تعمیراتی اخراجات کا تخمینہ دو کروڑ روپے سے زائد کا لگایا گیا ہے۔ اندرون سندھ صرف حیدر آباد میں اقصیٰ معسکر پر 5 کروڑ روپے لاگت کا تخمینہ ہے جبکہ مرکز مرید کے پر ان سے بھی زیادہ سرمایہ کاری کی گئی ہے۔

یہاں یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاد فنڈ کی وصولی پر پابندی سے قبل ملک بھر میں لشکر طیبہ کے تقریباً 6 لاکھ جہاد فنڈ باکس رکھے گئے تھے جن پر نگرانی کیلئے 500 افراد کی ذمہ داری تھی جو باکس خالی کرتے اور فنڈ مرکز تک پہنچاتے۔ ان کو موٹر سائیکل کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی دی جاتی تھی۔ مظفر آباد میں لشکر طیبہ کے ایک اہم رکن نے جنوری 2002ء میں انتہائی تأسف سے بتایا کہ پہلے بازاروں میں ایک دن میں فی باکس 15 سے 50 روپے اور بڑی مارکیٹوں میں 200 سے 500 روپے اکٹھے ہوتے تھے فی باکس اوسطاً آمدنی 200 روپے تھی جو کل روزانہ آمدنی تقریباً 12 کروڑ روپے تک پہنچ جاتی تھی۔ اب لشکر طیبہ اتنی بڑی آمدن سے محروم ہوگئی ہے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید کا بھی یہی کہنا ہے کہ:

Marfat.com

''تنظیم کے بنانے سے لے کر چلانے تک کوئی ملک بھی اس میں شامل نہیں ہے۔ ہم نے آج تک کسی ملک سے نہ کوئی مالی امداد لی ہے اور نہ ہی کسی قسم کا تعاون حاصل کیا ہے۔ سعودی عرب کے بارے میں بھی بہت باتیں کی جاتی ہیں کہ وہ لشکر کو امداد دے رہے ہیں' لیکن میں واضح کر دوں کہ سعودی عرب نے ہمیں آج تک سپانسر نہیں کیا بلکہ میں تو مسلمان حکومتوں سے شکوہ رکھتا ہوں کہ یہ جہاد میں پیچھے ہیں اور خاص طور پر سعودی حکومت کو میں جہاد میں سب سے پیچھے سمجھتا ہوں۔

ہمارے تمام وسائل پاکستانی شہریوں کے ذریعے آتے ہیں' جو لوگ جہاد کیلئے جانیں پیش کرتے ہیں وہ مال بھی پیش کر رہے ہیں۔ ہماری تنظیم میں ایسے لوگ شامل نہیں ہیں جو بیروزگار ہیں یا جن کو گھر سے کھانا نہیں ملتا جن کے بارے میں پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ وہ خودکشی کرنے کے بجائے کشمیر چلے جاتے ہیں اور انہیں فدائین کہتے ہیں اس قسم کا پراپیگنڈہ یورپ کرتا ہے ہماری تنظیم میں اس معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ ڈاکٹر' انجینئر' پی ایچ ڈی اور صنعتکار گھرانوں کے نوجوان اس تنظیم میں شامل ہیں۔ ایم اے' ایم بی بی ایس اور انجینئرز لیول کے لوگ جہاد میں شہید ہوئے ہیں جن نوجوانوں نے بیرون ملک سے ڈاکٹرز کی ڈگریاں لی ہیں وہ جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ سندھ کے بڑے بڑے خاندان کے نوجوان اس وقت جہاد میں شریک ہیں۔ پنجاب کے سرمایہ داروں اور نامور خاندانوں کے نوجوان شریک ہیں۔'' (بحوالہ ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لاہور شمارہ)

لشکر طیبہ اور فرقہ واریت

لشکر طیبہ پر ایک الزام فرقہ واریت پھیلانے کا بھی ہے کہ یہ مقبوضہ کشمیر میں جہاد سے زیادہ وہاں کی مقامی آبادی کے عقیدے (وہاں اکثریت اہلسنت کی ہے) کی درستی پر توجہ دیتے ہیں اور ان کی مساجد پر قبضے کر کے اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں۔ آزاد کشمیر کے کیمپوں میں مقیم مہاجر عموماً ان کے اس رویے کی شکایت کرتے ہیں لیکن لشکر طیبہ کا موقف ہے کہ زبردستی کسی کا عقیدہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا کسی کو حق بات پسند آئے تو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ شہداد پور کے ایک مجاہد ابو اسامہ نے بتایا کہ امیر صاحب (پروفیسر حافظ محمد سعید) کی طرف سے ایسے معاملات میں زبردستی کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن جو ساتھی ہمارے نظم کے تحت آ جاتا ہے تو اس کے عقیدے کی درستی سب سے اہم قدم ہوتا ہے جو اس

Marfat.com

کی آئندہ کی زندگی اور جہاد کیلئے ضروری ہے۔''

جمہوریت اور جماعت الدعوۃ

پروفیسر حافظ محمد سعید موجودہ نظام حکومت کے شدید ترین مخالف ہیں اور خلافت راشدہ کی طرز پر شوریٰ کے نظام کے حامی ہیں۔ اسی طرح وہ احتجاجی سیاست کو شرعی تقاضوں کے منافی سمجھتے ہیں۔ جب اس حوالے سے حافظ محمد سعید کے بہنوئی اور جماعت الدعوۃ کے اہم رہنما پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن سے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا کہ ''حافظ صاحب! یہ بتائیں کیا جب مرکز الدعوۃ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس وقت مرکز کی قیادت نے جمہوریت اور احتجاجی سیاست کو سرزمین اسلام پر اجنبی و مغربی پودا قرار دیا تھا لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرکز الدعوۃ یا جماعت الدعوۃ' احتجاجی سیاست کے طریقہ کار کو اختیار کرتی چلی جا رہی ہے جس کا ثبوت 5 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر کے موقع پر لاہور کے مال روڈ اور اسلام آباد کے آبپارہ چوک میں ہونے والے پروگرام ہیں۔ مزید برآں افغانستان پر امریکی حملوں کے موقع پر بھی جماعت الدعوۃ کے کارکن اہلحدیث مکتب فکر کی دیگر جماعتوں کے ساتھ مل کر احتجاجی مظاہروں کے پروگرام ترتیب دیتے رہے ہیں لیکن جب پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب گرفتار ہوتے ہیں تب اچانک جماعت الدعوۃ کو یاد آتا ہے کہ احتجاج اور مظاہرے غیر شرعی فعل ہیں' یہ بتائیں کہ اس تضاد کی وجہ کیا ہے؟

تو ان کا جواب تھا کہ ''میرے بھائی! میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہمارے ہاں احتجاجی سیاست یا مظاہرہ نام کی کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ 5 فروری کے جن پروگراموں کو آپ ''احتجاجی مظاہرے'' کا نام دے رہے ہیں ہم ان پروگراموں کو دعوتی و اصلاحی پروگرام کہتے ہیں۔ 5 فروری کے دن جماعت الدعوۃ کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہارات کا سلوگن یہ ہوتا ہے ''مسئلہ کشمیر کا حل نہ احتجاج نہ ہڑتال..... الجہاد الجہاد'' اسی طرح افغانستان پر امریکی حملہ کے وقت ہم نے جو پروگرام ترتیب دیئے' ہمارے نزدیک وہ احتجاجی نہیں بلکہ دعوتی و اصلاحی پروگرام تھے۔ تاریخ اسلام میں مذکور ہے کہ مکہ کے نواح میں ہر سال عکاظ نام کا ایک بہت بڑا میلہ منعقد ہوتا ہے جس میں ہر قبیلہ کے نامور شعراء' ادباء' زعما' حکما اور پہلوان شریک ہوتے اور اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی

Marfat.com

اس میلہ میں تشریف لے جاتے کس نیت اور ارادے سے..... مشرکین عرب کی لہو ولعب کی محفلوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے نہیں بلکہ دعوت واصلاح کی غرض اور ارادے سے شریک ہوتے تھے۔ سو..... پاکستان میں بسنے والے سب مسلمان ہمارے کلمہ گو بھائی ہیں اسی طرح اہلحدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے بھی ہمارے کلمہ گو بھائی ہیں۔ ہم ان کے پروگراموں میں جب شامل ہوتے ہیں یا ان کو اپنے ہاں آنے کی زحمت دیتے ہیں تو اس کا مقصد صرف اور صرف دعوت واصلاح ہوتا ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر میں یہاں ایک بات بطور خاص کہنا چاہوں گا کہ جو لوگ آج ہمیں کہتے ہیں کہ امیر محترم کی گرفتاری کے موقع پر جماعت الدعوۃ کی قیادت اپنے کارکنوں کی سیاسی تربیت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ افغانستان پر امریکی حملہ کے وقت ہم نے ان لوگوں کو آگے کیا' اپنی افرادی قوت ان کو دی جب امیر محترم گرفتار ہوئے کیا ان لوگوں کا یہ حق نہیں تھا کہ ہمارے کارکنوں کو تسلی دیتے' ان کو حوصلہ دیتے اور کہتے بچو! کیا ہوا اگر امیر محترم گرفتار ہو گئے ہیں ہم مصیبت اور مشکل کی اس گھڑی میں تمہارے ساتھ ہیں۔

(بحوالہ انٹرویو ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لاہور شمارہ 25 اپریل تا یکم مئی 2002ء)

☆☆☆

Marfat.com

مولانا مسعود اظہر

مولانا مسعود اظہر کالعدم جہادی تنظیم جیش محمد کے سربراہ ہیں اور تادم تحریر بہاولپور میں نظر بند ہیں۔ وہ حرکت الانصار اور حرکت المجاہدین سے وابستہ رہے۔ 1993ء میں مقبوضہ کشمیر میں گرفتار ہوئے اور ان کی رہائی 31 دسمبر 1999ء کو بھارتی مسافر طیارہ کے اغوا کے مشہور واقعے کے نتیجے میں ہوئی۔ وہ اپنی شعلہ بیانی اور جذباتی تقریروں کے باعث مشہور ہیں۔ پاکستان کے صف اول کے جہادی رہنما تصور ہوتے ہیں۔

ابتدائی حالات اور خاندانی پس منظر

مولانا مسعود اظہر 1968ء میں بہاولپور (صوبہ پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا حاجی اللہ دتہ امیر پور سادات کہروڑ پکا کے مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے جبکہ والد اللہ بخش بہاولپور میں اسلامیات کے استاد تھے۔ مولانا کے والد اللہ بخش کو بہاولپور میں احترام سے علوی امیر پوری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی شادی مجلس احرار کے ایک اہم رہنما مفتی محمد حسین چغتائی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے آٹھ بچے' چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مولانا مسعود اظہر کا بھائیوں میں تیسرا نمبر ہے۔ مولانا 1980ء سے 1989ء تک جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھتے رہے اور تعلیم سے فراغت کے بعد دو برس تک اسی مدرسے سے بحیثیت معلم وابستہ رہے۔ ماہنامہ ''دی ہیرلڈ'' کراچی کے فروری 2002ء کے شمارے میں ان کے خاندانی پس منظر کے بارے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں مولانا مسعود اظہر کے بھائیوں اور بہنوں کے بارے میں مختصر نوٹس شائع ہوئے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا پورا خاندان کسی نہ کسی حوالے سے جہادی سرگرمیوں

Marfat.com

سے وابستہ ہے اور ان کے خاندان کو بجا طور پر ''جہادی خاندان'' کہا جا سکتا ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق مولانا مسعود اظہر سمیت تین بھائی اور چار بہنیں شادی شدہ ہیں۔ بڑی بہن رابعہ بی بی کی شادی صدیق کالونی بہاولپور کے رہائشی رشید احمد سے ہوئی جو طالبان دور حکومت میں کابل میں سرکاری ملازمت کرتے رہے اور ان کے طالبان رہنماؤں سے قریبی تعلقات تھے۔ محترمہ رابعہ بی بی کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ طالبان دور میں کابل میں خواتین کے ایک دینی مدرسے میں معلّمہ رہی ہیں۔ دوسری بہن سعدیہ بی بی کی شادی کوثر کالونی بہاولپور کے رہائشی یوسف اظہر سے ہوئی۔ یوسف اظہر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے مولانا مسعود اظہر کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا اور کئی برس پہلے سے مولانا کے گھر مقیم ہے۔ بڑا بھائی طاہر انور افغانستان جہاد کیلئے کئی بار جا چکا ہے۔ ان کی اہلیہ ایک دینی مدرسے کی معلّمہ ہیں انہوں نے پہلے پولٹری فارم قائم کیا تھا اور پھر ایک اخبار ''سنگ میل'' سے بھی منسلک رہے۔ آج کل سرکلر روڈ بہاولپور میں ایک کمپیوٹر سنٹر میں کام کر رہے ہیں۔ ایک اور بھائی ابراہیم اظہر نے میٹرک تک عمومی تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسے چلے گئے۔ چار بچوں کے باپ ہیں۔ پوری زندگی جہاد کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ حرکت الانصار کے بہاولپور کے امیر بھی رہے۔ 19 برس کی عمر میں پہلی بار اپنے دوست جمیل الرحمٰن کے ساتھ افغانستان جہادی تربیت کیلئے گئے۔ بعد میں اپنے والد اور بہنوئی رشید احمد کو بھی جہادی تربیت کیلئے افغانستان لے گئے تھے۔ ابراہیم اظہر باقاعدگی سے افغان جہاد میں شرکت کیلئے جاتے رہے' ان کا ایک پاؤں بھی شدید زخمی ہوا اور انہوں نے طالبان انتظامیہ سے قریبی تعلقات قائم کئے۔ بھارت مسلسل کہتا رہا ہے کہ یہ ان ہائی جیکروں میں شامل تھے جنہوں نے دسمبر 1999ء میں طیارہ اغوا کر کے مولانا مسعود اظہر کو رہا کروایا تھا۔ ابراہیم اظہر آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور ایک ''ادارہ قراۃ الامین'' چلا رہے ہیں جو جامعہ بنوریہ گرومندر کے قریب واقع ہے اور یہ ادارہ جہادی اور اسلامی سٹریچر تیار کرتا ہے۔ مولانا مسعود اظہر کے چھوٹے بھائی عبدالرؤف اصغر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد بنوری ٹاؤن میں ہی مدرس ہو گئے تھے۔ کئی بار جہاد کی غرض سے افغانستان جا چکے ہیں اور آج کل اپنے بھائی ابراہیم اظہر کے ساتھ ادارہ قراۃ الامین سے وابستہ ہیں۔ ایک اور 20 سالہ بھائی جہانگیر اکبر دارالعلوم کورنگی میں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے جبکہ سب

Marfat.com

سے چھوٹا بھائی اورنگزیب عالمگیر دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی میں زیر تعلیم ہے۔

مولانا مسعود اظہر کا اپنے گھر میں جہادی ماحول پیدا کرنے میں مرکزی کردار ہے۔ مولانا مفتی ولی حسن، مفتی رشید احمد، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مولانا عبدالحفیظ مکی کی طرف سے اجازت بیعت حاصل ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن میں تدریس کے علاوہ دینی صحافت سے بھی وابستہ رہے۔ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' کراچی، ماہنامہ ''صوت کشمیر'' پشاور سے وابستہ ہیں ہفت روزہ ''ضرب مومن'' میں کالم لکھ رہے ہیں جبکہ پندرہ روزہ ''جیش محمدؐ'' کا اجراء کیا جس پر پابندی کے بعد ایک نیا رسالہ ''الاصلاح'' اور اس پر پابندی کے بعد حیدرآباد سے ہفت روزہ ''شمشیر'' ان کی ادارت میں نکل رہا ہے۔ خواتین کا ایک ماہنامہ رسالہ ''بنات'' کے بھی مدیر ہیں۔ 30 کتب کے مصنف ہیں، جس میں سے بیشتر جہادی ہیں۔ عملی جہاد میں بھی حصہ لیا۔ خوست اور گردیز کے محاذوں پر لڑے اور شلکا پوسٹ (افغانستان) پر راکٹ لانچر کی زد میں آ کر زخمی بھی ہو چکے ہیں۔

جہادی سرگرمیوں کا آغاز

مولانا مسعود اظہر کے سوانحی تذکرے ''مسکراتے زخم'' میں شامل ان کے ایک انٹرویو کے مطابق جہاد سے آشنائی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تعلیم کے دوران ہوئی۔ ابھی ابتدائی درجات میں تھے کہ مجاہدین کے پروگرام میں شریک ہوئے جہاں مجاہدین کو افغانستان جہاد پر جانے سے پہلے ضروری ہدایات دی جا رہی تھیں۔ یہیں سے عملی جہاد کا شوق پیدا ہوا۔ جب درجہ سادسہ میں پڑھتے تھے تو مفتی احمد الرحمٰن نے پہلی بار مدرسے کی طرف سے طلباء کو افغانستان بھیجا اس کے بعد سے بنوری ٹاؤن میں جہاد کا تذکرہ بہت زیادہ ہونے لگا۔ ان کے مرشد مفتی ولی حسن نے ان پر پابندی عائد کر رکھی تھی کہ زیادہ وقت تعلیمی سرگرمیوں میں گزاریں۔ اس لئے اپنے بھائیوں کو جہاد پر جانے کی دعوت دی، جو عسکری تربیت حاصل کر کے آئے۔ دورہ حدیث کے امتحان کے بعد مولانا مفتی عبدالسمیع کے مشورے سے افغانستان گئے، جہاں ایک ہفتہ خوست میں مجاہدین میں گزارا اور وہیں پوری زندگی جہاد سے وابستہ رہنے کا عہد کیا۔ یہاں مختلف معسکروں میں جہادی تقریریں کیں جن کی کیسٹیں چلنا شروع ہو گئیں۔ واپس آئے تو باقاعدہ جہاد سے وابستہ ہو گئے۔ فوری طور پر مجاہدین کیلئے ایک رسالہ ''صدائے مجاہد'' شروع کیا اور دیگر جہادی ذمہ داریاں نبھانے لگے۔ حرکت المجاہدین

Marfat.com

میں جلد جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے اور شعبہ دعوت وارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مختلف جہادی تقریبات' مدارس اور مساجد میں ان کے خطبے ہونے لگے اور وہ اپنی جوشیلی تقاریر کی بنا پر معروف ہو گئے۔

مولانا مسعود اظہر نے حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد الاسلامی کے انضمام میں مرکزی کردار ادا کیا اور دونوں تنظیموں کے رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور جید علمائے دیوبند سے دباؤ ڈلوا کر انہیں اتحاد پر آمادہ کیا۔ ان کی کاوشوں سے دونوں تنظیمیں جون 1993ء میں انضمام پر تیار ہو گئیں اور ایک نئے نام حرکت الانصار کے نام سے کام کا آغاز کیا۔ اس انضمام کے نتیجے میں مولانا شہادت اللہ سربراہ' مولانا عبدالجبار کمانڈر انچیف بنے اور مولانا مسعود اظہر کو شعبہ نشر واشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی۔

بیرونی دورے

نشر واشاعت کی ذمہ داریوں میں مولانا مسعود اظہر کے ذمہ بیرونی دورے اور وہاں سے افرادی اور مالی قوت کے حصول کیلئے کاوشیں کرنا بھی تھی وہ اکثر بیرونی دوروں پر رہنے لگے۔ انہوں نے 27 غیر ملکی سفر کئے۔ یورپ' افریقہ' عرب سمیت وسط ایشیا کے کئی ممالک کے دورے کئے ہیں۔ 3 جنوری 2000ء ''خلیج ٹائمز'' میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق مولانا نے نومبر 1993ء میں صومالیہ میں اقوام متحدہ کی امن افواج میں شامل پاکستانی دستوں کی واپسی میں بھی نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے وہاں ایک طرف پاک فوج کے افسران کو یقین دلایا کہ صومالیہ کے مسلمان اب کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے اور نہ ہی امن دستوں پر حملے کریں گے۔ دوسری طرف مولانا کینیا پہنچے اور وہاں صومالیائی مزاحمتی گروہوں کے مسلمان رہنماؤں کو یقین دلایا کہ پاکستان کے امن دستے واپس جا رہے ہیں۔ وہ کفار کو ختم کرنے کیلئے اپنا جہاد جاری رکھیں مذکورہ رپورٹ کے مطابق اس مشن میں ان کے ہمراہ سینئر پاکستانی صحافی مجیب الرحمٰن شامی' الطاف حسین قریشی اور مصطفیٰ صادق بھی تھے۔

ہندوستان روانگی اور کشمیر میں گرفتاری

''مسکراتے زخم'' میں مولانا مسعود اظہر رقمطراز ہیں کہ ''31 دسمبر 1999ء کے ایمان افروز فاتحانہ معرکے کی کڑیاں 6 دسمبر 1992ء کے اندوہناک دن کے ساتھ جا ملتی ہیں۔

Marfat.com

اگر چہ میری گرفتاری تو 11 فروری 1994ء کے دن ہوئی لیکن میری اسارت کی پوری تاریخ 6 دسمبر 1992ء سے لے کر 31 دسمبر 1999ء پر مشتمل ہے۔'' بابری مسجد کے سانحے نے مولانا مسعود اظہر کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''سوا ارب مسلمانوں کے سامنے بابری مسجد کو گرا دیا گیا۔ اس دن سے میں نے بابری مسجد کا درد بانٹنا اور رونا شروع کر دیا۔ بابری مسجد کی شہادت کے موضوع پر پے در پے تین تقاریر ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان تقاریر کو دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں افراد کے کانوں اور دلوں تک پہنچا دیا۔'' ان کی ان تقاریر کی کیسٹیں بھارت بھی پہنچیں اور وسیع پیمانے پر تقسیم ہوئیں۔ وہاں کے کچھ مسلمانوں نے ان سے رابطہ کی کوشش کی اور ایک غیر ملکی سفر کے دوران ان کی ملاقات ایک ایسے ہی فرد سے ہوئی۔ اس نے مولانا کو بابری مسجد والی تقریر کا حوالہ دے کر کہا کہ ''نوجوان بے تاب ہیں' بزرگ رو رہے ہیں' مسلمانوں پر عجیب بے چینی اور بے تابی طاری ہے' خدا کیلئے آپ کچھ کریں۔'' اس ملاقات میں دونوں نے طے کیا کہ ہر حال میں کام شروع کر دیا جائے اور اگلی ملاقات مدینہ منورہ میں طے پائی۔ مدینہ منورہ میں چار افراد کی ملاقات ہوئی اور اس میں بہت اہم فیصلے کئے گئے۔ مولانا مسعود اظہر کے مطابق ''ان (چاروں) کی آنکھوں کے سامنے بابری مسجد کی مسمار شدہ وہ عمارت تھی' جس سے خون کے آنسو ٹپک رہے تھے' ان کے سامنے ترشول بردار ہندوؤں کے وہ چیختے چلاتے جتھے تھے جو ہندوستان کے دریاؤں کو مسلمانوں کے خون سے رنگین کر رہے تھے۔ ان کے مدنظر ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کا وہ مستقبل تھا' جس پر اسپین کے ظالمانہ پروگرام کی چھری چمک رہی تھی۔ ریاض الجنتہ میں بیٹھے چاروں افراد نے اس پورے چیلنج کا جواب دینے کا فیصلہ کر لیا..... ان چاروں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت سلیمان کے زمانے کی فکر مند چیونٹی کی طرح اپنی قوم کو بچانے اور جگانے کیلئے آوازیں لگائیں گے اور ابابیلوں کی طرح اپنی چونچ کی بقدر مشرکین پر وار کریں گے۔'' مولانا نے اس پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ نہیں کیا لیکن بھارت کا سفر ان کے اسی پروگرام کا حصہ تھا جہاں انہوں نے بھارت کے خلاف کوئی اہم کارروائی کرنا تھی اور مولانا مسعود اظہر نے اپنے اس مشن کو ''سوتی رومال تحریک'' کا نام دیا ہے۔ مولانا مسعود اظہر پرتگال کے جعلی پاسپورٹ پر ڈھاکہ سے دہلی پہنچے تھے۔ یہ پاسپورٹ انہیں برطانیہ میں ایک پاکستانی نے فراہم کیا تھا۔ پاسپورٹ پر بھارت' بنگلہ دیش اور پاکستان کی مہر تھی جبکہ مولانا پاکستان' سعودی عرب اور

Marfat.com

وہاں سے ڈھاکہ تک پاکستانی پاسپورٹ پر پہنچے تھے۔ مولانا دہلی ایئرپورٹ پر اترے اور وہاں بارہ روز قیام کیا۔ وہ دہلی کے علاوہ' لکھنؤ' بنارس' کانپور' دیوبند' سہارنپور اور جلال آباد (یوپی) بھی گئے جہاں سے ''سوتی رومال تحریک'' کے سلسلے میں مختلف افراد سے ملاقاتیں کیں اور اہم اجلاسوں میں شرکت کی اور ان کے بقول انہیں اپنے مقصد میں توقع سے زیادہ کامیابی ملی۔ ان کا کہنا ہے کہ ''عوام وخواص کے جذبات اور شوق سرفروشی نے مجھے اور متاثر کیا۔ چند پروگرام نمٹا کر اچانک کشمیر جانے کی ٹھان لی کہ باقی انشاءاللہ واپس آ کر۔ پھر کشمیر پہنچ کر میرے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ تحریک ریشمی رومال میں تحریک پکڑی گئی تھی یہاں محرک پکڑا گیا۔ اب انفرادی فوائد تو اس تحریک کے جاری و ساری ہیں مگر وہ اجتماعی یلغار موخر ہوگئی۔'' (بحوالہ مسکراتے زخم)

بھارت پہنچنے کے بعد مولانا مسعود اظہر کا مقبوضہ کشمیر میں حرکت الانصار کے چیف کمانڈر مولانا سجاد افغانی سے ٹیلیفون پر رابطہ ہوا۔ کمانڈر سجاد افغانی مولانا کے بہت قریبی دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے مولانا کو مقبوضہ کشمیر آنے کی دعوت دی۔ مولانا اپنے اہم مشن میں سے چند روز نکال کر 9 فروری 1994ء کو سری نگر پہنچے' یہاں مجاہدین سے ملاقاتیں ہوئیں اور کئی کو نئی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ ایک اہم ملاقات کے سلسلے میں مولانا مسعود اظہر' کمانڈر سجاد افغانی اور کمانڈر رئیس کے ہمراہ اننت ناگ (اسلام آباد) سے ایک دور افتادہ پہاڑی قصبے پہنچے۔ یہاں مجاہدین سے ملاقاتیں کیں اور اگلے روز اسلام آباد کیلئے واپسی ہوئی۔ واپسی کے اسی سفر میں گرفتاری ہوئی۔ مولانا نے اپنی گرفتاری کی تفصیلات ایک انٹرویو میں یہ بتائیں کہ ''ہم اسلام آباد کے ایک گاؤں میں مجاہدین سے مل کر واپس آ رہے تھے اور جنگی حکمت عملی کے تحت سجاد صاحب نے اپنے تمام باڈی گارڈز مسلح ساتھیوں کو ہٹا دیا تھا۔ وہ ایک سویلین کے روپ میں سفر کرنا چاہتے تھے لیکن راستے میں ایک مسلح ساتھی کو ساتھ بٹھانا پڑا۔ آگے سول ٹرکوں میں فوج کا ایک کانوائے موجود تھا جو لوگوں کو روک کر ان کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس تلاشی کے دوران سجاد صاحب نے اپنے اس مجاہد ساتھی کو بھاگنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ایک گرنیڈ فوج پر پھینکا اور بھاگ گیا۔ اتفاق سے وہ گرنیڈ نہیں پھٹا مگر پھر بھی اس نے ایک دو فوجیوں کو گرایا اور نکل گیا اس پر بہت شدید فائرنگ ہوئی' جس سے وہ زخمی ہوا لیکن زخمی حالت میں وہ نکل گیا۔ اس وقت ہم موٹر رکشہ میں آ رہے تھے کیونکہ ہماری گاڑی راستے میں

Marfat.com

خراب ہوگئی تھی۔ ہمیں اتارا گیا اور جامہ تلاشی لی گئی۔ سجاد صاحب کشمیری زبان بولنے کے ماہر تھے۔ انہوں نے ان کو مطمئن کیا کہ ہمارا اس نوجوان سے کوئی تعلق نہیں تھا' میں ایک تاجر ہوں اور یہ میرے پیر صاحب ہیں۔ فوج نے مطمئن ہو کر ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم رکشہ میں بیٹھ کر واپس جا رہے تھے کہ اچانک ان گاڑیوں نے پھر ہمارا گھیراؤ کر لیا اور کہا کہ اب ذرا آپ ہمارے ساتھ چلیں' ہم مزید تفتیش کر کے آپ کو چھوڑ دیں گے۔ ان کی کئی مسلح گاڑیاں تھیں پورا کانوائے تھا' جس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں لے کر واپس گئے۔ راستے میں ہماری گاڑی موجود تھی۔ انہوں نے اس گاڑی کو ٹٹولا تو انہیں اور زیادہ شک ہو گیا کیونکہ اس میں سے ان کو کچھ چیزیں ایسی مل گئیں کہ جن سے ان کا شک اور بڑھ گیا۔ بس یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا بالآخر وہ اپنے کیمپ میں لے گئے جہاں کچھ عرصے بعد ان کو تصدیق ہو گئی کہ یہ کون افراد ہیں اور ہماری گرفتاری کا یہ عمل مکمل ہو گیا۔ (بحوالہ ''مسکراتے زخم'' صفحہ 182-181)

مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری کے بعد ان پر دہشت گردی کا مقدمہ چلایا گیا لیکن 9 ماہ بعد انہیں اس کیس سے بری کیا جانے والا تھا کہ ان پر کوٹ بھلوال جیل سے فرار ہونے کیلئے سرنگ کی کھدائی کا مقدمہ قائم کر دیا گیا بعد ازاں ایک کیس جیل میں قیدیوں کو بغاوت پر اکسانے کے حوالے سے قائم کیا گیا۔ مولانا مسعود اظہر نے بھارتی حراست میں چھ سال چوبیس دن گزارے۔ کوٹ بھلوال جیل' بادامی باغ جیل جموں' سری نگر جیل' سنٹرل جیل میں زیادہ عرصہ گزارا۔

رہائی کی کوششیں

مولانا مسعود اظہر کے ساتھ حرکت الانصار کے چیف کمانڈر سجاد افغانی بھی گرفتار ہوئے تھے اور ان سے قبل حرکت الانصار کے چیف کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال بھی گرفتار ہو چکے تھے۔ مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری کے چند ہفتوں بعد احمد عمر سعید شیخ بھی دہلی سے گرفتار ہو گئے جن کے بارے میں غالب امکان ہے کہ وہ مولانا مسعود اظہر کی ''سوتی رومال تحریک'' کے سلسلے میں کسی اہم مشن پر تھے۔ اتنے اہم کمانڈروں اور رہنماؤں کی گرفتاری حرکت الانصار کی قیادت کیلئے شدید دھچکا ثابت ہوئی اور ان کی رہائی کیلئے حرکت الانصار مقبوضہ کشمیر کے ساتھ ساتھ پاکستانی قیادت کی طرف سے بھی بارہا کوششیں کی گئیں۔ مولانا مسعود اظہر کی

Marfat.com

زبانی ان کوششوں کی مختصر روداد یہ ہے۔ ''ہماری گرفتاری کے فوراً بعد اس وقت کے ضلع اسلام آباد کے کمانڈر بھائی سکندر نے فوراً ہی اپنے تمام مجاہدین کو ہر طرف پھیلا دیا اور بزور بازو رہائی کی بے حد کوششیں فرمائیں۔ اس میں معلوم نہیں کتنے مجاہد جام شہادت نوش فرما گئے لیکن وہ 15 دن انڈین آرمی پر بہت بھاری گزرے۔ گرفتاری کے تقریباً تین مہینے بعد ہمیں سری نگر کے ایک عقوبت خانے میں یہ اطلاع ملی کہ باہر مجاہدین نے کچھ برطانوی باشندوں کو اغوا کر لیا ہے اور ان کے عوض ہماری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ ہماری رہائی قریب تھی اور جیل کے عقوبت خانے میں ہمیں کہہ دیا گیا تھا کہ آپ اپنی تیاری کر لیں اور آخری میڈیکل چیک اپ بھی ہو چکا تھا لیکن غالباً اس دوران باہر اغوا شدہ باشندوں کی رہائی کی کوئی صورت نکل آئی اور اس طرح سے ہماری رہائی ایک بار پھر مؤخر ہو گئی۔ اس کے بعد جب ہمیں جموں لایا گیا تو گرفتاری کے تقریباً نو مہینوں کے بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ دہلی میں کئی غیر ملکی باشندے جن میں کچھ امریکن، کچھ برطانوی ہیں اغوا کر لئے گئے ہیں اور الحدید نامی ایک تنظیم نے انہیں اغوا کیا ہے اور ان کے عوض بھی ہماری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کارروائی کے منظر عام پر آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد معلوم ہوا کہ یہ کارروائی بھی بغیر کچھ نتیجہ نکلے ختم ہو گئی۔ جب ہمیں پہاڑ جیل منتقل کیا گیا تو ہندوستان سے تعلق رکھنے والے کچھ ساتھیوں نے جو جہاد سے زیادہ آشنائی نہیں رکھتے تھے لیکن انہوں نے کچھ کیسٹیں وغیرہ سن رکھی تھیں، خصوصاً بابری مسجد والی، انہوں نے کسی نہ کسی طرح بعض کشمیری مجاہدین سے رابطہ کیا، کچھ تربیت حاصل کی، کچھ اسلحہ حاصل کیا اور پنجاب کے ایک علاقے سے کچھ فوجی اور کچھ سول آفیسروں کو اغوا کیا اور جب وہ انہیں کہیں لے کر جا رہے تھے تو راستے میں جھڑپ ہو گئی جس میں یہ سات مجاہدین بھی شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ اغوا کئے ہوئے لوگ بھی مارے گئے۔ تہاڑ جیل میں ہی ہماری موجودگی کے دوران ہم نے ایک رات خبروں میں سنا کہ کچھ غیر ملکی باشندے پہلگام مقبوضہ کشمیر میں اغوا کر لئے گئے ہیں اور ''الفاران'' نامی تنظیم نے انہیں اغوا کیا ہے اور ان کے بدلے بھی ہماری رہائی کا مطالبہ کیا تھا۔ بہرحال یہ کارروائی بھی بغیر کسی انجام کو پہنچے ختم ہو گئی اور ہم پر انڈین گورنمنٹ کی طرف سے سختیاں بڑھا دی گئیں۔''

جیل کے اندر سے رہائی حاصل کرنے کی جو کوششیں ہوئیں ان میں ایک بڑی کارروائی 1994ء میں شروع ہوئی اور جیل سے سرنگ نکال کر فرار ہونے کا پروگرام بنایا گیا لیکن یہ

Marfat.com

کارروائی جیل حکام کے علم میں آ گئی اور جیل میں موجود مجاہدین پر شدید تشدد کیا گیا جس سے کمانڈر سجاد افغانی شہید ہو گئے لیکن اس طرح کی کئی کوششیں بعد میں بھی کی جاتی رہیں۔

اور رہائی مل گئی

25 دسمبر 1997ء کو چار ہائی جیکروں نے بھارتی مسافر طیارہ اغوا کر کے افغانستان کے قندھار ایئرپورٹ پر اتار لیا۔ سات روز تک یہ طیارہ وہاں کھڑا رہا۔ ہائی جیکروں نے بھارتی حکومت سے 38 مجاہدین کی رہائی اور 200 ملین ڈالر کے عوض طیارے کے مسافروں کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان مجاہدین میں رہائی پانے والے تین جہادی رہنماؤں کے علاوہ کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال اور کمانڈر ابو جندل کے نام بھی شامل تھے۔ مولانا مسعود اظہر کا کہنا ہے کہ مجھے قبل از وقت اس کارروائی کا علم نہیں تھا بلکہ ایک دن جب میں نماز پڑھ کر اپنے سیل میں داخل ہوا اور حسب معمول خبریں سننے کیلئے ریڈیو آن کیا تو ہائی جیکنگ کی خبر سنی۔'' اس کارروائی کے بعد بھارتی حکام ہائی جیکروں سے مسافروں کی رہائی کی اپیل کا مطالبہ کرتے' لیکن ان کا جواب یہ تھا کہ ''میں یہ اپیل کروں گا کہ بھارتی حکومت کشمیر کو آزاد کر دے اور ہائی جیکر جہاز کو چھوڑ دیں اور یہ اپیل بھی غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے سامنے کروں گا۔'' ہائی جیکر طویل بات چیت کے بعد اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ تین مجاہدین کو رہا کر دیا جائے۔ ان تین افراد کے انتخاب کا اختیار ہائی جیکروں کے پاس تھا۔ انہوں نے مولانا مسعود اظہر' مشتاق زرگر اور احمد عمر شیخ کے نام پیش کئے۔ ان تینوں کو 31 دسمبر 1999ء کو قندھار لا کر رہا کر دیا گیا۔

ان کی رہائی کے بعد بہت سے ذرائع ابلاغ کے علاوہ کچھ جہادی تنظیموں کے رہنماؤں نے دعویٰ کیا کہ ہائی جیکنگ ''را'' کا تیار کردہ منصوبہ تھا اور ان مجاہدین کو اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے کیلئے رہا کیا گیا۔ اسی قسم کے ایک سوال پر مولانا اظہر مسعود نے جواب دیا کہ ''اس طرح کے بیانات محض سیاسی تھے۔ جن کی کوئی حیثیت یا حقیقت نہیں جو مسلمان حضرت امیر المومنین ملا عمر پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی اگر ایسی بات کہیں تو ایسے لوگوں کیلئے صرف یہی دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ انہیں سمجھ عطا فرمائے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی فتح کو کافروں کے قدموں میں ڈال دینا نہ عقل مندی ہے اور نہ ہی دانشمندی۔''

(بحوالہ ''مسکراتے زخم'')

Marfat.com

جیش محمدؐ کا قیام

مولانا مسعود اظہر جب رہا ہو کر پاکستان پہنچے تو انہوں نے فوراً ہی نئی تنظیم بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس دوران حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد الاسلامی کے وفود نے ان سے ملنے کی کوشش کی اور اپنی اپنی تنظیموں کی امارت پیش کی لیکن انہوں نے تمام پیشکشیں مسترد کر دیں۔ مولانا مسعود اظہر کا موقف رہا کہ وہ ایک ایسی جہادی تنظیم بنانا چاہتے ہیں جس میں انتشار اور نفاق نہ ہو اور تمام مجاہدین کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔ اس سلسلے میں انہوں نے دیوبندی علماء سے مشورے کئے اور مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی رشید احمد، حافظ عبدالمکی اور مولانا حبیب مختار نے ان کی تائید کی اور ہر طرح کی معاونت فراہم کرنے کا اعلان کیا اور آخر 2000ء کو جیش محمدؐ کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ پندرہ روزہ ''جیش محمدؐ کے مطابق اس دن مجاہدین کشمیر کو ایک ایسا متفقہ قائد نصیب ہوا جس کے علم، تقویٰ، جذبہ جہاد، تدبر، حلم اور قربانیوں کو دیکھ کر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مجاہدین کشمیر میں انشاء اللہ عنقریب کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں، مایوسیوں کے اندھیرے چھٹ چکے ہیں، شہیدوں کا مقدس لہو رنگ لا رہا ہے اور غازیوں کی منزل عنقریب سامنے آنے والی ہے۔

اسی دن عصر کی نماز کے بعد حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب دامت برکاتہم نے کراچی پریس کلب میں ایک پرہجوم پریس کانفرنس میں جیش محمدؐ کے قیام اور مولانا کی امارت کا اعلان فرمایا۔ اس طرح جیش کو عالمی میڈیا پر لانے کا سہرا بھی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے سر ہے۔''

جیش محمدؐ کے قیام کے بعد دیوبندی جہادی تنظیموں کے بے شمار مجاہدین نے مولانا مسعود اظہر کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور جیش محمدؐ کے دعوے کے مطابق 95 فیصد مجاہدین ان کے ساتھ آن ملے لیکن حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد الاسلامی نے جیش محمدؐ کے قیام کی مخالفت کی اور ان تنظیموں کے درمیان افغانستان، کشمیر اور پاکستان میں دفاتر اور معسکروں کے حصول کیلئے باہمی کشیدگی کا آغاز ہو گیا۔ کئی مقامات پر بات تصادم تک پہنچی اور کئی مجاہدین شہید اور زخمی بھی ہوئے چونکہ مولانا مسعود اظہر کا سابقہ نظم حرکت المجاہدین تھا۔ اس لئے اصل کشیدگی اس کے ساتھ رہی۔ حرکت المجاہدین نے ان پر الزام لگایا کہ مولانا اتفاق کے نام پر نفاق پھیلا رہے ہیں اور ہمارے 74 دفاتر پر قبضہ کر چکے ہیں۔ جیش محمدؐ نے موقف اختیار کیا کہ چونکہ بیشتر مجاہدین جیش میں آ گئے ہیں اس لئے ان پر اس کا حق ہے۔ حرکت کے ایک کمانڈر نے دعویٰ کیا

Marfat.com

کہ جیش نے حرکت کے جن اثاثوں پر قبضہ کیا ان کی مالیت تین کروڑ روپے بنتی ہے۔ آخر یہ معاملہ اکابر علماء کے سامنے پیش ہوا اور دونوں تنظیموں نے مفتی رشید احمد، مفتی نظام الدین شامزئی اور ڈاکٹر شیر علی شاہ کو ثالث تسلیم کیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ جیش محمد نے جن دفاتر پر قبضہ کیا ہے وہ حرکت کو واپس کئے جائیں گے اور اس کے بدلے حرکت جیش کو 40 لاکھ روپے ادا کرے گی لیکن اس معاہدے کی پابندی نہ کی گئی اور آخر معاملہ اسامہ بن لادن تک پہنچا۔ اسامہ نے حرکت کو 50 لاکھ روپے نقد اور 12 نئی ڈبل کیبن پک اپ وین اور مولانا فضل الرحمن سے وعدہ لیا کہ وہ مولانا مسعود اظہر کے ساتھ کوئی تنازع کھڑا نہیں کریں گے۔

مولانا مسعود اظہر پر سب سے بڑا اعتراض

مولانا مسعود اظہر کے مخالفین ان پر شدومد سے ایک الزام لگاتے رہے ہیں کہ وہ فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو ہوا دے رہے ہیں اور ان کے سپاہ صحابہ کے ساتھ ساتھ لشکر جھنگوی کی قیادت سے بھی قریبی تعلقات ہیں۔ مولانا مسعود سپاہ صحابہؓ کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی کے انتہائی معتقد رہے ہیں۔ سپاہ صحابہ لشکر جھنگوی کے اراکین بھی جیش محمدؐ میں شامل ہوئے اور اعظم طارق نے جیش کیلئے ایک لاکھ مجاہدین پیش کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا جواب ضرب مومن میں یہ شائع ہوا کہ:

''مولانا اپنی جدوجہد کے آغاز سے آج تک کسی ایسی سرگرمی میں شریک نہیں رہے۔ گرفتاری سے قبل حرکت الانصار کی تشکیل کے زمانے میں انہوں نے مرکزی مجلس شوریٰ سے فرقہ واریت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنے کی قرارداد مخالفتوں کے باوجود منظور کروائی تھی۔ یہ قرارداد آج بھی ریکارڈ پر موجود ہے۔ اپنے زمانہ اسیری میں مجاہدین کیلئے مرتب کی گئی ہدایات میں انہوں نے فرقہ واریت سے متعلق سرگرمیوں کو جہادی تحریکوں کیلئے خطرناک اور ملکی سلامتی کیلئے تباہ کن قرار دیا ہے۔

اس الزام کے ضمن میں مولانا اعظم طارق صاحب مدظلہ سے جیش کے امیر کی ملاقات کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے لیکن حقیقت حال کچھ اور کہتی دکھائی دیتی ہے۔ مولانا مسعود اظہر صاحب نے اس ملاقات میں سپاہ صحابہ کے قائد کے سامنے کشمیر کیلئے کام کرنے کی اہمیت رکھی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ پہلی مرتبہ سپاہ صحابہ کے سٹیج سے جہاد کشمیر کیلئے ایک لاکھ مجاہدین پیش

Marfat.com

کرنے کا اعلان کیا گیا۔ حکومتی حلقوں کیلئے تو یہ ملاقات باعث اطمینان ہونی چاہئے نہ کہ باعث تشویش۔'' (بحوالہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' اشاعت 10 تا 16 مارچ 2000ء)

ملا عمر کے بااعتماد ساتھی

بعض جہادی ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ مولانا مسعود اظہر نے 31 دسمبر 1999ء کو رہا ہونے کے فوراً بعد قندھار میں ملا عمر سے ملاقات کی تھی اور ملا عمر پہلے سے ہی ان سے متاثر تھے اور یہ ملاقات انہی کی خواہش پر ہوئی تھی۔ مولانا مسعود اظہر نے بعدازاں جیش محمدؐ کے قیام کا اعلان کیا تو اس سے قبل انہوں نے ملا عمر سے تائید حاصل کی تھی کیونکہ مولانا مسعود کے مطابق ملا عمر عالم اسلام کے خلیفہ تھے اور کسی بھی اہم فیصلے سے قبل ان کی رائے حاصل کرنا ضروری تھا۔ مولانا مسعود اظہر ملا عمر کے قریب ہوتے گئے اور ان کے حکم پر طالبان نے جیش محمدؐ کے مراکز اور معسکر کیلئے کابل میں جگہ فراہم کی۔ مولانا مسعود اظہر کی ملا عمرؒ سے قربت کا نقصان حرکت المجاہدین کو پہنچا اور ردعمل کے طور پر حرکت المجاہدین اسامہ بن لادن کے قریب ہوتی چلی گئی۔

مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری

ستمبر 2001ء میں بدلتی ہوئی صورتحال میں مولانا مسعود اظہر نے طالبان حکومت اور القاعدہ پر امریکی حملوں کی شدید مذمت کی اور حکومت کی بدلتی ہوئی پالیسیوں پر اشتعال انگیز تقاریر کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جیش محمدؐ کے مجاہدین کو طالبان کی مدد کیلئے بھیجنے کا اعلان کیا۔ اسی دوران 13 دسمبر 2001ء کو بھارتی پارلیمنٹ پر حملہ ہوا تو جیش محمدؐ نے فوراً اس کی ذمہ داری قبول کر لی جس کی بعدازاں تردید شائع کرائی گئی۔ بھارتی حکومت نے پاکستان سے ان کی حوالگی کا مطالبہ کر دیا۔ 27 دسمبر کو امریکی محکمہ انصاف نے جیش محمدؐ کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ ان حالات میں 24 دسمبر 2001ء کو انہیں بہاولپور میں گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر پہلے ہی کئی مقدمات درج تھے جن میں بہاولپور میں ایک بس کے اغوا، غیر قانونی جلوس نکالنے اور اسلحہ ایکٹ کے تحت چھ مقدمات درج تھے جبکہ ڈیرہ غازی خان اور گوجرانوالہ میں بھی اسی نوعیت کا ایک ایک مقدمہ درج تھا۔ مارچ 2002ء میں ڈی جی خان کی عدالت نے ان کی ضمانت منظور کر لی تھی لیکن پنجاب کے ہوم سیکرٹری نے ان کی نظر بندی کے احکامات جاری کر دیئے اور تاحال نظر بند ہیں۔

Marfat.com

مولانا فضل الرحمٰن خلیل

مولانا فضل الرحمٰن خلیل معروف دیوبندی جہادی تنظیم حرکت المجاہدین کے جنرل سیکرٹری (عملاً امیر) ہیں۔ انہوں نے امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ اسامہ بن لادن کے قریبی ساتھیوں میں تصور کئے جاتے ہیں۔ طالبان کے خلاف امریکی آپریشن میں طالبان کی طرف سے لڑتے رہے ہیں۔

ابتدائی حالات

مولانا فضل الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان کے گاؤں روڈا کے رہنے والے ہیں جہاں 1967ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم روڈا سے حاصل کرنے کے بعد خواجہ خان محمد کے مدرسے میانوالی میں داخل ہوئے اور پھر ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا مفتی محمود کے مدرسے جامعہ نعمانیہ صالحہ آ گئے۔ ابھی تعلیم جاری تھی کہ 1979ء میں جہاد افغانستان کا آغاز ہو گیا۔ مولانا مفتی محمود نے اس جہاد میں شمولیت کیلئے فتویٰ دیا تو جامعہ نعمانیہ کے کئی طلباء عملی شرکت کیلئے افغانستان پہنچے۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے مفتی محمود کے جہادی فتوے سے متاثر ہو کر افغان جہاد میں عملی طور پر حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور مدرسے سے اپنے چند ساتھیوں کو اس امر پر آمادہ کر لیا۔

مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے خواجہ جان محمد کے مدرسے سے بھی طلباء اکٹھے کئے اور 1981ء میں پہلی بار عسکری تربیت کیلئے افغانستان گئے۔ 1983ء تک عملی جہاد میں شرکت کے علاوہ وقتاً فوقتاً پاکستان آتے رہے اور مختلف مدارس کے دورے کرتے اور طلباء کو جہاد پر آمادہ کرتے رہے۔ ان کا تعلق مولانا ارشاد احمد کے جہادی گروپ سے رہا' جس نے

Marfat.com

بعدازاں حرکت الجہاد الاسلامی کا نام اختیار کرلیا۔

حرکت المجاہدین کا قیام

جہاد افغانستان میں مولانا فضل الرحمٰن خلیل افغان کمانڈر جلال الدین حقانی اور مولوی یونس خالص کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کا اعتماد حاصل کیا۔ اس لئے جب انہوں نے حرکت الجہاد الاسلامی سے الگ ہو کر حرکت المجاہدین کی بنیاد رکھی تو زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ حرکت الجہاد سے علیحدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ 1984ء میں مولانا ارشاد احمد معرکہ آرگون میں شہید ہو گئے تو ان کے قریبی ساتھی مولانا سیف اللہ اختر امیر بنے لیکن چند گروپ اس قیادت پر متفق نہیں تھے جن میں سے ایک کی قیادت مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور دوسرے کی مولانا مسعود علوی کر رہے تھے۔ مولانا مسعود علوی نے ایک تنظیم ''جبہ خالدیہ'' کے نام سے بھی قائم کر رکھی تھی اور انہیں میانوالی' کندیاں' چیچہ وطنی اور ملتان کے دینی مدارس کے طلباء کی حمایت حاصل تھی۔ مولانا خلیل ڈیرہ اسماعیل خان' بھکر' بنوں اور سرحد کے دیگر مجاہدین کے سرکردہ رہنما تھے۔ ان دونوں کی ملاقات 1984ء میں پکتیا کے محاذ پر ہوئی اور باہمی مشاورت سے حرکت المجاہدین کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل اس کے پہلے امیر اور مولانا مسعود علوی پہلے مرکزی کمانڈر بنے۔ حرکت المجاہدین کمانڈر جلال الدین حقانی کی معاونت کرنے لگی اور پاکستانی مجاہدین کی عسکری تربیت کیلئے باڑی میں معسکر قائم کیا جس کی ذمہ داری مولانا خلیل نے سنبھالی اور مجاہدین کی تربیت کرنے لگے۔ جب مجاہدین کی تعداد بڑھی تو دوسرا معسکر بھی قائم کیا گیا۔ مولانا مجاہدین کی تیاری کے ساتھ ساتھ محاذ پر بھی کمانڈر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خوست کی فتح میں اہم کردار ادا کیا اور اس معرکے میں ان کے اہم کمانڈر عبدالرشید' مولانا شبیر' مفتی ابو عبیدہ اور نورالاسلام شہید ہوئے۔ 1989ء میں مقبوضہ کشمیر سے چند مجاہدین مولانا کے پاس عسکری تربیت کیلئے پہنچے' ان کی مدد سے مولانا نے مقبوضہ کشمیر کے محاذ کی طرف توجہ دی اور کمانڈر سجاد شاہد کو کمانڈر بنا کر رائج کیا گیا۔ مقبوضہ کشمیر میں حرکت المجاہدین کا پہلا دستہ 1991ء میں داخل ہوا اور بارہ مولا' اننت ناگ اور پونچھ کے علاقوں کو اپنا مرکز بنایا۔ اسی دوران مولانا خلیل نے حرکت المجاہدین کی پاکستان میں تنظیم سازی کی اور بیشتر اضلاع میں نیٹ ورک قائم کیا۔ مولانا عملاً افغانستان کے محاذ پر رہے۔

Marfat.com

حرکت الانصار میں شمولیت

مقبوضہ کشمیر میں حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد نے الگ الگ کام شروع کیا تھا۔ اگرچہ دونوں تنظیمیں دیوبند مسلک کی تھیں مگر ان میں بعض امور پر اختلافات ہوئے اور نوبت جھگڑوں تک پہنچی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کیلئے مولانا رشید احمد' مولانا حافظ یوسف لدھیانوی' مولانا شیر علی اور مولانا سمیع الحق نے دونوں تنظیموں میں افہام و تفہیم کی کوششیں شروع کیں اور آخر مولانا خلیل جون 1993ء میں حرکت الجہاد کے ساتھ ایک الگ نام ''حرکت الانصار'' سے انضمام پر تیار ہو گئے۔ انہیں حرکت الانصار کا امیر منتخب کیا گیا اور مولانا شہادت اللہ کو اس کا چیف کمانڈر مقرر کیا گیا۔

حرکت الانصار کے وجود میں آنے سے مقبوضہ کشمیر میں عسکری کارروائیوں میں تیزی آئی جس کی وجہ مقبوضہ کشمیر میں کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال اور کمانڈر سجاد افغانی کی عسکری کارروائیاں تھیں لیکن 1993ء میں نصر اللہ لنگڑیال اور 1994ء میں سجاد افغانی' مولانا مسعود اظہر کے ہمراہ گرفتار ہو گئے اور حرکت الانصار کی طرف سے ان قائدین کو آزاد کروانے کیلئے کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ کمانڈر سجاد افغانی کی گرفتاری کے بعد کمانڈر سکندر (جاوید احمد ڈبرا) کو مقبوضہ کشمیر میں حرکت کا چیف کمانڈر بنایا گیا۔ انہوں نے ان کی رہائی کیلئے دباؤ ڈالنے کیلئے مغربی سیاحوں کو اغوا کرنے کا سلسلہ شروع کیا لیکن دوبارہ حرکت الانصار کے مرکزی نظم کی طرف سے مداخلت کے بعد سیاحوں کو آزاد کر دیا گیا۔ کمانڈر سکندر نے 1995ء میں ''الفاران'' تنظیم کے نام سے کچھ امریکی' ناروجین اور برطانوی سیاحوں کو اغوا کر لیا اور ان کے بدلے حرکت کے قائدین کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ حرکت الانصار میں اس کارروائی پر شدید اختلافات رونما ہوئے اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا گیا کیونکہ کمانڈر سکندر کا سابقہ نظم حرکت المجاہدین تھا جب سیاحوں کی رہائی میں تاخیر ہوئی تو امریکہ نے حرکت الانصار پر پابندی عائد کر دی۔ اس صورتحال میں مولانا فضل الرحمٰن خلیل حرکت الانصار سے الگ ہو گئے اور اپنی سابقہ تنظیم حرکت المجاہدین بحال کر لی۔

مولانا فضل الرحمٰن خلیل ''الفاران'' کو ''را'' کی تخلیق قرار دیتے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''الفاران'' اصل میں ''را'' کی بنائی ہوئی تنظیم تھی جو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مجاہدین کو بدنام کرنے کیلئے قائم کی گئی تھی۔ خاص طور پر مغربی دنیا کے سامنے

Marfat.com

مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنے کیلئے بوگس کارروائیاں کی گئیں۔ الفاران کا کشمیر کی دھرتی پر کوئی وجود نہیں ہے۔ یورپی سیاحوں کو ''را'' کے اہلکاروں نے اغوا کیا تھا اور الفاران کے نام سے حرکت المجاہدین پر اس کا الزام لگا دیا گیا۔''

(بحوالہ ماہنامہ صدائے مجاہد کراچی' شمارہ مارچ 2000ء)

حرکت المجاہدین اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو ایک شدید دھچکا فروری 2000ء میں اس وقت لگا جب ان کے ساتھ سیکرٹری نشر و اشاعت مولانا مسعود اظہر نے ایک نئی جہادی تنظیم ''جیش محمدؐ' بنانے کا اعلان کر دیا۔

جیش محمدؐ کے قیام کے بعد

جیش محمدؐ کے قیام سے سب سے زیادہ نقصان حرکت المجاہدین کو پہنچا اور اس کے سینکڑوں مجاہدین جیش میں شامل ہو گئے جو دفاتر حرکت المجاہدین کے زیر استعمال تھے ان پر جیش کا قبضہ ہو گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے حرکت المجاہدین کو بچانے اور منظّم رکھنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ اسے دیوبند مسلک کی نمائندہ تنظیم تسلیم کرانے کیلئے اکابر علماء سے رابطے کئے اور حرکت کے ختم ہو جانے کے پراپیگنڈہ کا توڑ کیا۔ روزنامہ انصاف لاہور کی اشاعت 13 فروری 2000ء میں ان کا ایک انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے کہا ''اس اقدام سے حرکت المجاہدین تقسیم نہیں ہوئی' یہ آج بھی اتنی ہی مضبوط ہے جس طرح پہلے تھی۔ درحقیقت مولانا مسعود اظہر نے تین سال پہلے ہی حرکت المجاہدین سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اس طرح اب ان کا حرکت المجاہدین سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے ان کے حرکت المجاہدین میں شامل ہونے سے ہمیں کوئی فائدہ بھی نہ ہوتا اور نہ ہی ان کا الگ جماعت بنانے سے حرکت کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔''

ان کے اس نقطہ نظر کے برعکس حرکت المجاہدین کی اعلیٰ قیادت جیش میں شامل ہوئی جس میں ان کے ناظم اعلیٰ کمانڈر مولانا عبدالجبار بھی شامل تھے۔ ان کی جیش میں شمولیت کے حوالے سے مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے مذکورہ انٹرویو میں کہا:

''ہماری کشمیر کی موجودہ تحریک میں تو مولانا عبدالجبار کا کوئی کردار نہیں تھا' وہ افغانستان میں طالبان کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں اور کشمیر کے جہاد میں مصروف ہماری تنظیم کے لوگوں پر اس واقعے کا کوئی اثر نہیں پڑا' وہ اسی طرح اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو تو یہ علم بھی نہیں ہوا ہو گا کہ یہاں کچھ ہوا ہے یا نہیں' اس لئے حرکت المجاہدین دو ٹکڑے نہیں ہوئی۔''

Marfat.com

مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے جیش محمدؐ کے قیام کے بعد حرکت المجاہدین کی تنظیم نو کی طرف توجہ دی اور اس سلسلے میں پورے پاکستان کے ہنگامی دورے کئے۔ جیش کی علیحدگی کے وقت پورے پاکستان میں ان کی تنظیم کے 64 ضلعی اور تحصیل دفاتر تھے جواب صرف 23 رہ گئے تھے۔ ان کی کاوشوں سے اگست 2001ء تک ان دفاتر کی تعداد ایک بار پھر 48 تک پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے خوست کے معسکروں پر اپنا قبضہ برقرار رکھا جبکہ کابل کے ایک معسکر پر جیش محمدؐ کا قبضہ ہو گیا اور بعد ازاں طالبان کی مداخلت پر جیش کو دے دیا گیا تھا۔

القاعدہ سے تعلق اور امریکہ کے خلاف اعلان جہاد

مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے اسامہ بن لادن سے قریبی روابط رہے ہیں اور امریکہ کو دھمکیاں دینے میں بھی پیش پیش رہے ہیں۔ انہوں نے خوست میں القاعدہ کے معسکر کی تعمیر میں عملی معاونت کی تھی اور القاعدہ کے مجاہدین ان کے کیمپوں میں بھی تربیت حاصل کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ اس امر کا اعتراف کبھی اعلانیہ طور پر نہیں کیا گیا لیکن حرکت المجاہدین کے قریبی ذرائع اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔

مولانا خلیل امریکہ کی ہٹ لسٹ پر اس وقت آئے جب 20 اگست 1998ء کی رات کراچی کے قریب بین الاقوامی سمندر کی حدود میں لنگر انداز دو امریکی جہازوں نے خوست اور جلال آباد شہر پر بیک وقت 50 سے زائد ٹام ہاک کروز میزائل داغے جن سے حرکت المجاہدین کے دو معسکر خالد بن ولید اور معاویہ بری طرح متاثر ہوئے۔ اس حملے میں حرکت المجاہدین کے 21 مجاہدین شہید ہوئے تھے۔ ان پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے اعلان کیا کہ ''ہم اس کا بدلہ امریکیوں سے ضرور لیں گے۔'' ان کے اس بیان کا امریکہ کی طرف سے سختی سے نوٹس لیا گیا اور یکم مئی 2000ء کو امریکی دفتر خارجہ نے حرکت المجاہدین پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کر دیا اور جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا کہ ''مولانا فضل الرحمٰن خلیل جنوبی ایشیا میں امریکی شہریوں اور امریکی مفادات کیلئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔''

عملاً مولانا فضل الرحمٰن خلیل اپنے یا اپنی تنظیم کے اسامہ بن لادن کے ساتھ تعلقات کی عموماً تردید کرتے رہے ہیں۔ کئی انٹرویوز میں انہوں نے اس امر کا اعادہ کیا۔ ایک انٹرویو سے اقتباس پیش ہے ''ہمارا اسامہ بن لادن سے کوئی جماعتی تعلق نہیں اور نہ ہی اسامہ بن لادن کشمیر

Marfat.com

میں جہاد کر رہا ہے' ہم تو کشمیر میں جہاد کر رہے ہیں۔ ہندوستان نے کارگل کے واقع پر یہ شوشہ چھوڑا کہ وہاں اسامہ بن لادن کے لوگ لڑ رہے ہیں' ہمارا اسامہ بن لادن سے کوئی عسکری تعلق نہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں اسامہ بن لادن ایک مقصد کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں اس وجہ سے دنیا کے مسلمان ان سے محبت رکھتے ہیں ہمارا بھی اسی وجہ سے ان سے ایک تعلق ہے۔

اور اسی انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں کہ ''آپ اسامہ بن لادن کے مشن کو لڑائی کہیں گے یا جہاد'' تو انہوں نے کہا

''جہاں تک اسامہ بن لادن کے مشن کے حوالے سے بات ہے تو اسے صرف اسامہ کا مشن کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اسامہ کہتا ہے کہ خلیج سے یہود و نصاریٰ کی فوجوں کو نکالو۔ یہ صرف اسامہ کی بات نہیں بلکہ آنحضورؐ کا یہ فرمان ہے ''کہ جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو'' اس لئے صرف اسے اسامہ کا مقصد نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایک اسلامی نظریہ ہے۔''

واضح رہے کہ فروری 2000ء میں جب حرکت المجاہدین اور جیش محمدؐ کے درمیان دفاتر اور معسکروں پر قبضہ کا سلسلہ جاری تھا اور مذہبی اختلافات عروج پر پہنچے ہوئے تھے تو مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے دیوبند اکابر علماء کی مصالحت کے حکم کے باوجود تصفیہ کیلئے اسامہ بن لادن سے رجوع کیا تھا۔ اسامہ نے حرکت المجاہدین کو 50 لاکھ روپے نقد اور بارہ نئی ڈبل کیبن پک اپ دے کر تصفیہ کروایا تھا۔ اسی سلسلے میں اخبارات میں کئی خبریں شائع ہوئی تھیں جس کی مولانا فضل الرحمٰن خلیل یا حرکت المجاہدین کے کسی اور رکن نے آج تک تردید نہیں کی۔

فرقہ واریت کے حوالے سے نقطہ نظر

مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور حرکت المجاہدین پر ایک الزام یہ لگتا رہا ہے کہ ان کے معسکروں میں لشکر جھنگوی کے دہشت گردوں کو تربیت دی جاتی ہے لیکن ان کا موقف ہے کہ ''لشکر جھنگوی ہو یا سپاہ صحابہ ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہم فرقہ واریت پر یقین رکھتے ہیں' بلکہ ہم ملک کے اندر اس قسم کی کارروائیوں کو ملک دشمنی سمجھتے ہیں' اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ جہادی کیمپوں میں ایسا کام کیا جائے۔

(بحوالہ روزنامہ انصاف لاہور 13 فروری 2000ء)

اور اس حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ ''اگر پاکستان میں جہادی کلچر کو فروغ مل جائے تو

Marfat.com

فرقہ واریت ازخود ختم ہو جائے گی۔"

عسکری کارکردگی

مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی سرکردگی میں حرکت المجاہدین نے افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں کئی اہم عسکری آپریشن کئے ہیں اگرچہ مولانا آج تک مقبوضہ کشمیر نہیں گئے لیکن انہیں مقبوضہ کشمیر کیلئے بہترین عسکری منصوبہ ساز کہا جاتا ہے۔ 1998ء میں کارگل کی جنگ میں محاذ پر مجاہدین کے شانہ بشانہ رہے۔ البدر کے کمانڈر بخت زمین کے بعد یہ کسی جہادی تنظیم کے دوسرے سربراہ تھے جنہوں نے کارگل کے محاذ پر مجاہدین کی قیادت کی۔ حرکت المجاہدین کے اہم معرکوں میں معرکہ درگاہ حضرت بل (1999ء)' معرکہ مزار شریف' معرکہ زانگلی کیمپ' معرکہ قلعہ مراد بیگ اور معرکہ آسام شامل ہیں جہاں تک مولانا فضل ارحمٰن خلیل کے اپنے ذاتی معرکوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ "روس کے ساتھ ہماری ہر جنگ اور ہر معرکہ نا قابل فراموش ہے تاہم ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ ارگون کے علاقے میں ایک کارروائی ہوئی تھی عید قربان کے دنوں میں اکثر مجاہدین عید کی وجہ سے گھروں کو چلے گئے تھے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن نے اپنا کانوائے روانہ کر دیا۔ جس میں سینکڑوں ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' فوجی ٹرک اور دیگر جنگی ساز وسامان تھا جبکہ دو دن میں مختلف علاقوں سے مجاہدین ہماری مدد کو آ گئے تو ہماری تعداد ڈیڑھ دو سو کے لگ بھگ ہو گئی۔ بائیس دن تک ہم ہزاروں کی تعداد میں فوج کے ساتھ لڑتے رہے۔ اس طویل لڑائی میں ہمارے 21 جانباز شہید ہوئے جبکہ دشمن کے دو اڑھائی ہزار فوجی مردار ہوئے اور ساڑھے چار ہزار کو قیدی بنایا اس معرکے کی خاص بات تھی کہ مال غنیمت کے اندر اس قدر گاڑیاں ملیں تھیں کہ مجاہدین نے گاڑیاں لانے کی پوری کوشش کی تھی مگر ساری گاڑیاں لانا ان کیلئے مشکل تھا لہٰذا دشمن نے گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یہ گاڑیاں تباہ کر دیں بعض گاڑیوں کو مجاہدین نے خود بارودی سرنگوں سے اڑا دیا۔ (بحوالہ ماہنامہ صدائے مجاہد' کراچی شمارہ مئی 2001ء)

موجودہ کردار

حالیہ طالبان امریکہ جنگ میں مولانا فضل الرحمٰن خلیل 70 پاکستانی مجاہدین کا ایک دستہ لے کر اکتوبر 2001ء میں افغانستان گئے تھے جبکہ افغانستان میں اس کے معرکوں میں 500 سے

Marfat.com

زائد پاکستانی' عرب اور افریقی مجاہدین پہلے سے موجود تھے۔ امریکی حملوں میں ان کے 65 مجاہدین شہید ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل دسمبر 2001ء کے آخر تک پاکستان پہنچ چکے تھے۔ افغانستان میں ان کے معسکر بند ہو جانے کے بعد مانسہرہ معسکر بھی بند کر دیا گیا تھا اور حرکت المجاہدین ایک بار پھر انتشار کا شکار ہوئی۔ کئی رہنماؤں کا خیال تھا کہ افغانستان' پاکستان اور جہاں کہیں بھی ممکن ہوا امریکی مفادات کو نقصان پہنچایا جائے۔ کوٹلی کے ایک مجاہد رہنما اقبال کے مطابق مولانا فضل الرحمٰن خلیل پوری توجہ کشمیر پر دینا چاہتے ہیں لیکن جہاں بھی صورتحال خاصی مخدوش رہی ہے حرکت المجاہدین کو عسکری طور پر جمعیت المجاہدین کے تابع کئے جانے کا منصوبہ تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل اس منصوبے کے مخالف تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپریل 2002ء میں اسلام آباد اور مظفر آباد میں کئی اہم ملاقاتیں بھی کیں۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل پر ان ہی دنوں ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ وہ حرکت المجاہدین کا نظم چین کے صوبے سنکیانگ منتقل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنے ایک انٹرویو میں اس امر کی شدت سے تردید کر چکے ہیں۔ ''چین کے علاقے سنکیانگ میں چند پیشہ ور پاکستانی علماء کی طرف سے گڑبڑ پھیلانے کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی تفصیل معلوم نہیں لیکن مسلسل اخباری اطلاعات سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہاں کچھ ہو رہا ہے جو کہ کسی طرح بھی پاکستان کے مفاد میں نہیں اور اگر کسی کو ان سازشیوں کا نام معلوم ہے تو وہ ضرور انہیں بے نقاب کرے کیونکہ چین پاکستان کا بہترین دوست ملک ہے جس نے ہر موقع پر پاکستان کا ساتھ دیا ہے اور یہ یقیناً پاکستان کو سیاسی طور پر تنہا کرنے کی ایک سازش معلوم ہوتی ہے۔'' (بحوالہ انٹرویو ماہنامہ ضرب حق کراچی' شمارہ جنوری 2001ء)

مئی 2002ء میں مری میں ایک مشن سکول پر چند نامعلوم افراد کے حملے کے بعد انہیں نظر بند کر دیا گیا تھا لیکن یہ نظر بندی ایک ہفتے سے زیادہ برقرار نہیں رہی۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل حسب سابق حرکت المجاہدین کے نظم کو مضبوط بنانے اور عسکری منصوبہ بندی میں مشغول ہیں۔ انہوں نے نومبر 2002ء میں جماعت الدعوۃ اور لشکر طیبہ مرید کے' کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی اور اپنے موقف کا اعادہ کیا کہ ''کشمیر کی آزادی اور طاغوتی طاقتوں کی شکست تک جہاد جاری رہے گا۔''

☆☆☆

Marfat.com

قاری سیف اللہ اختر

قاری سیف اللہ اختر دیوبند مسلک کی تنظیمی اعتبار سے سب سے بڑی جہادی تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے امیر ہیں۔ انہوں نے طالبان کو اقتدار میں لانے میں اہم کردار ادا کیا اور وہ ان کے دور حکومت میں انتہائی بااثر شخصیت تصور ہوتے تھے جنہیں ملا عمر کا قرب حاصل تھا۔ اتنی اہم شخصیت ہونے کے باوجود ان کے عمومی حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

قاری سیف اللہ اختر کا تعلق صوبہ سرحد کے ضلع وزیرستان سے ہے۔ 1958ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم وانا اور جامعہ بنوری ٹاؤن سے دینی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ بنوریہ کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ 1979ء میں جب افغان جہاد کا آغاز ہوا تو پاکستان سے سب سے پہلے اس جہاد میں شریک ہوئے۔ 1980ء میں مولانا ارشاد احمد، مولانا عبدالصمد سیال کے ہمراہ افغانستان گئے اور افغان کمانڈر ارسلان خان رحمانی کے ساتھ منسلک ہوئے۔ کمانڈر ارسلان خان حرکت انقلاب الاسلامی سے وابستہ تھے اور وہ کچھ عرصہ عبدالرسول سیاف کی جماعت سے بھی وابستہ رہے۔ اسی نسبت سے قاری سیف اللہ اختر کے ساتھ بھی شامل رہے۔ جب مولانا ارشاد احمد نے دیوبندی پاکستانی مجاہدین کی پہلی جماعت حرکت الجہاد الاسلامی کی بنیاد رکھی تو قاری سیف اللہ اختر اس کے نائب امیر اور ناظم امور حرب مقرر ہوئے۔ قاری صاحب نے اپنی ذمہ داریاں انتہائی خوبی سے نبھائیں اور مجاہدین کی عسکری تربیت کے علاوہ ان کی دینی اور جہادی تربیت بھی اس ڈھنگ اور انداز سے کی کہ سینکڑوں رضا کار مجاہدین نے جہاد کو اپنی منزل ٹھہرالیا اور جہاد کے ہی ہو رہے۔ قاری سیف اللہ اختر پاکستان میں دینی مدارس سے بھی رابطے میں رہے اور حرکت المجاہدین ملتان کے ایک

Marfat.com

رکن اقبال کے مطابق پاکستانی فوجی حکام اور آئی ایس آئی سے جہاد کے سلسلے میں مشاورت بھی ان کے ذمہ تھی۔

حرکت الجہاد کے بانی مولانا ارشاد احمد جون 1985ء میں افغانستان میں شرانہ کے مقام پر شہید ہو گئے تو قاری صاحب کو مرکزی امیر منتخب کیا گیا لیکن تمام مجاہدین ان کی قیادت پر متفق نہ ہو سکے اور مولانا مسعود علوی اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے حرکت المجاہدین کے نام سے الگ جہادی گروپ تشکیل دے لیا۔ 1993ء میں جب اکابر دیوبند علماء کے دباؤ پر دیوبندی جہادی تنظیمیں حرکت الانصار کے پلیٹ فارم پر متحد ہوئیں تو اس کے سرپرست اعلیٰ مولانا محمد امین مقرر کئے گئے۔ سرپرست مولانا فضل الرحمٰن خلیل' نائب سرپرست مولانا محمد فاروق کشمیری اور نگران اعلیٰ مولانا عبدالصمد سیال مقرر کئے گئے۔ حیرت کی بات ہے کہ قاری سیف اللہ اختر کے پاس کوئی مرکزی عہدہ نہیں تھا اور وہ محض شوریٰ کے ممبر اور امور حرب کے انچارج تھے۔ (بحوالہ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' اسلام آباد' شمارہ نومبر 1995ء)

اس امر سے قطع نظر قاری سیف اللہ اختر جہاد افغانستان کی معتبر شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام نے قاری سیف اللہ اختر کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

''یہاں پر میں مولانا سیف اللہ اختر صاحب کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں' جنہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ ان مخلص اور جانباز ساتھیوں کو جمع کر کے جماعت کی شیرازہ بندی کریں کیونکہ مولانا ارشاد احمد کی شہادت کے بعد علم جہاد انہی کے ہاتھ میں آیا ہے۔ باوجود (وقتی) مشاغل کے' انہوں نے اس خاردار وادی میں خون بھرے راستوں کا سفر جاری رکھا ہوا ہے۔''
(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد' شمارہ فروری' مارچ 2000)

جبکہ پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی کا مشاہدہ ہے کہ:

''مولانا متحرک و مستعد شخصیت کے مالک ہیں' صبح سے رات گئے تک بے پناہ مصروفیات کے باوجود ان کے جسم پر تھکن کے آثار دکھائی نہیں دیتے چہرہ ہر وقت ہشاش بشاش نظر آتا ہے' ان کا دماغ ان کے جسم سے بھی زیادہ متحرک ہے کسی بھی مصروفیت میں ہوں مخابرہ (وائرلیس) کے ذریعے متعلقہ ذمہ داریوں سے مربوط رہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوں یا ڈرائیونگ سیٹ پر۔ ان کا ذہن نہ جانے کتنی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہوتا ہے' صاحب فراست اور تیز فہم ہیں' ان کے معاونین و متعلقین سے اور پھر مختلف لوگوں سے ان

Marfat.com

کے مزاج کے مطابق برتاؤ سے ان کی مردم شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔''

(سفرنامہ ''امارت اسلامیہ افغانستان'' بحوالہ ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان شمارہ مارچ 2000ء)

مولانا محمد الیاس چنیوٹی اپنے سفر افغانستان کے تاثرات میں لکھتے ہیں کہ ''کابل کی ایک شاہراہ پر سے ہم گزر رہے تھے۔ طالبان تمام گاڑیوں کی تلاشی لے رہے تھے جب ہماری گاڑی وہاں پہنچی تو ڈیوٹی پر مامور سکیورٹی آفیسر نے قاری صاحب کو دیکھتے ہی کہا ''میری جان آپ پر قربان ہو'' اور اپنی آنکھوں کو فرش راہ بناتے ہوئے کہا ''آپ تشریف لائیے'' میں سمجھتا ہوں کہ اعتماد اور قدر شناسی کی اس سے بڑی کوئی سند نہیں ہو سکتی۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد شمارہ اپریل 2000ء)

نہیں تاثرات میں مولانا الیاس چنیوٹی لکھتے ہیں کہ ''قاری صاحب نے احباب کی ایک مجلس میں فرمایا کہ افغانستان میں رہ کر جہادی خدمات سرانجام دینا امیر المومنین کے حکم کے عین مطابق ہے۔''

طالبان حکومت میں کردار

قاری سیف اللہ اختر نے طالبان دور حکومت میں حرکت الجہاد الاسلامی کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے بے پناہ مراعات حاصل کیں۔ طالبان حکومت سے پہلے ان کے افغانستان میں معسکروں کی تعداد صرف دو تھی جو بڑھ کر 7 ہو گئی اور کابل میں ''دارلارشاد'' کے نام سے مرکزی سیکرٹریٹ قائم کیا جو صدارت عظمیٰ کے سامنے واقع تھا۔ ملا عمر نے شمالی اتحاد کے خلاف عسکری منصوبہ بندی کی ذمہ داری بھی قاری صاحب کو سونپ رکھی تھی جبکہ طالبان فوج اور پولیس کی تیاری اور تربیت کا 80 فیصد کام بھی قاری صاحب کے ذمہ تھا اور طالبان کی فوجی چھاؤنیوں پر عملاً کنٹرول بھی انہیں ہی حاصل تھا۔

1996ء میں جب حرکت الانصار دولخت ہوئی تو قاری سیف اللہ حرکت الجہاد الاسلامی کے مرکزی امیر بنے اور انہوں نے حرکت الجہاد کو ایک منظم اور عالمگیر جہادی تنظیم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دنیا کے 24 ممالک میں اس کا نیٹ ورک جبکہ پاکستان کے 40 اضلاع میں ضلعی نظم قائم کیا۔ حرکت الجہاد دیکھتے ہی دیکھتے تنظیمی اعتبار سے سب سے بڑی جہادی تنظیم بن گئی اور اس نے یہ ماٹو اختیار کیا:

Marfat.com

''ہر مسلم ملک کی سیکنڈ ڈیفنس لائن' حرکت الجہاد الاسلامی''

''2000ء میں شائع ہونے والے اس کے ایک تعارفی بروشر کے مطابق ''حرکت الجہاد الاسلامی (العالمی) کے شاہین صفت مجاہدین جہاد افغانستان کے بعد کشمیر' برما' تاجکستان' چیچنیا' فلسطین اور وسطی ایشیا کی ریاستوں میں شجاعت اور بہادری کی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ حرکت الجہاد کو سب سے پہلے ہندوستان' بنگلہ دیش' برما' ایران' فلپائن' ملائیشیا' افریقہ' برطانیہ' آئرلینڈ' فجی' امریکہ' اکثر عرب ممالک اور وسط ایشیائی ریاستوں کے مجاہدین کو سبز جہادی پرچم تلے جمع کر کے عملی میدانوں میں شرکت کا موقع فراہم کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔''

حرکت الجہاد الاسلامی کے بعض اراکین کا کہنا ہے کہ انہیں حرکت الانصار کے ٹوٹنے سے اتنا نقصان نہیں پہنچا تھا جتنا ''جیش محمدؐ'' کے قیام سے۔ جیش کے قیام کے فوراً بعد اس قسم کی افواہیں پھیلائی گئیں کہ قاری سیف اللہ اختر نے جیش محمدؐ کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے اور حرکت الجہاد کا پورا نظم بھی اس میں شامل ہو رہا ہے۔ قاری سیف اللہ اختر نے اس پراپیگنڈہ کا تدارک انتہائی حکمت سے کیا اور مولانا سعید اعوان' ظفر شاہ اور مولانا استاد اجمل پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تاکہ معاملات کی درستی کی جا سکے اور حرکت الجہاد کو ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی انتشار سے بچایا جا سکے۔

(بحوالہ ماہنامہ الارشاد اسلام آباد' شمارہ فروری/ مارچ 2000ء)

اکتوبر 2001ء میں افغانستان میں امریکی طیاروں کی بمباری سے حرکت الجہاد الاسلامی کے ڈیڑھ سو سے زائد مجاہدین شہید ہوئے جن میں کمانڈر مولانا تبسم نذیر' کمانڈر استاد حسن اور کمانڈر اسد اللہ جیسے اہم رہنما بھی شامل تھے۔ صرف 90 مجاہدین مزار شریف کے محاذ پر شہید ہوئے جبکہ دیگر خواجہ غار اور بگرام کے محاذوں پر کام آئے۔ قاری سیف اللہ اختر اس دوران کابل میں رہے اور کابل پر شمالی اتحاد کے قبضے سے پہلے قندھار پہنچ چکے تھے۔ حرکت الجہاد کے بعض ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ جب ملا عمر زخمی ہوئے تو وہ ان کے ساتھ تھے' بعدازاں ان کے ساتھ فرار ہوئے جبکہ بعض آزاد ذرائع کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ صوبہ سرحد میں یا اس سے ملحق قبائلی علاقے میں روپوش ہیں۔ ان کا آخری پیغام ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد کے دسمبر 2001ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے مجاہدین سے کہا تھا

Marfat.com

''امریکی اتحادی فوجیں افغانستان کی عام شہری آبادی کونشانہ بنارہی تھیں' اس لئے طالبان نے شہروں سے انخلا کا اعلان کیا۔ حکومتوں کا آنا جانا ہمارے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا' اصل مقصد جہاد فی سبیل اللہ اور وہ ہم لوگ کررہے ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا ''مجاہدین کو مزید بہتر انداز سے اور اچھے طریقے سے کام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہونے کیلئے اپنی جان اور اپنے مال کو پیش کرنا چاہئے جبکہ حرکت الجہاد الاسلامی اس موقع پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ امید ہے مجاہدین بھرپور تعاون فرمائیں گے۔''

فوجی بغاوت میں کردار؟

1995ء میں پاک فوج کے چند اہم جنرلوں نے ''آپریشن خلافت'' کے نام سے بینظیر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے اور ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کیلئے ایک منصوبہ بنایا۔ یہ منصوبہ قبل از وقت فاش ہوگیا اور اس کے سرغنہ جنرل ظہیر الاسلام عباسی اور بریگیڈیئر مستنصر باللہ سمیت ایک سو سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا۔ اس منصوبے میں جو سویلین شخصیات کے نام سامنے آئے ان میں مولانا اکرم اعوان کے علاوہ قاری سیف اللہ اختر کا نام بھی نمایاں تھا۔ قاری سیف اللہ اختر کو گرفتار کرلیا گیا اور دیگر ''ملزمان'' کے ساتھ ان پر بھی بغاوت کا مقدمہ درج ہوا کہ ''آپریشن خلافت'' کامیاب ہونے کی صورت میں حرکت الانصار کے اہم گوریلا مجاہدین نے میجر جنرل ظہیر عباسی کے حامی دستوں کے ساتھ مل کر ملک کی اہم تنصیبات پر قبضہ کرنا تھا اور قاری سیف اللہ اختر نے مالی معاونت بھی فراہم کرنا تھی۔ 1996ء کی دوسری سہ ماہی میں انہیں رہا کردیا گیا اور اخبارات میں اس نوع کی خبریں آئیں کہ انہوں نے وعدہ معاف گواہ بن کر خود کو بچایا ہے' لیکن اس بغاوت کیس کی کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا بیان قلمبند کرانے سے انکار کردیا تھا۔ ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی کے شمارہ 18 جنوری 1996ء میں اس مقدمے کی جو کارروائی شائع ہوئی' اس میں قاری سیف اللہ اختر کے حوالے سے صرف اتنا لکھا گیا کہ:

''مولانا سیف اللہ اختر (سویلین) ملزم نمبر 5

مقدمے کے سویلین ملزم مولانا سیف اللہ اختر نے مندرجہ ذیل وجوہات ریکارڈ پر لانے کی درخواست کے ساتھ بیان قلمبند کرانے اور گواہان طلب کرنے سے انکار کردیا۔

(ا): مقدمے کی تمام کارروائی' بشمول تفتیش مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔

Marfat.com

(ب): ایک مسلمان ہونے کی حیثیت میں اور ایک اسلامی ریاست ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا شہری ہونے کی حیثیت میں میرا مطالبہ ہے کہ مقدمے کی اگلی کارروائی قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلامی اصول وقوانین کے تحت کی جائے۔

(ج) عدالت ایسے علماء ججوں پر مشتمل ہونی چاہئے جو اسلامی فلسفہ قانون پر کامل دسترس رکھتے ہوں' میری مراد وفاقی شرعی عدالت سے ہے۔

(د) انصاف کے تقاضوں کے مدنظر' وکیل صفائی کی خدمات حاصل کرنے اور صفائی کے گواہوں کو طلب کرنے کی سہولت کیلئے مقدمے کی کارروائی وفاقی دارالحکومت میں چلائی جائے۔

(ہ) حتمی فیصلہ ہونے تک مجھ پر عائد تمام غیر قانونی اور غیر اسلامی پابندیاں ختم کی جائیں۔

وہ کیا وجوہات تھیں جن کی بنا پر قاری سیف اللہ اختر کو رہا کیا گیا؟ ابھی تک صیغہ راز میں ہیں لیکن ان کی جہاد اور پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کی لگن سے انکار ممکن نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

سید صلاح الدین

سید صلاح الدین حزب المجاہدین کے سپریم کمانڈر اور متحدہ جہاد کونسل کے چیئرمین ہیں۔ 1994ء سے پاکستان میں ہیں اور یہاں سے مجاہدین کی قیادت کر رہے ہیں۔ کشمیر لبریشن آرمی کے نظریے کے خالق ہیں اور جہادی تنظیموں کی مشترکہ فورس بنانے کیلئے کوشاں ہیں۔ان کی جہادی زندگی کئی طرح کے نشیب وفراز سے دوچار ہوتی رہی ہے۔سب سے اہم واقعہ جولائی 2000ء میں مقبوضہ کشمیر میں سیز فائر کا اعلان تھا۔

ابتدائی حالات

سید صلاح الدین مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں 1956ء میں پیدا ہوئے۔ سرینگر یونیورسٹی سے ایم اے ابلاغیات کیا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی مولانا مودودی کی فکر سے متاثر تھے اور گھر کا مجموعی ماحول بھی اس کیلئے سازگار تھا۔اسلامی جمعیت طلباء سے وابستہ رہے اور اس دور میں عملی سیاست کا آغاز کر دیا تھا۔ 1985ء سے 1990ء تک جماعت اسلامی ضلع سرینگر کے امیر رہے۔ مسلم متحدہ محاذ کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے جو نو جماعتوں کا انتخابی محاذ تھا اور 1987ء میں ریاستی اسمبلی کے انتخابات میں لالی چوک سری نگر کے حلقے سے غلام محی الدین سے ان کا کانٹے دار مقابلہ ہوا۔غلام محی الدین کانگریس اور نیشنل کانفرنس کے مشترکہ امیدوار تھے۔ سید صلاح الدین یہ الیکشن ہار گئے۔ ان انتخابات میں مجموعی طور پر مسلم متحدہ محاذ کے چار امیدوار کامیاب ہوئے تھے اور محاذ کو دھاندلی سے ہرایا گیا تھا جس سے نوجوانوں میں مایوسی پھیلی اور انہوں نے عسکری اور احتجاجی رستہ اختیار کرنا شروع

Marfat.com

کیا۔ سید صلاح الدین اور عبدالمجید ڈار نے بھارت کے خلاف احتجاجی تحریک کو منظّم کیا اور عسکری جہادی گروپوں کی حوصلہ افزائی کی اس پر کئی مقدمات درج ہوئے اور انہیں مفرور قرار دے دیا گیا۔ 1994ء میں پاکستان آئے اور 37 سال سے بھارت کو مطلوب ہیں۔

(بحوالہ بروشر ''حزب المجاہدین'' قیام پس منظر از شمس الحق)

حزب المجاہدین کی ذمہ داری

جون 1940ء میں حزب المجاہدین کی نئی مجلس شوریٰ منتخب ہوئی جس میں سید صلاح الدین کو جماعت اسلامی سے فارغ کر کے حزب کا سرپرست اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ ان کے امیر منتخب ہونے سے حزب کی تنظیمی معاملات میں جماعت اسلامی کا عمل دخل بڑھنے لگا جس پر حزب کے امیر ناصر الاسلام سے ان کے اختلافات شروع ہو گئے۔ ان کا اعتراض تھا کہ حزب المجاہدین جماعت اسلامی سے فکری طور پر تو ہم آہنگ ہو لیکن عسکری طور پر اسے جماعت اسلامی کا ونگ نہیں بننا چاہئے۔ اس وقت کمانڈر انچیف محمد احسن ڈار تھے' انہوں نے واضح طور پر ایک پریس کانفرنس میں اعلان کر دیا کہ حزب المجاہدین جماعت اسلامی کا عسکری ونگ ہے۔ اس رویے پر ناصر الاسلام حزب سے الگ ہو گئے لیکن محمد احسن ڈار جو سید صلاح الدین کی اس مسئلے پر حمایت کرتے رہے تھے' بعدازاں اسی طرح کے معاملات پر ان کے بھی سید صلاح الدین سے اختلافات ہو گئے اور انہوں نے خرابی صحت کا عذر کر کے اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔ اس صورتحال پر نائب امیر جماعت اسلامی جموں و کشمیر مولانا غلام نبی نوشہری کی صدارت میں کمانڈروں اور ارکان شوریٰ کا اجلاس ہوا اور اتفاق رائے سے محمد احسن ڈار کا استعفیٰ منظور کر کے سید صلاح الدین کو حزب کا کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا۔

سید صلاح الدین نے فوجی بنیادوں پر حزب کی تشکیل اور تنظیم کی اور انہوں نے یہ فیصلہ 3 نومبر 1991ء کو کیا۔ اس فیصلے کی رو سے حزب المجاہدین کا ڈھانچہ تنظیمی طور پر بدل دیا گیا۔ سرپرست اعلیٰ اور جنرل سیکرٹری کے عہدے ختم کر دیئے گئے لیکن پاکستان کے حصہ تک یہ منصب برقرار رکھے گئے اور مرکزی سطح پر صرف ایک منصب سپریم کمانڈر رکھا گیا اور سید صلاح الدین جماعت اسلامی کی قیادت سے مشاورت کے بعد حزب المجاہدین کے پہلے سپریم کمانڈر بنے۔

مئی 1994ء میں بیس کیمپ (آزاد کشمیر) پہنچے اور تب سے اب تک وہی مقیم ہیں۔

Marfat.com

1995ء میں انہیں متحدہ جہاد کونسل کا چیئرمین بھی منتخب کرلیا گیا اور ابھی تک اس عہدے پر فائز ہیں۔

عسکری خدمات

پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' راولپنڈی کے شمارے 16 ستمبر 2000ء میں انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا:

''حزب المجاہدین کے سربراہ سید صلاح الدین نے جن مصائب کا سامنا کیا ان کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس بہادر' جفاکش اور ایثار پیشہ شخص کو اپنی جوانی بڑھاپے میں بدلتے ہوئے ان گنت امتحانوں سے گزرنا پڑا ہے۔ وہ پہلی بار سولہ ہزار فٹ بلند چوٹیوں کو عبور کر کے مظفر آباد پہنچے تھے تو ان کی صحت نہایت خراب تھی لیکن آتش نہاں ان کو سراپا عمل بنائے ہوئے تھی۔ وہ گھٹنوں کے شدید درد میں مبتلا تھے' لیکن اسی حالت میں ہفتوں کے طویل اور صبر آزما سفر کے بعد بیس کیمپ پہنچے تھے۔ عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ واپس محاذ پر پہنچے اور عرصہ دراز تک جنگ کی برستی آگ میں اپنے مجاہدین کی بنفس نفیس قیادت کی۔ پچاس پچپن برس کے شخص کیلئے گوریلا جنگ کے شدائد برداشت کرنا ایک منفرد کارنامہ ہے۔ سید صلاح الدین کی طرح حزب کی پوری صف اول جان و مال کی ہر ممکن قربانی پیش کر چکی ہے۔ ان کے گھر بار جلائے اور لوٹے گئے' اذیت کدوں میں ان کی کھالیں کھینچی گئیں' انہیں بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ان کی بڑی اکثریت نے اپنے سر بھی راہ حق میں کٹوا دیئے۔ شمس الحق شہید' اشرف ڈار شہید' مقبول الٰہی شہید' عبداللہ بانگرو شہید' علی محمد ڈار شہید' احمد حسن شہید' غازی نصیب الدین شہید غرضیکہ آسمان جہاد کے ان گنت شمس و قمر اپنے سر راہ حق میں پیش کر چکے ہیں۔''

سید صلاح الدین کی عملی عسکری کارروائیاں نہایت محدود ہیں البتہ انہوں نے حزب المجاہدین کی عسکری منصوبہ بندی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور جماعت اسلامی کے بعض رہنماؤں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ''حزب المجاہدین وادی میں ایک متوازی حکومت چلا رہی ہے'' اور اس میں سید صلاح الدین کی قائدانہ صلاحیتوں کا دخل ہے (بحوالہ ہفت روزہ ''فرائیڈے سپیشل'' کراچی' کشمیر نمبر شمارہ 4 جولائی 1994ء) سید صلاح الدین نے حزب المجاہدین کے ساتھ ساتھ متحدہ جہاد کونسل کی عسکری منصوبہ بندی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ 1995ء میں انہیں پہلی بار کونسل

Marfat.com

کا چیئرمین منتخب کیا گیا تھا اور تب سے اب تک یہ عہدہ ان ہی کے پاس ہے۔

فروری 2000ء میں انہوں نے متحدہ جہاد کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے ''کشمیر لبریشن آرمی'' کے قیام کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ اس منصوبے کے مطابق تمام جہادی تنظیموں کو مقبوضہ کشمیر کی حد تک ایک مشترکہ تنظیم میں ضم کر کے باقاعدہ فوج کی شکل دینا تھا۔ سید صلاح الدین نے اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''کشمیر لبریشن آرمی'' فوج کی طرز پر کام کرے گی' اس کا علیحدہ سیکرٹریٹ اور سفارتی شعبہ ہوگا۔ یہ فوج مختلف رجمنٹوں میں تقسیم ہوگی' جنہیں مختلف علاقوں میں مختلف اہداف دیئے جائیں گے۔ لبریشن آرمی کے تحت مواصلات' ٹرانسپورٹ اور ریلیف کے شعبے قائم کئے جائیں گے اور تمام ممالک سے سفارتی تعلقات کیلئے سیل (Cell) قائم کئے جائیں گے جبکہ فوج کی ایک متفقہ قیادت بھی ہوگی اور جہادی تنظیمیں صرف پاکستان میں اپنے اصل ناموں سے کام کر سکیں گی'' (بحوالہ ہفت روزہ ''فرائیڈے سپیشل'' کراچی شمارہ 25 فروری 2000ء) ان کی اس تجویز پر کل جماعتی حریت کانفرنس اور جماعت اسلامی کی قیادت نے بھی تحفظات کا اظہار کیا تھا کہ ''کشمیر لبریشن آرمی'' کی صورت میں کل جماعتی حریت کانفرنس کا کردار اور مستقبل کیا ہوگا؟ اگر کشمیر لبریشن آرمی کی سرگرمیاں پی ایل او کی طرز پر پھیل گئیں تو یہ کہیں کل جماعتی حریت کانفرنس کے متوازی پلیٹ فارم کی صورت نہ اختیار کر جائے اور یہ کہ کیا پاکستان میں اپنے بھرپور تنظیمی ڈھانچے اور وسائل رکھنے والی تنظیمیں اپنا وجود بخوشی ختم کر دیں گی؟ ان تحفظات کو نظر انداز کرتے ہوئے سید صلاح الدین نے کشمیر لبریشن آرمی کے قیام کیلئے جدوجہد تیز کر دی تھی۔ حرکت المجاہدین' مسلم جانباز فورس اور جمعیت المجاہدین العالمی نے اس تجویز پر رضامندی کا اظہار بھی کر دیا تھا جبکہ دیگر تنظیموں کا کہنا تھا کہ یہ منصوبہ ناقابل عمل ہے اور یہ سید صلاح الدین کی ذہن رسا کا نتیجہ نہیں بلکہ ''ایجنسیوں'' کی طرف سے پلانٹ کیا گیا ہے۔ سید صلاح الدین ابھی ان کاوشوں میں مصروف تھے کہ حزب المجاہدین کے اندر ''بغاوت'' کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

سید صلاح الدین پر کڑا وقت

24 جولائی 2000ء کو حزب المجاہدین کے آپریشنل کمانڈر عبدالمجید ڈار نے سری نگر میں اچانک پریس کانفرنس کی اور اعلان کر دیا کہ ''حزب المجاہدین بھارتی فوج کے خلاف تین ماہ

Marfat.com

کیلئے سیز فائر کر رہی ہے جس میں بھارت کا رویہ دیکھ کر مزید توسیع کی جا سکتی ہے۔ عبدالمجید ڈار نے کہا کہ ''ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم امن دوست ہیں۔ اسی لئے اب ہم گیند بھارت کے کورٹ میں پھینک رہے ہیں تا کہ وہ مذاکرات کیلئے مناسب ماحول پیدا کرے۔'' یہ اعلان حیرت سے سنا گیا اور جماعت اسلامی کے علاوہ حزب المجاہدین کی اعلیٰ قیادت کیلئے بھی حیران کن تھا۔ قاضی حسین احمد ان ہی دنوں امریکہ کے دورے سے لوٹے تھے اور بعض حلقوں نے حزب کی جنگ بندی کو اسی تناظر میں دیکھا لیکن قاضی حسین احمد نے بھی اس اعلان کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ''یہ فیصلہ کرنے والے سازش کا شکار ہوئے ہیں وہ خود اس فیصلے پر پچھتائیں گے۔'' جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر اور کل جماعتی حریت کانفرنس نے بھی اس اعلان پر اظہار لاتعلقی کیا اور حزب کے اس فیصلے کی مذمت کی۔ حکومت پاکستان کے ترجمان نے بھی اس اعلان کو کسی غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا۔ جہادی تنظیموں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور متحدہ جہاد کونسل کے ہنگامی اجلاس میں حزب کی رکنیت ختم اور سید صلاح الدین کو اس کی چیئرمین شپ سے فارغ کر دیا گیا۔ تمام دباؤ سید صلاح الدین پر تھا اور جماعت اسلامی کی قیادت ان پر مسلسل یہ اعلان واپس لینے پر زور ڈال رہی تھی اگرچہ سید صلاح الدین بھی عبدالمجید ڈار کے اس فیصلے اور اعلان سے لاتعلق تھے لیکن انہوں نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ عبدالمجید ڈار نے یہ فیصلہ ان کے حکم پر کیا ہے اور جنگ بندی کی مدت پندرہ روز ہو گی۔ یہ پندرہ دن ان کی زندگی کے کڑے ترین دن تھے۔ پندرہ دن کے بعد سید صلاح الدین نے دوبارہ پریس کانفرنس کی اور جنگ بندی ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ بھارت نے الزام لگایا کہ اس پریس کانفرنس میں سید صلاح الدین کے اردگرد آئی ایس آئی کے اہلکار تھے جس کی حکومت پاکستان کے علاوہ سید صلاح الدین نے بھی پرزور تردید کی۔ اس اعلان پر پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' راولپنڈی نے اپنی 16 اگست 2000ء کی اشاعت کے اداریے میں لکھا:

''حزب المجاہدین کے امیر سید صلاح الدین کی جان عجیب مخمصے میں گرفتار رہی۔ وہ اتنے بڑے فیصلے کے بعد اپنے ساتھیوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ شاید مقبوضہ کشمیر کے اندرونی حالات کا بھی یہی تقاضا تھا' حالانکہ جہاد کی مرکزی کمانڈ اور جماعت اسلامی کے قائدین نے ان پر پورا دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے ناظم اعلیٰ اور ڈویژنل کمانڈرز کے فیصلے سے لاتعلقی کا اظہار کریں' کیونکہ یہ اعلان مکمل طور پر تحریک آزادی کیلئے خسارے کا سامان مہیا کرے گا۔

Marfat.com

لیکن وہ یہ کڑوا گھونٹ نہ بھر سکے اور ایک نیوز کانفرنس میں اپنے کمانڈروں کے مجہول اعلان کی توثیق کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مقبوضہ کشمیر میں حزب المجاہدین بیس کیمپ کی قیادت سے علیحدگی کا اعلان کر سکتی تھی۔ چنانچہ صلاح الدین صاحب نے اپنے فیصلے سے اپنی سیادت اور حزب کی جمعیت کو محفوظ کرنے کی بیش از بیش کوشش کی اور ہمدردوں اور سرپرستوں کی تجاویز پر کان نہ دھرے۔"

سید صلاح الدین ابھی عبدالمجید ڈار کی "بغاوت" فرو کرنے سے نمٹے ہی تھے کہ ان کے جموں سیکٹر کے نہایت اہم کمانڈر مسعود سرفراز نے اکتوبر 2000ء میں بغاوت کر دی اور بالآخر ایک شدید تصادم کے بعد وہ حزب المجاہدین سے الگ ہو گئے۔ سید صلاح الدین نے اس معاملے میں بھی تدبر کا مظاہرہ کیا اور کمانڈر مسعود سرفراز سے خود براہ راست نمٹنے کے بجائے امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر عبدالرشید ترابی کے ذریعے تنازع حل کرایا۔

"کشمیر لبریشن آرمی" کیلئے ایک بار پھر کوششیں

ان اختلافات سے فراغت کے بعد سید صلاح الدین نے "کشمیر لبریشن آرمی" کے قیام کیلئے کوششیں ایک بار پھر تیز کر دیں۔ آزاد کشمیر کے جہادی حلقوں کا کہنا ہے کہ لشکر طیبہ' جیش محمد اور البدر مجاہدین ایسی تنظیمیں تھیں جو اس منصوبے پر عملدرآمد میں رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں اور یہ اپنا دائرہ مقبوضہ کشمیر سے اندرون بھارت تک وسیع کرتی جا رہی تھیں۔ جنوری 2001ء میں لشکر طیبہ کے لال قلعے اور سری نگر ایئرپورٹ پر حملوں نے اسے تقویت دی۔ وہ تحریک حریت کشمیر تک محدود رہنے کے بجائے جہاد کے وسیع تر مفہوم میں اس منصوبے کو ناقابل عمل سمجھتی تھی۔ 11 ستمبر 2001ء کو پوری دنیا کا منظرنامہ بدل گیا اور پیش آمدہ واقعات اور چند جہادی تنظیموں پر پابندی سے سید صلاح الدین کے "کشمیر لبریشن آرمی" کے منصوبے کے حق میں راہ ہموار ہونا شروع ہو گئی اور جنوری 2002ء تک بیشتر جہادی تنظیموں کو اس پر قائل کر لیا گیا۔ انتہائی مؤثر ذرائع کے مطابق فیصلہ کن قوتوں نے طے کر لیا کہ باغی تنظیموں کو ختم کر دیا جائے گا۔ لیکن اس منصوبے کی قبولیت کے بعد کشمیر لبریشن آرمی کی قیادت اور مختلف جہادی تنظیموں کے حصے اور کردار کے حوالے سے بہت سے نئے معاملات سامنے آئے جس میں چھوٹی جہادی تنظیموں کا مسئلہ بھی تھا کہ ان کا پاکستان میں اور لبریشن آرمی میں کیا کردار ہو

Marfat.com

گا؟ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ انہیں مسلک' علاقوں اور قومیتوں کے اعتبار سے بڑی جہادی تنظیموں میں ضم ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ اس منصوبے پر بہت سے اختلافی امور طے ہونا باقی ہیں لیکن ابتدائی مرحلے میں طے کر لیا گیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں کسی بھی جہادی تنظیم کی عسکری کارروائی کی تشہیر تنظیمی طور پر نہیں کی جائے گی بلکہ مجاہدین کا اجتماعی لفظ استعمال کیا جائے گا اور حتمی فیصلے تک مختلف پاکستانی تنظیموں کے مجاہدین مقبوضہ کشمیر کی جہادی تنظیموں کے ساتھ مل کر اور ان کی شناخت میں کارروائیاں کریں گے۔

سید صلاح الدین نے اسی سلسلے کی کڑی کے طور پر ایک ''وار سٹریٹجک پلان'' بھی پیش کیا ہے اور اس پر تمام جہادی تنظیمیں کسی حد تک متفق ہو گئی ہیں۔ اس پلان کے مطابق تمام جہادی تنظیمیں بھارتی کیمپوں یا فوجیوں سے چھینے گئے نقشے اور دیگر جنگی پلان متحدہ جہاد کونسل کو فراہم کریں گیں اور کونسل کی ایک رکن کمیٹی بھارتی منصوبوں کی روشنی میں اپنی حکمت عملی طے کرے گی چنانچہ مختلف جہادی تنظیموں کو ان کے کام کیلئے ہدایت دے گئی۔

مئی 2002ء میں جب سرحدوں پر کشیدگی بڑھی تو ''وار سٹریٹجک کمیٹی'' نے بھارتی افواج کے لائن آف کنٹرول کی سمت بڑھنے کی صورت میں عقب سے ضرب لگانے کیلئے تمام تنظیموں سے فدائی سکواڈ کے نام طلب کئے تھے۔

(بحوالہ روزنامہ ''خبریں'' لاہور' 20 مئی 2002ء)

اگر کشمیر لبریشن آرمی کا منصوبہ حتمی شکل اختیار کر لیتا ہے تو امکان ہے کہ سید صلاح الدین ہی اس کے پہلے سپریم کمانڈر ہوں گے جو ان کی ایک اور بہت بڑی کامیابی ہو گی۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر بخت زمیں

بخت زمیں ایڈووکیٹ پاکستان کی پانچویں بڑی جہادی تنظیم ''البدر مجاہدین'' کے امیر ہیں۔ انہوں نے 1999ء میں کارگل کی جنگ میں مجاہدین کی قیادت کی اور عالمی شہرت حاصل کی۔ ان کا نام اسامہ بن لادن کے ساتھ بھی لیا جاتا رہا ہے۔ فکری تعلق جماعت اسلامی سے ہے لیکن تنظیمی اختلافات کے باعث ان کے راستے جدا ہو چکے ہیں۔

ابتدائی حالات اور جہادی سرگرمیاں

بخت زمیں کا تعلق صوبہ سرحد کے ضلع مانسہرہ سے ہے' ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اور 1982ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔ کالج کے دور سے ہی اسلامی جمعیت طلباء سے وابستہ رہے اور تعلیم سے فراغت کے بعد جماعت اسلامی مانسہرہ سے وابستہ ہو گئے۔

جب سوویت فوج افغانستان میں داخل ہوئی تو صوبہ سرحد میں عموماً اور قبائلی علاقوں میں خصوصاً اس کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ علماء نے جہاد کے فتوے دیئے اور نوجوانوں نے انفرادی حیثیت میں افغانستان کا رخ کرنا شروع کیا۔ مالاکنڈ ڈویژن میں اس حوالے سے بہت جوش وخروش پایا جاتا تھا اور یہاں جماعت اسلامی کے مضبوط حلقہ اثر ہونے کے باعث اسلامی جمعیت طلباء' جمعیت طلباء عربیہ اور جماعت اسلامی کی نوجوان قیادت بہت پرجوش تھی۔ اس جوش اور جذبے کو منظم شکل دینے کیلئے مقامی جماعت اسلامی کی قیادت نے 10 افراد پر مشتمل جہادی کونسل بنائی اور اس کے تین اہم مقاصد قرار پائے (1) ملک میں جاری کمیونسٹ پراپیگنڈہ کا ہر سطح پر توڑ کرنا (2) نوجوان مسلمانوں کو جہاد کی عملی تربیت دینا (3) افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ عملاً جہاد افغانستان میں حصہ لینا۔ اس دس رکنی جہاد کونسل کو

Marfat.com

''انصار مجاہدین'' کا نام دیا گیا اور رحیم اللہ ایڈووکیٹ' مولانا محمد یوسف و بخت زمیں' پروفیسر فضل واحد' ہیڈ ماسٹر زمرد خاں' شیر خاں' سلطان الملک' یونس خان' روح الامین اور حاجی عبدالمالک رکن تھے۔ اس تنظیم کے قیام کے محرک پروفیسر فضل واحد اور بخت زمیں تھے۔ 1980ء میں رحیم اللہ ایڈووکیٹ امیر مقرر ہوئے اور ورسک ضلع دیر میں مدرسہ ادارہ تعلیمات اسلامی کی بنیاد رکھی گئی جس کے پہلے ناظم بخت زمیں خان مقرر ہوئے اور یہی ان کا پہلا معسکر اور مرکزی دفتر بنا۔ اسی سال پہلا جہادی قافلہ بخت زمیں کی قیادت میں افغانستان روانہ ہوا اور گلبدین حکمت یار کی حزب اسلامی سے ربط قائم ہوا۔ 1984ء میں ''انصار مجاہدین'' پہلی جہادی تنظیم تھی جس نے سب سے پہلے افغانستان میں اپنا معسکر بنایا اور یہ معسکر صوبہ کنڑ میں قائم ہوا جس کی ذمہ داری بخت زمیں خان کو سونپی گئی۔ 1986ء میں انصار مجاہدین خوست کے صوبہ میں داخل ہوئے اور اس حلقے کی کمان کمانڈر بخت زمین کو سونپی گئی اور یہاں ان کے مجاہدین ''بخت زمیں مجاہد'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ 1987ء میں بخت زمیں کی کوششوں سے جہاد وال لنڈ خوست میں ''البدر'' کے نام سے معسکر بنایا گیا۔ بخت زمیں اس کیمپ کے بھی انچارج تھے۔ انہوں نے کنڑ' ننگر ہار اور خوست کے اگلے محاذوں پر مجاہدین کی قیادت کی اور درگئی اور پندان کے معرکوں سے نام کمایا۔ 1989ء تک جماعت اسلامی پاکستان کی قیادت البدر کو اپنی ذیلی جہادی تنظیم تسلیم کر چکی تھی اور اسی سال کمانڈر بخت زمین کو انصار مجاہدین کا امیر منتخب کیا گیا۔ اپنے معسکروں کے نام کی بدولت انصار مجاہدین اپنے اصل نام سے زیادہ البدر مجاہدین کے نام سے مقبول تھی۔ 1998ء میں تنظیم کا باقاعدہ نام ''البدر مجاہدین'' رکھا گیا۔ اسی دوران مقبوضہ کشمیر میں عسکری تحریک کا آغاز ہوا اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے جہادی گروپوں (جنہوں نے بعدازاں حزب المجاہدین کی شکل اختیار کر لی) کی عسکری تربیت کی ذمہ داری البدر کو سونپی گئی اور کمانڈر بخت زمیں ان کی گوریلا تربیت کیلئے انچارج بنے۔ 1992ء سے البدر مجاہدین نے اپنی توجہ افغانستان سے کم کر کے مقبوضہ کشمیر اور برما کی طرف مذکور کی اور اسی سال اپنے باقاعدہ عسکری قافلے مقبوضہ کشمیر اور برما روانہ کئے۔ 1993ء اور 1994ء میں بخت زمیں نے البدر کی سرگرمیوں کا دائرہ مزید وسیع کیا اور اپنے جدید ترین معسکروں میں برما تاجکستان اور آذربائیجان کے مجاہدین کی عسکری تربیت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ 1995ء میں افغانستان میں طالبان کی آمد کے

Marfat.com

بعد البدر کو خوست کے سوا باقی صوبوں سے اپنے معسکروں کو بند کرنا پڑا اور بخت زمین نے پہلے مظفر آباد اور بعدازاں اوگی مانسہرہ معسکر منتقل کیا۔ 1998ء میں طالبان نے البدر کے خوست میں قائم تین معسکر بھی چھین کر حرکت المجاہدین کے حوالے کر دیئے اور یہ سال بخت زمیں کیلئے بہت کڑا تھا کیونکہ اسی سال ان کے حزب المجاہدین اور جماعت اسلامی کی قیادت سے اختلافات انتہائی شدت اختیار کر گئے۔ اس وقت تک حزب المجاہدین کے مجاہدین کی عسکری تربیت البدر کے جہادی تربیتی کیمپوں (معسکروں) میں ہوتی تھی اور جماعت اسلامی کی قیادت اس کیلئے البدر کو سالانہ گرانٹ دینے کی پابند تھی۔ حزب المجاہدین پر جماعت کا مکمل کنٹرول تھا وہ البدر کو بھی اسی طرح کنٹرول میں لانا چاہتی تھی اور 1996ء سے البدر کی سالانہ گرانٹ بند کر رکھی تھی۔ بخت زمیں اس گرانٹ کیلئے مسلسل مطالبہ کر رہے تھے اور جماعت معسکروں کا کنٹرول چاہتی تھی۔ البدر مجاہدین کے ایک اہم رکن کے مطابق ''امیر بخت زمیں اس پر بھی تیار ہو گئے لیکن جماعت نے ان پر جہادی فنڈ میں غبن کے الزامات عائد کئے اور ان کی کردار کشی شروع کر دی اس صورتحال میں بخت زمیں استعفیٰ دینے کیلئے تیار ہو گئے تھے لیکن مرکزی قیادت نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور جماعت سے اعلان لاتعلقی کر دیا۔ اس علیحدگی کے بعد حزب اور البدر میں مظفر آباد کے معسکر پر قبضے کیلئے رسہ کشی بھی ہوئی اور بات مسلح تصادم تک پہنچی۔ بالآخر البدر نے اپنا معسکر اوگی منتقل کر لیا۔ اسی سال بخت زمیں نے البدر مجاہدین کی پورے پاکستان میں تنظیم نو کی اور مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کی لانچنگ کیلئے الگ سے نظام بنایا اور مالی وسائل پورے کرنے کیلئے مختلف کمیٹیاں بنانے کے علاوہ چیچنیا کے مجاہدین کی عسکری تربیت کا انتظام بھی شروع کیا۔

کمانڈر بخت زمیں کی زندگی کا سب سے اہم معرکہ کارگل تصور ہوتا ہے جس میں انہوں نے مشکوہ وادی، دراس اور حور تک کے محاذوں پر مجاہدین کی قیادت کی اور بھارتی زی نیوز چینل نے ایک ہفتے تک البدر اور بخت زمیں پر دستاویزی فلم دکھائی کہ کارگل میں ''گھس بیٹھیوں'' کا سرغنہ بخت زمیں ہے اور ان کی پشت پر پاکستانی فوج ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ البدر کراچی شمارہ جنوری 2000ء)

کارگل سے واپسی کے بعد بخت زمیں نے پاکستان کا طوفانی دورہ کیا اور کارگل کے معرکوں کی تفصیلات بیان کیں اور البدر مجاہدین کیلئے نہ صرف مالی معاونت بلکہ وافر افرادی

Marfat.com

قوت حاصل کرنے میں بھی کامیاب رہے لیکن اسی دوران کمانڈر بخت زمیں ''رائٹر'' نیوز ایجنسی کی ایک خبر کے ذریعے اسامہ بن لادن کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے دنیا بھر میں معروف ہوئے۔

اسامہ بن لادن سے تعلق

8 اگست 1999ء کو البدر مجاہدین کے کمانڈر انچیف نصیر احمد مجاہد سے منسوب ایک خبر اخبارات میں شائع ہوئی کہ اس کی جلال آباد کے قریب ''دارنتا'' کے مقام پر اسامہ بن لادن سے ملاقات ہوئی ہے اور اس نے اسامہ کو ممکنہ امریکی حملے کی صورت میں البدر مجاہدین کی مکمل عملی حمایت کی یقین دہانی کرائی ہے۔ نصیر احمد نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ ''شہادت ہماری منزل ہے اور ہم موت سے نہیں ڈرتے' امریکہ ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتا اگر امریکہ نے ہمیں دھمکانے کی کوشش کی تو ہمارے ہاتھ کلنٹن کے گریبان تک پہنچ جائیں گے۔'' یہ خبر ''رائٹر'' نے جاری کی تھی جس پر شدید ردعمل ہوا اور اگلے روز البدر مجاہدین کے ترجمان نے اس خبر کی سختی سے تردید کی اور البدر اور اسامہ کے کسی بھی تعلق کی نفی کی۔ البدر کے ذرائع نے بعدازاں یہ تسلیم کیا کہ بخت زمیں کی افغان جہاد کے دوران اسامہ بن لادن سے چند ملاقاتیں ضرور ہوئی ہیں لیکن اس وقت وہ امریکہ کیلئے خطرہ نہیں بنے تھے۔ نصیر احمد مجاہد کی اسامہ سے ملاقات کا پس منظر انہیں کسی طرح کی مدد یا حمایت کے حوالے سے نہیں تھا بلکہ خوست میں موجود البدر کے معسکروں کے حوالے سے تھا۔ جو طالبان حکومت نے البدر سے خالی کروا کر حرکت المجاہدین کو دے دیئے تھے۔ انہی معسکروں کے قریب القاعدہ کے عرب مجاہدین کے تربیتی کیمپ تھے۔ بخت زمیں نے نصیر احمد مجاہد کو ان معسکروں پر اسامہ بن لادن سے ثالثی کیلئے بھیجا تھا کیونکہ ان کے خیال میں حرکت المجاہدین کے امیر مولانا فضل الرحمٰن خلیل اسامہ کے قریب تھے۔ اسامہ نے البدر کو قبضہ تو بحال نہیں کروایا البتہ انہیں وہاں سے اپنا اسلحہ اور دیگر سامان لے جانے کی اجازت دلوا دی۔ واضح رہے بعدازاں انہی کیمپوں پر 20 اگست کو امریکی کروز میزائلوں سے حملہ کیا تھا جس میں حرکت المجاہدین کے سات مجاہدین شہید ہو گئے تھے۔ البدر کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ان کے امیر بخت زمیں کا اس کے علاوہ اسامہ سے کبھی تعلق نہیں رہا۔

Marfat.com

بھارت تک پھیلاؤ

بخت زمیں نے البدر مجاہدین کے حملوں کو محض مقبوضہ کشمیر تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا دائرہ پورے بھارت تک پھیلایا اور فوجی تنصیبات کو نشانہ بنایا جس کے متعلق رپورٹیں ان کے ترجمان مجلّہ ''البدر'' میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں۔ انہوں نے اس امر کا اعلان 8 جولائی 2001ء کو پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا تھا کہ ''ہم اب عسکری کارروائیاں پورے بھارت میں کریں گے اور ایسا کرنا مقبوضہ کشمیر سے بھی آسان ہو گا۔ انہوں نے پاکستانی حکومت پر زور دیا کہ وہ مجاہدین کی مدد کیلئے فوج کو مقبوضہ کشمیر بھیجے تا کہ بھارتی افواج کے مظالم کا سدباب ہو سکے۔''

(بحوالہ روزنامہ ''دی نیوز'' 9 جولائی 2001ء)

☆☆☆

Marfat.com

مشتاق احمد زرگر

مشتاق احمد زرگر مقبوضہ کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی کے اہم رہنما ہیں۔ ''العمر مجاہدین'' کے سربراہ ہیں اور اپنی جارحانہ عسکری کارروائیوں کے باعث معروف ہیں۔ بھارتی سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں متعدد بار گرفتار ہوئے۔ آخری بار مئی 1993ء میں گرفتار ہوئے اور ان کی رہائی 31 دسمبر 1999ء کو اغوا ہونے والے بھارتی مسافر طیارے آئی سی 814 کے ہائی جیکنگ کے نتیجے میں عمل میں آئی۔

ابتدائی حالات

مشتاق زرگر سری نگر کے ڈاؤن ٹاؤن (نواٹھا) میں پیدا ہوئے۔ اس علاقے کو ''منی پاکستان'' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے والد میر واعظ مولانا محمود یوسف شاہ کی تنظیم مسلم کانفرنس سے وابستہ رہے۔ مشتاق زرگر بھی اسی تنظیم سے وابستہ ہوئے لیکن طالبعلمی کے زمانے میں مقبول بٹ کی شخصیت سے متاثر ہوئے اور مقبوضہ کشمیر میں یاسین ملک' اشفاق مجید' جاوید میر اور حامد شاہ کے ساتھ مل کر جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کی بنیاد رکھی اور سری نگر اور اس کے گردونواح میں عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کے قریب تھی۔ اسی دوران والد کے اصرار پر آبائی پیشے زرگری کی طرف بھی توجہ دی اور 1985ء میں پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے اور 1987ء میں رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد پوری توجہ عسکری سرگرمیوں پر مرکوز کر دی۔ اسی سال بھارتی مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی کیلئے انتخابات ہوئے اور تمام حریت پسند جماعتوں نے ایک پلیٹ فارم ''مسلم فرنٹ'' سے انتخابات میں حصہ لیا۔ یاسین ملک بھی فرنٹ میں شامل ہوئے۔ مشتاق زرگر کو ان کی اس پالیسی سے اختلاف تھا۔ یہی

Marfat.com

اختلافات جے کے ایل ایف سے علیحدہ ہونے کا سبب بنے۔

العمر مجاہدین کی تشکیل

جے کے ایل ایف سے علیحدگی کے بعد مشتاق احمد زرگر نے 1988ء میں العمر مجاہدین کی بنیاد رکھی اور اسے خالصتاً عسکری بنیادوں پر استوار کیا۔ سیاسی طور پر حریت کانفرنس کے سابق سربراہ مولانا عمر فاروق کی جماعت عوامی ایکشن کمیٹی سے الحاق کیا۔ 1988ء سے العمر مجاہدین نے اپنی عسکری کارروائیوں کا آغاز کر دیا تھا لیکن اسے اصل شہرت 1990ء میں ملی جب اس نے سری نگر اور گردونواح کے علاقوں میں عسکری کارروائیاں تیز کیں۔ ''خلیج ٹائمز'' کی ایک رپورٹ کے مطابق جو کہ یکم جنوری 2000ء کو شائع ہوئی۔ مشتاق احمد زرگر کے پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی سے گہرے روابط رہے ہیں۔ یہ روابط 1988ء میں استوار ہونا شروع ہوئے اور اگست 1988ء سے فروری 1990ء کے دوران متاق احمد زرگر کئی بار آزاد کشمیر اور پاکستان آئے اور یہ دورے العمر مجاہدین کے نوجوانوں کی عسکری تربیت اور اسلحہ کے حصول کی غرض سے تھے۔

مشتاق زرگر کی گرفتاری

1990ء سے 1992ء تک دو سال کے عرصے میں مشتاق احمد زرگر نے سری نگر میں بے شمار عسکری کارروائیاں کیں اور ان کا شمار بھارت کو مطلوب اہم ترین افراد میں ہونے لگا۔ بھارتی سکیورٹی فورسز نے زرگر کو ''انتہائی خطرناک'' قرار دیا اور کئی بھارت نواز سیاستدانوں کے قتل کا مرتکب قرار دیا۔ اسی عرصہ کے دوران ان کی مخاصمت یاسین ملک سے بھی چلتی رہی۔ مئی 1992ء میں کدل سری نگر سے بھارتی فوج نے اچانک چھاپہ مار کر انہیں چند ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ مظفر آباد کے بعض معتبر ذرائع کے مطابق ان کی گرفتاری یاسین ملک کی مخبری پر ہوئی تھی جبکہ مشتاق احمد زرگر کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ ''میری گرفتاری اچانک چھاپے کے نتیجے میں ہوئی' تاہم اس کی ساری تفصیلات سامنے لانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ انشاء اللہ محرکات اور اسباب وقت آنے پر سامنے آجائیں گے۔ (بحوالہ انٹرویو پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' اشاعت 16 تا 30 جنوری 2000ء)

حراست کے بعد انہیں بھارت کی مختلف جیلوں میں رکھا گیا۔ ان جیلوں میں سری نگر کا

Marfat.com

مشہور انٹیروگیشن سنٹر پاپاٹو' تالاب تلو جموں' جموں سنٹرل جیل' جودھپور جیل راجستھان' تہاڑ جیل' کوٹ بلوال جیل شامل ہیں۔ مشتاق زرگر نے مذکورہ انٹرویو میں جیل کے شب و روز کے بارے میں بتایا کہ ''زندان کے شب و روز کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ سجاد افغانی شہید اور میں جیل میں اکٹھے تھے جیل سے فرار ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے' اسی دوران ایسی ہی ایک کوشش میں سجاد صاحب کوٹ بلوال جیل میں شہید کر دیئے گئے اور مجھے دوسری جیل میں منتقل کر دیا گیا۔'' یاد رہے سجاد افغانی حرکت الانصار کے کمانڈر تھے اور مولانا مسعود اظہر کے ساتھ مقبوضہ کشمیر میں گرفتار ہوئے تھے۔ سجاد افغانی اور مولانا اظہر کی رہائی کیلئے حرکت الانصار نے بے پناہ کوششیں کی تھیں۔ 1995ء میں ''الفاران'' نامی تنظیم نے جن غیر ملکی سیاحوں کو اغوا کیا تھا' ان کے بدلے سجاد افغانی اور مولانا مسعود اظہر کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا۔

رہائی اور اس کے بعد

27 دسمبر 1999ء کو بھارت کا مسافر طیارہ آئی سی 814 اغوا کر کے افغانستان کے قندھار ایئرپورٹ پر اتار لیا گیا۔ ہائی جیکروں نے مولانا مسعود اظہر' مشتاق زرگر' احمد عمر شیخ' منصور لنگڑیال سمیت بھارتی جیلوں میں قید کئی مجاہدین کی رہائی' کمانڈر سجاد افغانی کی میت اور 200 ملین ڈالر تاوان کا مطالبہ کیا۔ بالآخر مذاکرات کے بعد احمد عمر شیخ' مشتاق احمد زرگر اور مولانا مسعود اظہر کی رہائی کے بدلے طیارے میں سوار مسافروں کو رہا کرنے کا معاہدہ طے پا گیا۔ مشتاق احمد زرگر بھی رہا ہو گئے۔ رہائی کے بعد مشتاق احمد زرگر آزاد کشمیر چلے گئے جس ڈرامائی انداز میں ان تینوں کی رہائی ممکن ہوئی تھی' وہ ابھی تک سربستہ راز ہے لیکن مولانا مسعود اظہر' احمد عمر سعید شیخ کے ساتھ مشتاق احمد زرگر کی رہائی بھی اہم سوال ہے کیونکہ مولانا مسعود اظہر اور احمد عمر سعید کو رہا کروانے کی متعدد بار کوششیں ہو چکی تھیں لیکن مشتاق زرگر کا حرکت الانصار سے کسی بھی طرح کا تعلق نہیں بنتا تھا' سوائے اس کے کہ وہ حرکت کے کمانڈر سجاد افغانی کے ساتھ مختلف جیلوں میں رہے تھے۔ مشتاق زرگر نے بھی اس معاملے پر خاموشی اختیار کی اور ایک انٹرویو میں بس اتنا کہا ''ہماری رہائی رب العالمین کی خصوصی عنایت تھی وہ (ہائی جیکر) اللہ تعالیٰ کی نصرت کا روپ تھے۔ کون تھے' کہاں سے آئے تھے' ان سے میرا یہ مجھ سے ان کا تعارف کیسے ہوا' سردست کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔''

Marfat.com

مشتاق احمد زرگر 31 دسمبر 1999ء کو رہا ہوئے اور چند روز بعد ان کے متعلق خبریں آنا شروع ہوئیں کہ وہ مقبوضہ کشمیر پہنچ چکے ہیں۔ رہائی کے بعد ان کے دو انٹرویو جہادی مجلوں میں شائع ہوئے۔ پہلا انٹرویو حزب المجاہدین کے ترجمان پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' کے شمارے 16 تا 30 جنوری 2000ء میں جبکہ دوسرا انٹرویو لشکر طیبہ کے ترجمان ''مجلّہ الدعوۃ'' کے شمارہ اپریل 2001ء میں شائع ہوا۔ دونوں شماروں میں دعویٰ کیا گیا کہ ان کا انٹرویو جدوجہد کے بعد سری نگر سے خصوصی مواصلاتی ذرائع سے کیا گیا ہے لیکن ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی کی اشاعت 22 تا 28 اپریل 2000ء کے مطابق وہ مولانا مسعود اظہر کے ساتھ آزاد کشمیر کے دورے پر تھے۔ مارچ 2002ء میں مظفر آباد آزاد کشمیر سے ذرائع نے بتایا کہ مشتاق احمد زرگر آزاد کشمیر کے کیل سیکٹر میں ہیں اور ان کی آزاد کشمیر میں موجودگی کو بعض تحفظات کے پیش نظر خفیہ رکھا جا رہا ہے۔

مشتاق احمد زرگر نے رہائی کے بعد العمر مجاہدین کو از سر نو منظّم کیا اور جیش محمدؐ کے بعض مجاہدین کے بقول مولانا مسعود اظہر نے انہیں جیش محمدؐ میں شمولیت کی دعوت بھی دی لیکن انہوں نے جیش محمدؐ کو اپنی غیر مشروط حمایت اور مدد کا یقین دلایا تھا۔ جیش محمدؐ نے مقبوضہ کشمیر میں پہلی عسکری کارروائی بھی العمر مجاہدین کے تعاون سے کی تھی جبکہ ''مجلّہ الدعوۃ'' کے اپریل 2001ء میں مشتاق احمد زرگر نے اپنے انٹرویو میں لشکر طیبہ کے ساتھ مشترکہ عسکری کارروائیوں اور فدائی حملوں کے متعلق کہا ''اب اللہ کے فضل سے العمر مجاہدین بھی لشکر کے شانہ بشانہ یہ کام کر رہے ہیں۔''

مشتاق احمد زرگر اب حریت کانفرنس اور عوامی ایکشن کمیٹی سے اپنا تعلق ختم کر چکے ہیں اور کشمیر کا حل صرف جہاد میں مضمر دیکھتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

احمد عمر سعید شیخ

برطانوی نژاد پاکستانی احمد عمر سعید شیخ کی رہائی بھی 31 دسمبر 1999ء میں بھارتی مسافر طیارے کے اغوا کے نتیجے میں عمل میں آئی تھی۔ اس سے قبل احمد عمر سعید کا ذکر بہت کم سننے کو ملتا ہے۔ اصل شہرت امریکی صحافی ڈینیل پرل قتل کیس سے ہوئی۔ اس مقدمے میں حیدرآباد کی انسداد دہشت گردی کی عدالت سے سزائے موت سنائی جا چکی ہے جس کے خلاف اپیل سندھ ہائیکورٹ میں زیر سماعت ہے۔

ابتدائی حالات

احمد عمر سعید شیخ 1973ء میں برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان مشرقی لندن میں آباد ہے جہاں ان کے والد کا کپڑے کا کاروبار ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد والد نے مزید تعلیم کیلئے احمد عمر کو ایچی سن کالج لاہور بھیج دیا تھا۔ اس وقت عمر 13 برس تھی اور وہ پانچ سال تک یہاں مقیم رہے احمد کا شمار کالج کے بہترین طالبعلموں میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد احمد عمر لندن واپس چلا گیا اور معاشیات کی تعلیم کی غرض سے لندن سکول آف اکنامکس میں داخلہ لیا۔ کالج میں اس کا شمار بہترین باکسروں میں ہوتا تھا اور ابھی تک اسلام کے ساتھ گہری وابستگی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ شعر و شاعری کی طرف طبیعت مائل تھی۔

لندن سکول آف اکنامکس میں احمد عمر کا تعارف حزب التحریر سے ہوا۔ جس کے کئی سرگرم کارکن اس کے کلاس فیلو تھے۔ احمد عمر کی دلچسپی حزب التحریر میں بڑھنے لگی۔ اسی دوران احمد عمر کو امدادی کارکن کی حیثیت سے بوسنیا جانے کا بھی موقع ملا۔ اس وقت عمر 19 برس کے لگ بھگ تھی۔ بوسنیا کے مسلمانوں کی حالت زار نے احمد عمر شیخ کو جہاد کی طرف راغب کیا۔

Marfat.com

ماہنامہ ''دی ہیرالڈ'' کراچی کی اشاعت مارچ 2002ء کے مطابق بوسنیا کے دورے کے بعد احمد نے اپنے مستقبل کا تعین کرلیا اور لندن سکول آف اکنامکس کو خیر باد کہہ کر جہادی تربیت کیلئے افغانستان چلا آیا۔ یہ 1993ء کا واقعہ ہے۔ احمد عمر نے اپنی ذہانت کے بل بوتے پر جلد ہی جہادی تنظیموں میں اپنی شناخت کروالی اور وہ خوست کے ایک معسکر میں مجاہدین کو تربیت دینے لگا۔

''ہیرالڈ'' کی ہی ایک اور رپورٹ جو جنوری 2000ء میں شائع ہوئی' کے مطابق 1993-94ء میں لندن سکول آف اکنامکس سے اپنے دوسرے تعلیمی سال کے دوران وہ برطانیہ سے غائب ہوگیا اور اس کی پاکستان میں موجودگی کے بارے میں اس وقت پتہ چلا جب 1994ء میں وہ ایچی سن کالج کے کانووکیشن میں اس وقت کے صدر پاکستان غلام اسحاق خان سے تعلیمی قابلیت کی بنا پر انعام وصول کر رہا تھا۔ برطانوی ٹیلی ویژن نے ایک برطانوی نژاد نوجوان کی تعلیمی قابلیت سے متعلق خبر نمایاں طور پر نشر کی۔

دہلی میں گرفتاری اور رہائی

مذکورہ واقعے سے چند روز پیشتر نئی دہلی بھارت میں چند کشمیری نوجوانوں اور چار مغربی سیاحوں' جن میں دو برطانوی باشندے بھی شامل تھے کو اغوا کرلیا گیا۔ اغوا کنندگان نے بھارتی حکومت سے ان کے بدلے حرکت الانصار (جو بعد میں حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد میں تقسیم ہوگئی) کے گرفتار کمانڈروں کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن دہلی پولیس نے ایک اطلاع پر دہلی کے مضافاتی علاقے کے ایک مکان پر چھاپہ مار کر سیاحوں کو بازیاب کروالیا۔ ان سیاحوں کو وہاں باندھ کر رکھا گیا تھا۔ احمد عمر شیخ کو وہاں سے گرفتار کیا گیا بعدازاں اس کی شناخت اغوا کنندہ کے طور پر ہوئی۔ یہاں ایک اور واقعے کا ذکر بے محل نہ ہوگا جو کہ مولانا مسعود اظہر نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''مسکراتے زخم'' میں بیان کیا ہے۔ احمد عمر کی گرفتاری مولانا مسعود اظہر کی گرفتاری کے قریباً ڈیڑھ ماہ بعد عمل میں آئی تھی اور مولانا نے جس واقعے کا ذکر کیا ہے' ممکن ہے اس کا احمد عمر شیخ کی گرفتاری سے کوئی تعلق بنتا ہو' واقعہ یوں ہے۔

''گرفتاری کے وقت بندہ کی جیب میں دیگر سامان کے علاوہ ایک چھوٹی سی پرچی تھی جس پر اردو میں دہلی کے اس مکان کا پتا لکھا تھا جس میں کئی مجاہدین مقیم تھے۔ کھنڈر کیمپ

Marfat.com

میں میری جیب کا سارا سامان نکال لیا گیا تھا چنانچہ بندہ اس بات پر بے حد پریشان تھا کہ اگر دشمنوں نے اس پرچی کو پڑھ لیا تو کئی مجاہدین گرفتار ہو جائیں گے۔ شریف آباد کیمپ کی پہلی رات جب انڈین آرمی کے ایک میجر نے بندہ کی تفتیش شروع کی تو اس نے ایک کپڑے کے رومال میں سے وہ سارا سامان' جو میری جیب سے نکالا گیا تھا' میز پر رکھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ پاسپورٹ' رقم' بورڈنگ کارڈ اور ٹکٹ کے ساتھ ساتھ وہ چھوٹی سی پرچی بھی میز پر موجود ہے۔ دوران گفتگو وہ میجر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے حد متاثر ہو گیا اور اس نے تفتیش میں کافی نرمی شروع کر دی۔ آرمی کا ایک صوبیدار جو تفتیش کے دوران تشدد پر مامور تھا' کمرے سے باہر بھیج دیا گیا اور یوں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے ہونے لگا۔ تفتیش کے دوران اس نے میز پر رکھے ہوئے سامان میں سے ایک ایک چیز اٹھا کر اس کے بارے میں سوالات کئے۔ بندہ نے کافی حد تک درست جواب دیئے' جس سے وہ اور زیادہ متاثر ہو گیا۔ اسی اثناء میں اس نے وہ چھوٹی سی پرچی اٹھائی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ سوال سنتے ہی بندہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اپنی حالت پر قابو پا کر اسے کہا یہ پرچی دکھائیں تا کہ اسے پہچان سکوں' اس نے بلا توقف پرچی میرے حوالے کر دی۔ میں نے کافی دیر تک پرچی کو دیکھنے کے بعد اسے اچھی طرح مروڑ دیا اور کہا یہ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہی یہ کہہ کر میں نے وہ پرچی نیچے پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس افسر پر ایسا رعب ڈالا کہ اس نے میری بات کی تردید نہیں کی البتہ زمین سے پرچی اٹھا کر واپس میز پر رکھ دی۔

اس واقعہ کے چھ سات دن بعد وہ آفیسر اپنے ایک بڑے افسر کے ساتھ غصے میں آگ بگولہ ہو کر میرے کمرے میں داخل ہوا' اس وقت اس کے ہاتھ میں وہی پرچی تھی۔ اس نے آتے ہی غصے میں کہا ہم نے تمہیں شریف آدمی سمجھا تھا لیکن بہت کھرتناک (خطرناک) آدمی ہو۔ (صفحہ 111 تا 112)

ممکن ہے کہ اس پرچی پر اسی مکان کا پتہ درج ہو' جہاں سے احمد عمر سعید شیخ گرفتار ہوا لیکن مولانا مسعود اظہر اس کی تردید یوں کرتے ہیں کہ ''دراصل یہ کہ ابتدائی تفتیش کے چھ سات دن بعد کسی اردو جاننے والے انڈین اہلکار نے یہ پرچی پڑھ لی اور تفتیشی افسروں کو بتایا کہ اس پرچی پر دہلی کے ایک مکان کا پتا لکھا ہے۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی دہلی میں اطلاع

Marfat.com

کی گئی اوراس مکان پر چھاپہ مارا گیا لیکن مجاہدین تو بہت پہلے اس مکان کو چھوڑ کر جا چکے تھے"
(بحوالہ "مسکرائے زخم" صفحہ نمبر 113)

احمد عمر کی گرفتاری کے بعد اس کے خاندان اور برطانوی شہریوں نے اپنے دفتر خارجہ پر دباؤ ڈالا کہ اس کی رہائی کا بندوبست کیا جائے' لیکن بھارتی حکومت برطانوی دفتر خارجہ کی ہر درخواست مسترد کرتی رہی۔ "ہیرالڈ" کی جنوری 2000ء کی رپورٹ کے مطابق شیخ عمر نے 1996ء میں تہاڑ جیل دہلی سے اپنے ایک سابق سکول ماسٹر کو خط لکھا کہ وہ کسی بھی طرح اپنے کیے پر پشیمان نہیں ہے' اس نے جو کچھ کیا کشمیریوں کیلئے کیا اور یہ کہ وہ ان کی آزادی کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھے گا۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ بھارتی سکیورٹی فورسز اس پر ظلم کی انتہا کر چکی ہیں لیکن میرے عزم کو ایک انچ بھی سرکا نہیں سکیں۔

آخر عمر کی رہائی 31 دسمبر 1999ء کو اس وقت عمل میں آئی جب چند ہائی جیکروں نے بھارتی مسافر طیارے کو اغوا کر کے اس کے بدلے مولانا مسعود اظہر اور مشتاق زرگر کو آزاد کرا لیا اور اسی واقعے سے اسے شہرت ملی۔ ڈینیل پرل کیس کے باعث احمد عمر سعید شیخ جہاد پسند قوتوں کا ہیرو بن کر ابھرا لیکن رہائی کے بعد احمد عمر سعید شیخ یکدم منظر سے غائب ہو گیا۔ بعض ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ اس عرصہ میں وہ پاکستان اور افغانستان آتا جاتا رہا اور جیش محمدؐ کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ "دی ہیرالڈ" کراچی کی مارچ 2002ء کی ایک رپورٹ میں امریکی اخبار "نیویارک ٹائمز" کی 25 فروری 2002ء کی ایک رپورٹ کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ "عمر شیخ اور مولانا مسعود اظہر نے بھارت سے رہائی کے فوراً بعد جیش محمدؐ بنائی اور جیش محمدؐ ان جہادی تنظیموں میں سے تھی جس کے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں خصوصاً آئی ایس آئی سے قریبی تعلقات تھے۔ خصوصاً اسے بریگیڈیئر عبداللہ جو آئی ایس آئی آزاد کشمیر کے سربراہ تھے' کی سرپرستی حاصل رہی۔ نیویارک ٹائمز نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ بریگیڈیئر عبداللہ نے جیش محمدؐ کی افزائش میں نمایاں کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عمر شیخ کو پاکستان اور افغانستان آنے جانے کی سہولتیں فراہم کیں لیکن احمد عمر شیخ کی جہاد کے ساتھ گہری وابستگی پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ کامران خان نے 13 فروری 2002ء کے روزنامہ "دی نیوز" میں شائع ہونے والی رپورٹ میں لکھا کہ "عمر سے تفتیش کرنے والے اس کے اعتماد پر حیران تھے کیونکہ اس نے کہا کہ رہائی کے بعد پھر سے اپنی جہادی جدوجہد شروع کر دے گا۔ اس نے تفتیش کاروں کے

Marfat.com

دل بھی جیت لئے اوران سے کہتا رہا کہ وہ اسلام اور پاکستان کی خدمت کر رہا ہے۔ آپ تو میرے مسلمان بھائی ہیں مجھ پر تشدد کیسے کر سکتے ہیں؟''

احمد عمر سعید شیخ کا نام بھارت کو مطلوب ان 20 افراد کی فہرست میں بھی شامل تھا' جو بھارت نے جنوری 2002ء میں پاکستان بھیجی تھی۔

ڈینیل پرل کیس

احمد عمر شیخ کو امریکی اخبار ''وال سٹریٹ جنرل'' کے رپورٹر ڈینیل پرل کے قتل کے مقدمے میں سزائے موت سنائی جا چکی ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے واقعات اور امریکی اتحادیوں کے افغانستان پر حملے کے بعد ڈینیل پرل کیس پاکستان میں اہم ترین موضوع رہا اور اس حوالے سے احمد عمر شیخ کا نام ہر طرف گونجنے لگا۔ نومبر 2001ء میں امریکی محکمہ انصاف نے شیخ عمر کا نام اس فہرست میں شامل کیا تھا جو امریکی حکومت کو مطلوب تھے اور امریکی انٹیلی جنس اداروں نے الزام عائد کیا تھا کہ 11 ستمبر کے نیویارک کے واقعات کے اصل محرک عطا محمد کو شیخ عمر نے ایک لاکھ ڈالر بھیجے تھے اور 11 ستمبر کے بعد انہوں نے اسامہ بن لادن سے ملاقات بھی کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے روابط القاعدہ سے ہیں۔

شیخ عمر کی گرفتاری کا اعلان 12 فروری 2002ء کو کیا گیا اور 14 فروری کو عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہاں اس نے یہ اعلان کر کے سب کو حیران کر دیا کہ اس نے پانچ فروری کو خود ہی گرفتاری پیش کر دی تھی۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق شیخ عمر نے خود کو آئی ایس آئی کے ایک سابق آفیسر کے حوالے کیا تھا جو جنرل عزیز کے ساتھ کام کر چکا ہے اور شیخ عمر کے جنرل عزیز سے بھی گہرے تعلقات تھے۔ (بحوالہ ہفت روزہ ''فرائیڈے سپیشل'' کراچی' یکم مارچ 2002ء) ایک اور خبر کے مطابق شیخ عمر نے پانچ فروری 2002ء کو خود کو پنجاب کے ہوم سیکرٹری بریگیڈیئر (ر) اعجاز کے حوالے کیا تھا اور 12 فروری 2002ء کو اس کی گرفتاری ظاہر کی گئی۔ شیخ عمر نے گرفتاری کے بعد تفتیش کرنے والوں کو بتا دیا تھا کہ 31 جنوری کو ڈینیل پرل کو قتل کر دیا گیا ہے اور بعد ازاں اس نے عدالت میں بھی کہا کہ ڈینیل پرل اب اس دنیا میں موجود نہیں۔ 21 فروری 2002ء کو پاکستانی اور امریکی حکام نے بھی اس کی ہلاکت کی تصدیق کر دی۔ ڈینیل پرل کو جنوری

Marfat.com

2002ء میں کراچی سے اغوا کیا گیا اور بعض اخباری رپورٹوں کے مطابق وہ 11 ستمبر کے پس منظر میں اہم معاملات پر صحافتی تحقیق میں مصروف تھا۔ پاکستان میں وہ جہادی تنظیموں کی قیادت سے رابطے کر رہا تھا تاکہ حقائق معلوم کر سکے اور ان کے ذریعے افغانستان جانے کیلئے راستے تلاش کر رہا تھا۔ اس کی آخری ملاقات صوبہ سرحد کے معروف صحافی رحمت اللہ یوسفزئی سے ہوئی تھی اور اس نے افغانستان جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا بعض مبصرین کے مطابق وہ اہم حقائق تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن حقائق منظر عام پر لانے سے قبل ہی اسے قتل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے اور پاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی پر بھی شبہے کا اظہار کیا گیا۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ ''فرائیڈے سپیشل'' کراچی نے یکم مارچ 2002ء کی اشاعت میں اس کے متعلق لکھا کہ ''بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ ڈینیل پرل کو عالمی انٹیلی جنس کے نیٹ ورک نے قتل کرایا ہے اور اس سلسلے میں مخصوص مفادات کے حامل مقامی ایجنٹوں کو استعمال کیا گیا۔ کہا جا رہا ہے کہ ڈینیل پرل کے قتل میں امریکی سی آئی اے' آئی ایس آئی اور را مشترکہ طور پر ملوث ہیں۔ امریکی سی آئی اے ڈینیل پرل کی مشرق وسطیٰ کے متعلق آزادانہ رپورٹنگ سے خوفزدہ تھی اور اب وہ افغانستان جا رہا تھا۔''

جبکہ بعض ماہرین اور تجزیہ نگاروں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اسے احمد عمر سعید شیخ نے ہی قتل کروایا کیونکہ وہ یہودی النسل تھا اور انہیں شبہ تھا کہ وہ سی آئی اے کیلئے کام کر رہا تھا۔ ماہنامہ ''دی ہیرالڈ'' کراچی نے مارچ 2002ء کی اشاعت میں اس پس منظر میں ''نیشنل یوتھ موومنٹ فار سوورینٹی آف پاکستان'' کے متعلق رپورٹ شائع کی کہ اس تنظیم نے اکتوبر 2002ء میں اسلام آباد میں ایک غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کو ایک پیکٹ ارسال کیا تھا جس میں ویڈیو ٹیپ' چند تصاویر اور ایک خط تھا اور بھیجنے والوں نے اس کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے یہ امریکی ذرائع سے ہتھیائی ہیں۔ ویڈیو ٹیپ چل نہ سکی' لیکن تصویر میں ایک مغربی باشندے کو گن پوائنٹ پر دکھایا گیا تھا اور ایسی ہی تصویر ڈینیل پرل کے اغوا کے بعد جاری کی گئی تھی اور خط کا عنوان تھا ''امریکہ کو کنٹرول کرنے والے یہودیوں کے نام'' خط کی عبارت میں لکھا گیا تھا کہ ہم نے اپنے وطن سے تمہاری برائی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ سی آئی اے کے اہلکار پاکستان میں مذہبی رہنماؤں کے متعلق

Marfat.com

معلومات اکٹھی کر رہے ہیں ان رہنماؤں میں مفتی شامزئی' مولانا فضل الرحمٰن' حافظ سعید جنرل حمید گل' مولانا اعظم طارق' مولانا ساجد نقوی وغیرہ شامل ہیں۔ ہم ان اہلکاروں کو تلاش کر رہے ہیں اور ان کے ملتے ہی انہیں ختم کر دیں گے۔ اس تنظیم کے بارے میں خیال کیا گیا کہ یہ احمد عمر سعید شیخ چلا رہا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر نصراللہ منصور لنگڑیال

کمانڈر نصراللہ منصور لنگڑیال حرکت الجہاد الاسلامی کے اہم ترین کمانڈر ہیں جو 1993ء سے بھارت کی حراست میں ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں انہوں نے پہلی بار ''جزیہ'' لینے کا کام شروع کیا تھا۔ افغانستان اور مقبوضہ کشمیر کے کئی اہم معرکوں میں شریک رہے۔ ان کی رہائی کیلئے کئی کوششیں ہو چکی ہیں لیکن ابھی تک یہ کوششیں باور آور ثابت نہیں ہو سکیں انہیں ''اسیر ہند'' کا خطاب دیا گیا ہے۔

کمانڈر لنگڑیال کا تعلق چیچہ وطنی سے ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان اور جامعہ اشرفیہ مان کوٹ ملتان سے دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان دنوں مدرسہ حرکت الجہاد الاسلامی کی سرگرمیوں کا اہم مرکز تھا اور مجموعی فضا جہاد کیلئے ہموار تھی کئی طلباء عملی جہاد میں شرکت کیلئے افغانستان جا چکے تھے۔ 1982ء میں کمانڈر لنگڑیال نے عسکری تربیت حاصل کرنے کیلئے اپنی تشکیل کروائی اور تربیت حاصل کرنے کے بعد پاکستان آئے' لیکن جہاد کو اپنی منزل بنا چکے تھے اور 1983ء میں پھر افغانستان چلے گئے اور پوری زندگی جہاد سے وابستہ رہنے کا عزم کیا۔

افغانستان میں حرکت الجہاد الاسلامی سے رابطہ قائم کیا اور جلد ہی مولانا ارشاد احمد کے انتہائی اہم اور قریبی احباب میں شامل ہو گئے۔ مولانا ارشاد احمد نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے چیف کمانڈر مقرر کیا۔ کمانڈر نصراللہ منصور لنگڑیال نے افغانستان کے اہم محاذوں پر داد شجاعت دی۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام ان کی شجاعت اور بہادری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''کمانڈر نصراللہ لنگڑیال نے ایک معرکے میں تین روسی ہیلی کاپٹروں کا تن تنہا مقابلہ کیا

Marfat.com

اوران میں سے دوکو مار گرایا' جن میں سوار روسی پائلٹ اورفوجی جہنم واصل ہو گئے۔تیسرا گن شپ ہیلی کاپٹراس پر مسلسل راکٹ گراتا رہا اور مشین گنوں سے فائر کرتا رہا حتیٰ کہ وہ شدید زخمی ہو گیا اور روسی پائلٹ کو یقین ہو گیا کہ وہ شہید ہو چکا ہے لیکن وہ زخموں سے چور شدید زخمی حالت میں وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد' شمارہ فروری مارچ 2000ء' عربی سے اردو ترجمہ)

جہاد کشمیر میں کردار

کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال نومبر 1992ء میں پہلی بار مقبوضہ کشمیر لانچ ہوئے۔ان کی یہاں تشکیل کا پس منظر یہ تھا کہ حرکت الجہاد الاسلامی کے بارے میں یہ افواہیں گرم تھیں کہ یہ ایک تبلیغی جماعت ہے' جس کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں' اور ان کے کمانڈر امجد بلال (اس وقت مقبوضہ کشمیر کے چیف کمانڈر) پاکستان سے جعلی پیڈ چھپوا کر لے آئے ہیں اور یہاں بغیر مرکزی تشکیل کے کام کر رہے ہیں۔اس قسم کی افواہوں کے تدارک اور مقبوضہ کشمیر میں حرکت الجہاد کی سرگرمیوں کو تیز کرنے کیلئے عسکری ونگ کے چیف آرگنائزر نصر اللہ منصور کو منتخب کیا گیا۔ان کے ہمراہ قاری عبدالشکور (جو حرکت کے کشمیر میں تیسرے چیف کمانڈر بنے) ترکی کے مولانا عبدالحمید ترکی (جنہوں نے بعدازاں ''الفاران'' نامی تنظیم بنائی) طائف عرب کے عبدالبدیع' کمانڈر حافظ اکرام اللہ اور کمانڈر حافظ سیف اللہ صدیقی سمیت 30 افراد مقبوضہ کشمیر پہنچے۔کمانڈر لنگڑیال نے علماء سے ملاقاتیں کیں اور ان آدمیوں کی شناخت کی جنہوں نے کمانڈر امجد بلال کے خلاف پروپیگنڈہ کیا تھا۔ بھارتی افواج کے خلاف ابتدائی چند کارروائیوں کے بعد مقبوضہ کشمیر میں حرکت الجہاد کے بارے میں مقامی مجاہدین اور علماء کا اعتماد بحال ہوا تو کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال نے مقامی علماء کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور تنظیمی امور کے اہم فیصلوں کے ساتھ ساتھ سری نگر اور اننت ناگ (اسلام آباد) میں غیر مسلموں سے جزیہ لینے کا بھی فیصلہ کیا۔اس حوالے سے حافظ اکرام اللہ اپنی مختصر تصنیف ''ضرب غازی'' میں لکھتے ہیں کہ:

''کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال صاحب نے کشمیری علماء حضرات کو اکٹھا کیا اور ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں یہ بات بھی زیر بحث آئی اور جزیے کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ جزیہ دے کر زندگی بسر کرنا کافروں کیلئے ذلت کی زندگی بسر کرنا ہوتا ہے' لہٰذا جتنے بھی کشمیر کے ہیں' سب

Marfat.com

یہاں پر ذلت کی زندگی بسر کریں۔''

(صفحہ نمبر 68' یہ کتاب حرکت الجہاد الاسلامی کے شعبہ نشرواشاعت نے شائع کی)

یوں کمانڈر نصراللہ لنگڑیال نے مقبوضہ کشمیر میں پہلی بار غیر مسلموں سے جزیہ لینے کا اعلان کیا اور یہ سلسلہ کئی برس چلتا رہا۔ قاری اکرام کے بقول کمانڈر نصراللہ نے بہت سی بستیوں کا دورہ کر کے ان کو جزیہ دینے پر تیار کیا اور ان کو اپنی ذلت کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔ اب جوں جوں سکھوں کی بستیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو مختلف پیغامات آنے شروع ہو گئے کہ ہم آپ کو جزیہ دینے کیلئے تیار ہیں آپ ہمیں امان کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دیں۔'' (بحوالہ ضرب غازی)

لانچنگ کے وقت کمانڈر نصراللہ کی پارٹی کی بھارتی فوج سے جھڑپ ہو گئی تھی جس میں چند مجاہدین شہید ہو گئے اور وہ خود بھی زخمی ہو گئے۔ اپنے مقام پر پہنچنے کے بعد ان کے زخم ٹھیک ہوئے تو انہوں نے انڈین آرمی پر حملے کا پروگرام بنایا۔ حافظ اکرام اللہ کے مطابق ''پروگرام کے مطابق 23 جنوری 1993ء کو ''قاضی غنڈ'' اور ''ٹول پوسٹ'' کے درمیان ''چک وانگر'' کے مقام پر گھات لگا کر دشمن کی گشتی پارٹی پر حملہ کرنا تھا۔ یہ گشتی پارٹی فوجی شاہراہوں کی حفاظت پر مامور تھی۔ اس میں روزانہ 23 انڈین فوجی ہوتے تھے۔ کمانڈر نصراللہ منصور 21 مجاہدین لے کر اس گشتی پارٹی کے تعاقب میں نکلے۔ الحمدللہ ہمارا حملہ انتہائی کامیاب رہا۔ 9 فوجی مردار اور 13 زخمی ہوئے اور ہم بخیریت اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ اس حملے کے بعد اس علاقے کی طرف کوئی گشتی پارٹی نہیں آئی اور نہ ہی اس کے قریبی علاقوں کا کریک ڈاؤن ہوا۔ دوسرے دن ایک سول آدمی کا خط لے کر آیا جس میں کمانڈر منصور کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا کہ ''آپ لوگ ہمیں نہ چھیڑیں ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے آپ ہمیں چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جائیں۔'' کمانڈر منصور نے جواب میں لکھا ''اصل کھیل تو اب شروع ہوا ہے اتنی جلدی ہمت ہارنا اچھی بات نہیں۔'' (بحوالہ ایضاً) اس کے بعد مختلف علاقوں میں ایسی کارروائیاں کی گئیں۔

ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد کی اشاعت مئی 2000ء میں ان کے حوالے سے لکھا گیا کہ ''بھارتی آرمی سے اسلحہ چھیننے کی روایت سب سے پہلے حرکت الجہاد الاسلامی نے قائم کی۔ چالیس ہزار سے زائد انڈین آرمی کا محاصرہ 72 گھنٹے تک رکھنے کا منفرد اعزاز حرکت

Marfat.com

الجہاد الاسلامی کے چیف کمانڈر امیر ہند نصر اللہ منصور لنگڑیال کو حاصل ہے۔"

گرفتاری اور رہائی کی کوششیں

کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال کو دسمبر 1993ء میں بھارتی سکیورٹی فورسز نے ایک چھاپہ مار کارروائی کے دوران گرفتار کر لیا۔ ان کی گرفتاری حرکت الجہاد کیلئے ایک بہت بڑا دھچکا تھی اور اس کے ردعمل کے طور پر مجاہدین نے اپنی عسکری کارروائیاں تیز کر دیں اور ان کی رہائی کیلئے کوششیں کی جانے لگیں۔ فروری 1994ء میں کمانڈر سجاد افغانی نے ایک میجر بھوپندر سنگھ کو اغوا کر کے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن بھارتی حکام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو میجر بھوپندر کو ہلاک کر دیا گیا۔

بعد ازاں 1994ء میں کمانڈر سجاد افغانی اور مولانا مسعود اظہر بھی گرفتار ہو گئے تو ان سب کی مشترکہ رہائی کیلئے کوششیں کی گئیں۔ "الحدید" اور "الفاران" کی غیر ملکی سیاحوں کو اغوا کرنے کی کارروائیاں ان ہی کی رہائی کیلئے تھیں۔ کمانڈر سجاد افغانی کو 1995ء میں کوٹ بھلوال جیل میں شہید کر دیا گیا۔ مولانا مسعود اظہر 31 دسمبر 1999ء کو بھارتی طیارہ اغوا کیس کے نتیجے میں آزاد ہو گئے لیکن کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال ابھی تک زیر حراست ہیں۔ مولانا مسعود اظہر کی رہائی کے وقت ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جو ہائی جیکروں نے رہائی کیلئے بھارتی حکام کو پیش کی تھی۔

المنصورین

اپریل 2002ء میں مقبوضہ کشمیر میں ایک نئی جہادی تنظیم "المنصورین" کا نام سنا گیا۔ حرکت الجہاد الاسلامی کے بعض ذرائع کے مطابق یہ تنظیم کمانڈر نصر اللہ منصور لنگڑیال کے دوستوں نے حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد سے الگ ہو کر بنائی ہے اور اس کے قیام کا مقصد کمانڈر لنگڑیال کی رہائی کیلئے کارروائیاں کرنا ہیں لیکن حرکت الجہاد الاسلامی کی طرف سے اس تنظیم کے سلسلے میں کوئی موقف سامنے نہیں آیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا صوفی محمد

مولانا صوفی محمد پاکستان کی جہادی تاریخ کا اہم ترین کردار ہیں۔ 1989ء میں مالاکنڈ سے تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ شروع کی اور اپنے مقاصد میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے اپنی تحریک کو عسکری بنیادوں پر استوار کیا اور جب امریکہ نے افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف آپریشن شروع کیا تو اپنے آٹھ ہزار کارکنوں کے ہمراہ عملی جہاد میں شرکت کیلئے افغانستان گئے جہاں ان کے 500 کارکن شہید ہو گئے۔ 24 اپریل 2000ء کو انہیں عوام کو بغاوت پر اکسانے کے جرم میں سات سال قید کی سزا سنائی گئی۔

ابتدائی حالات

مولانا صوفی محمد ضلع دیر کی تحصیل لال قلعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا طاہر پنج پیر کے مدرسے سے تعلیم حاصل کی اور بعدازاں مختلف مدارس میں تعلیم دیتے رہے پھر لال قلعہ میں دارالعلوم میران قائم کیا۔ 1988ء تک جماعت اسلامی ضلع دیر کے امیر رہے۔ ایک بار ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین بھی منتخب ہوئے۔ 1988ء میں جماعت اسلامی کی سیاست سے کنارہ کشی کر لی اور استعفیٰ دے دیا۔ افغان جہاد کے دوران صوفی محمد حکمت یار کی حزب اسلامی کو مالی اور افرادی قوت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ حکمت یار، صوفی محمد کے ساتھ مولانا طاہر پنج پیر کے سالانہ درس قرآن میں شرکت کرتے رہے تھے۔ جماعت اسلامی سے لاتعلقی کے بعد صوفی محمد مولانا طاہر پنج پیر کے جانشین مولانا طیب طاہر پنج پیر کے قریب ہو گئے اور ان کے مشورے سے تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کا آغاز کیا۔

Marfat.com

تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کا آغاز

مولانا صوفی محمد نے ضلع دیر کے علماء سے مشاورت کے بعد' تحریک نفاذ شریعت محمدی کی بنیاد 10 مئی 1989ء میں میدان ضلع دیر میں رکھی تھی اور پہلے اجلاس میں صوفی محمد امیر اور عبدالواحد المعروف ناگوتل ملک صدر منتخب ہوئے تھے۔ مولانا صوفی محمد نے جب اس تحریک کی بنیاد رکھی تو ان کے پیش نظر پختون معاشرے میں دلہن کی خریداری کی رسم کی مخالفت تھی اور اسی بنیاد پر انہوں نے تحریک شروع کی کہ شادی کے معاملات میں اسلامی قوانین کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کی تحریک کا دوسرا اہم نقطہ قبائلی علاقے میں خان اور ملک کی اجارہ داری اور ان کے قائم کئے ہوئے بیگار نظام کا خاتمہ تھا' اس وقت تک ان علاقوں میں عام آدمی کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل نہیں تھا چنانچہ عوام کی اکثریت ان کے ساتھ ہو گئی۔ اسلامی قانون انصاف کے نعرے نے اس تحریک کو بلندیوں تک پہنچا دیا۔ معاشرتی اصلاح کے وسیع ترین دائرہ کار میں آہستہ آہستہ دیگر امور بھی شامل ہونے لگے اور انہوں نے والی سوات کے دور کے قوانین کے احیاء اور پانچ پیسے کی درخواست پر ایک ہفتے میں قتل کے مقدمے کا فیصلہ اور قاضی قضاۃ کی تقرری کے مطالبات بھی تحریک کے ایجنڈے میں شامل کر لئے۔

یہاں مالاکنڈ ڈویژن کے تاریخ اور سیاسی منظرنامے کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے جن سے صوفی محمد کے مطالبات کے پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ 1969ء تک سوات' دیر اور چترال پاکستان میں مستقل ریاستوں کی حیثیت رکھتے تھے اور سوات میں والی دیر میں نواب اور چترال میں مہتر اپنی ریاستوں کے اندرونی نظم ونسق میں خودمختار تھے۔ ان کا عدالتی نظام بھی اپنا تھا۔ سوات میں قضاء کا شرعی نظام قائم تھا لیکن اس نظام میں رشوت اور سفارش کے جراثیم سرایت کر آئے تھے اور اس دور کے قاضی صاحبان کے بارے میں اچھی روایات سننے میں نہیں آئیں لیکن لوگوں کو مقدمات کے فیصلوں کیلئے زیادہ دیر پریشان نہیں رہنا پڑتا تھا۔ 1969ء میں ان ریاستوں کی الگ حیثیت ختم کر کے پاکستان میں ضم کر لیا گیا اور دستور پاکستان کے مطابق ملک کے انتظامی اور عدالتی ڈھانچوں کا دائرہ ان ریاستوں تک وسیع کر کے انہیں الگ الگ ضلع کی حیثیت دے دی گئی۔ 1975ء میں دیر میں جنگلات کی رائلٹی

Marfat.com

کے حوالے سے ایک تحریک چلی جس نے حکومت کے خلاف مسلح تصادم کی شکل اختیار کر لی۔ اس تحریک کو موثر بنانے کیلئے تحریک کے مطالبات میں سابقہ عدالتی سسٹم کی بحالی کا مطالبہ بھی شامل کر دیا گیا جو ٹمبر مرچنٹس کے حق میں جاتا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے حالات کے پیش نظر اس علاقے میں فاٹا ریگولیشن کے تحت ایک نیا عدالتی نظام نافذ کر دیا۔ یہ ریگولیشن مالاکنڈ ڈویژن کی حدود میں نافذ کیا گیا جس میں سوات' دیر اور چترال کے تین اضلاع کے علاوہ مالاکنڈ کا صوبائی حکومت کے زیر انتظام علاقہ بھی شامل ہے۔ مالاکنڈ کے وکلاء نے اس عدالتی نظام کو بنیادی حقوق اور آئینی تحفظات کے منافی قرار دیتے ہوئے ''فاٹا ریگولیشن'' کو پشاور ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اسے پاکستان کے دیگر علاقوں کی طرح آئین کے تحت چلایا جائے۔ وزیراعلیٰ سرحد آفتاب شیر پاؤ کے پہلے دور میں ہائیکورٹ نے ان ریگولیشن کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ آفتاب شیر پاؤں نے اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ صوفی محمد نے ''فاٹا ریگولیشن'' کے ساتھ ساتھ پاکستان کے آئینی اور انتظامی نظام کو مسترد کرتے ہوئے اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کیا' جسے بہت جلد عوام میں پذیرائی حاصل ہوگئی۔

ان کی تنظیم نے 1990ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور اعلان کیا کہ جمہوری نظام' اسلامی نظام شریعت کی ضد ہے۔ صوفی محمد نے 9 مئی 1990ء کو تیمر گرہ میں ایک کیمپ لگا کر حکومت سے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کیا لیکن 12 روز کے مسلسل احتجاج کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا جس پر تحریک نے اپنے علاقے میں خود اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کر دیا اور رضا کارانہ طور پر حکومت کے ساتھ لین دین سے انکار کر دیا۔

اب تنظیم کے ارکان نے اپنے دفتر بھی بنائے اور تحریک کو ڈویژن کے دیگر اضلاع تک بڑھانا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد سوات ضلع سے موجود ضلعی امیر محمد خالد' سید علی شاہ اور دیگر علماء کرام نے مولانا صوفی محمد سے ملاقات کی اور اس طرح تحریک ضلع سوات میں شروع ہوئی بعد میں مالاکنڈ ایجنسی بونیر ضلع باجوڑ ایجنسی اور پورے مالاکنڈ ڈویژن کے عوام جو در جوق اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔ مالاکنڈ ایجنسی میں اس تحریک کے ضلعی امیر مولانا محمد عاصم منتخب ہوئے چترال میں بھی تنظیم سازی ہوئی اور پورے مالاکنڈ ڈویژن میں تحریک کے کارکنوں نے مسجدوں میں خفیہ طور پر کام شروع کر دیا اس دوران تحریک میں چھوٹے موٹے

Marfat.com

اختلافات بھی پیدا ہوئے لیکن مولانا صوفی محمد اور تحریک کے دیگر قائدین اس کو فوری طور پر حل کرتے رہے۔

12 فروری 1994ء کو سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں پشاور ہائیکورٹ کے فیصلے کی توثیق کر دی۔ صوفی محمد ایک بار پھر اپنے مطالبات کے ساتھ میدان میں اترے۔ 3 مئی 1994ء کو بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے نفاذ شریعت میں تاخیری ہتھکنڈوں پر حکومت کی مذمت کی اور 11 مئی کو مالاکنڈ عضو معطل بنا دیا گیا۔ تقریباً ایک لاکھ افراد سر سے کفن باندھ کر ضلع کے طول و عرض میں پھیل گئے اور کاروبار زندگی معطل ہو گیا۔ ریاست سے تصادم میں 12 افراد کی ہلاکت اور سینکڑوں زخمیوں کو اٹھانے کے بعد صوفی محمد نے ڈپٹی کمشنر کی جانب سے ایک سطری تحریر وصول کرنے کے بعد لوگوں کو گھر جانے کا حکم دے دیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے صوفی محمد نے کہا کہ ''تحریک کا ایک مرحلہ مکمل ہوا ہے' تحریک ختم نہیں ہوئی ضرورت پڑی تو جہاد بالقتال بھی کریں گے۔'' یہ تحریر گورنر سرحد خورشید علی خان کے ایک فقرے پر مشتمل تھی ''حکومت مالاکنڈ ڈویژن میں شریعت کے نفاذ کی کوشش کرے گی۔'' ڈپٹی کمشنر نے یہ جملہ اپنے دستخط سے صوفی محمد کو پیش کیا۔ حکومت کی جانب سے اس تحریر کے بعد کوئی قدم نہ اٹھایا گیا لہٰذا صوفی محمد نے 16 جون 1994ء کو حتمی اعلان کیا کہ حکومت 5 جولائی تک شریعت نافذ کر دے ورنہ اس کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ 23 ستمبر 1998ء کو صوفی محمد نے باقاعدہ اعلان جہاد کیا اور الٹی میٹم میں 29 ستمبر تک توسیع دے دی گئی۔

25 ستمبر کو مینگورہ کے میدان میں صوفی محمد نے ہزاروں رضا کاروں سے حلف لیا کہ وہ نفاذ شریعت کیلئے ''ماریں گے مر جائیں گے'' اور ''شریعت یا شہادت'' انقلاب انگیز نعرہ عوام کو دے دیا گیا جو وادیوں میں گونجنے لگا' کالی پگڑی پہنے اور سفید و کالے پرچم اٹھائے انقلابی جب یہ نعرہ لگاتے تو وادی میں خون کے چشمے رگوں میں ابلنے لگتے۔ صوفی محمد کی جذباتی تقریروں کے بعد 11 اکتوبر سے جہاد کی عملی تیاریاں شروع کر دی گئیں اور افغانوں اور صوبہ کز سے مدد طلب کی گئی اور پہاڑوں پر جنگی مشقیں بھی شروع ہو گئیں۔ صوفی محمد نے اپنی تحریک کے تین مقاصد بیان کئے۔ اتفاق بین المسلمین' غیر اسلامی قوانین کا بائیکاٹ' مال جان اور زبان سے جہاد۔ اسی دوران مولانا طیب پنج پیر اور میجر عامر نے بھی تحریک کی حمایت

Marfat.com

کا کھل کر اعلان کر دیا۔ آخری الٹی میٹم 2 نومبر 1994ء کا دیا گیا اور اس کے بعد تحریک نفاذ شریعت محمدی کے کارکنوں اور سکیورٹی فورسز کے درمیان خونریز تصادم شروع ہو گیا جس میں 80 افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے۔

2 نومبر کو خونریزی کے ساتھ ہی آفتاب شیر پاؤ نے بونیر میں نفاذ شریعت آرڈیننس کا اعلان کر دیا اور 7 نومبر تک 25 آدمیوں کی ہلاکت کے بعد صوفی محمد نے حکومت سے مصالحت اور مفاہمت کا اعلان کیا۔ 8 نومبر کو صوفی محمد کے مذاکرات کمشنر مالاکنڈ ڈویژن احتشام خان سے ہوئے جس سے مطمئن ہونے کے بعد صوفی محمد نے مورچے خالی کرنے کا حکم دیا۔ اگلے دن فرنٹیئر کور کے میجر جنرل عبدالغفور نے بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر رضا کاروں کو ہتھیار ڈالنے کی ہدایت دی۔ بٹ خیلہ تیمر گرہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا ''فرنٹیئر کور کے موجودہ کمانڈنٹ ایک مسلمان آدمی ہیں انہوں نے وزیر داخلہ نصیراللہ بابر کے اس حکم سے اتفاق نہیں کیا کہ وہ آپ کے خلاف سخت اقدامات اٹھائیں یا بمباری کریں اس لئے آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ گھروں کو لوٹ جائیں۔ میرے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے فائر بندی ہوئی ہے' کارکن مورچے چھوڑ دیں گے' یرغمالیوں کو رہا کر دیں' شریعت لڑائی سے نافذ نہ ہوگی۔ پاکستان کی حکومت تین ستونوں پر قائم ہے جن میں ایک قانون بنانے والے ہیں دوسرے لوگ انتظامیہ کے ہیں جو کہ قانون پر عملدرآمد کرتے ہیں اور ایک ستون فوج ہے جو کہ حکومت اور ملک کی حفاظت کرتی ہے۔ آپ پر امن رہیں تو فوج کا آپ سے تصادم نہ ہوگا۔ انتظامیہ کا ہمارے ساتھ کوئی کام نہیں' شریعت کے نفاذ کے معاملہ کا تعلق قانون سازوں سے ہے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ مالاکنڈ کے اراکین اسمبلی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں تاکہ مالاکنڈ میں شریعت کا نفاذ ممکن ہو مسلح کارکن مورچے چھوڑ دیں۔

(نوائے وقت 9 نومبر 94ء)

مالاکنڈ ڈویژن کیلئے خصوصی شرعی مسودہ قانون تیار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مالاکنڈ ڈویژن کی عدالتوں میں متعین سیشن ججز اور سول ججز کو ضلعی قاضی اور علاقہ قاضی کے نام دیئے گئے۔ انہوں نے عدالتوں میں فیصلے شروع کئے مگر چند ہی دنوں میں تحریک کے قائدین نے حکومت کی طرف سے مرتب شدہ مسودے کو غیر شرعی قرار دے کر دوبارہ احتجاج کا اعلان کر دیا مگر حکومت نے اس مرتبہ مالاکنڈ ڈویژن کے کارکنوں کو اکٹھا نہیں ہونے دیا تحریک کے

Marfat.com

کارکنوں نے مالاکنڈ ڈویژن کے مختلف اضلاع مالاکنڈ ایجنسی، باجوڑ ایجنسی، ضلع دیر، ضلع سوات اور ضلع بونیر میں احتجاجی مظاہرے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف حکومت نے بھی تحریک کو دبانے کیلئے لاتعداد فورسز مالاکنڈ ڈویژن میں داخل کر لیں جس سے مالاکنڈ ڈویژن میں امن و امان کی صورتحال نہایت خراب ہوگئی۔ ضلع بونیر اور ضلع سوات کے علاوہ باجوڑ میں بھی تحریک کے کارکنوں اور سرکاری فورسز کے درمیان آتشیں اسلحہ کے آزادانہ استعمال کی وجہ سے درجنوں سرکاری اہلکار اور تحریک کے کارکن ہلاک و زخمی ہوئے اس طرح کی ایک جھڑپ میں پیپلز پارٹی کے اس وقت کے ایم پی اے بدیع الزمان بھی مارے گئے اس وجہ سے حالات مزید خراب ہو گئے۔

حکومت نے فوری طور پر مولانا صوفی محمد سمیت سینکڑوں کارکنوں اور قائدین کو گرفتار کر کے ہری پور اور ڈیرہ اسماعیل خان کی جیلوں میں بند کر دیا۔ غرض یہ کہ 11 مئی 1998ء تک تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں نے بے نظیر بھٹو اور نواز شریف دونوں حکومتوں سے ہر لمحے نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ تحریک کا دائرہ کار بھی مالاکنڈ ڈویژن سے بڑھا کر ہزارہ کوہستان ضلع تک وسیع کر کے دیگر صوبوں اور ڈویژنوں میں بھی کارکن تیار کئے مگر 28 مئی 1998ء حکومت کی طرف سے کامیاب ایٹمی تجربات اور 28 اگست کو اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف نے نفاذ شریعت کے اعلان کا دھماکہ کیا تو مولانا صوفی محمد اور تحریک کے دیگر کارکنوں اور قائدین نے وزیراعظم کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے نواز شریف کو ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی حالانکہ ملک کی بہت سی دینی جماعتوں جن میں جماعت اسلامی اور جمعیت علماء اسلام (ف) قابل ذکر ہیں نے حکومت کے اس اعلان نفاذ شریعت کو محض ڈھونگ تک اور نواز شریف کے اقتدار کو طول دینے کا جھانسہ قرار دیا اور 15 ویں ترمیم کی مخالفت کر دی۔ مولانا صوفی محمد اور تحریک کے دیگر قائدین کا کہنا تھا کہ نواز شریف نے شریعت کے نفاذ کا اعلان کر کے اذان دے دی اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ نواز شریف کے ساتھ نفاذ شریعت کو عملی جامہ پہنانے میں حکومت کا ساتھ دیں اس وقت مولانا صوفی محمد نے نفاذ شریعت کے اعلان کی مخالفت کرنے والے علماء کرام کے بارے میں فتویٰ بھی دیا تھا کہ وہ شریعت کے نظام کی مخالفت کر کے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

صوفی محمد نے نفاذ شریعت کیلئے آخری مرتبہ احتجاجی تحریک اپریل 2001ء میں برپا کی

Marfat.com

اور مالاکنڈ میں پندرہ روز تک احتجاج اپنے عروج پر رہا۔ پورے ڈویژن میں پہیہ جام ہڑتال رہی اور صوفی محمد کے پیروکاروں نے مورچے سنبھالے رکھے۔ سرحد کے گورنر سید افتخار حسین کی طرف سے حکومتی وفد نے صوفی صاحب کو ان کے مطالبات کی سمری کی منظوری کی یقین دہانی کرائی لیکن صوفی صاحب کا موقف رہا کہ وہ گورنر کی طرف سے تحریری یقین دہانی تک احتجاجی دھرنے جاری رکھیں گے۔ ٹمبر مرچنٹس اور ٹرانسپورز بھی احتجاج میں شامل تھے۔ گورنر سرحد نے 30 اپریل 2001ء کو بیان دیا کہ ''مالاکنڈ میں مسئلہ شریعت کے نفاذ کا نہیں۔ نان کسٹم پیڈ گاڑیوں، جنگلات کی غیر قانونی کٹائی اور ٹیکسوں سے پہلو تہی کا ہے۔'' (بحوالہ روزنامہ ''مشرق'' پشاور 3 مئی 2001ء) گورنر کی طرف سے مسلسل ایسے بیانات سے صوفی محمد دلبرداشتہ ہو گئے اور اچانک انہوں نے اعلان کر دیا کہ احتجاجی تحریک حکومتی رویے سے مایوس ہو کر ختم کی جا رہی ہے اور آئندہ کیلئے اپنی حکمت عملی وضع کرنے کیلئے جلد ہی شوریٰ کا ہنگامی اجلاس طلب کریں گے۔ ان کے اس اعلان سے صرف تیمر گرہ کا احتجاجی کیمپ ختم ہو گیا لیکن مالاکنڈ ڈویژن کے باقی علاقوں میں احتجاجی دھرنے جاری رہے اور تحریک کے دیگر رہنماؤں نے صوفی محمد کے اس اچانک اعلان پر حیرت کا اظہار کیا۔ جون تک احتجاجی تحریک کسی نہ کسی صورت چلتی رہی اور پھر صوفی محمد نے نومبر میں دوبارہ تحریک کے آغاز کا عندیہ دیا لیکن اس وقت تک حالات بدل چکے تھے۔

صوفی محمد کا امریکہ کے خلاف اعلان جہاد

11 ستمبر 2001ء کو پوری دنیا کے حالات یکسر بدل گئے اور اس کے اثرات صوفی محمد کی تحریک پر بھی مرتب ہوئے۔ امریکہ نے القاعدہ اور طالبان کے خاتمہ کیلئے افغانستان پر حملے کی تیاری شروع کر دی۔ صوفی محمد نے طالبان کی مدد کیلئے امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور کارکنوں کو افغانستان جانے کی تیاری کا حکم دیا۔ نہایت جوش و خروش سے تیاریوں کا آغاز ہوا' جیپوں پر سپیکر لگا کر پورے ڈویژن میں اعلان جہاد کا اعلان کیا گیا اور کارکن کیمپوں میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جہاں انہیں جنگی تربیت دی جانے گی۔ طالبان اور مجاہدین کی امداد کیلئے فنڈ اکٹھے کئے جانے لگے اور صوفی محمد اس سارے عمل کی نگرانی کرتے رہے۔ 26 اکتوبر 2001ء کو صوفی محمد دس ہزار رضا کار مجاہدین کو لے کر باجوڑ ایجنسی کے افغان بارڈر پر پہنچ گئے۔ انتظامیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن صوفی محمد نے اسے جہاد کے خلاف

Marfat.com

حکومتی سازش قرار دیا۔صوفی محمد کے ان متوالوں نے احتجاجاً قراقرم ہائی وے پر قبضہ کرلیا اور دس سے زائد مقامات پر بھاری پتھروں سے سڑک بند کردی۔ پٹرول پمپوں پر قبضہ کرلیا اور جیلیں توڑ کر قیدی فرار کرا دیئے۔ حکومت نے انہیں ہٹانے کیلئے مختلف دیوبندی علماء سے اپیلیں کروائیں۔ مفتی نظام الدین شامزئی کو بھی انہیں منانے کیلئے بھیجا گیا لیکن یہ متوالے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ آخر حکومت نے صوفی محمد کو ننگر ہار (افغانستان) کے گورنر کے پاس بھیج دیا۔ گورنر مولوی عبدالکبیر نے انہیں رضا کاروں کے افغانستان میں داخلے سے منع کیا کہ یہ گروہ اور جتھے کی شکل میں امریکی بمباری کا آسانی سے نشانہ بن جائیں گے۔ صوفی محمد اور ان کے ساتھی جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ آخر پانچ ہزار سے زائد سرو بی بارڈر سے افغانستان پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ تقریباً چار ہزار رضا کار مایوس ہوکر لوٹ آئے۔ طالبان نے ان رضا کاروں کے پہلے دستے کو شمالی اتحاد کے خلاف کھڑا کیا جہاں وہ امریکی طیاروں کی بمباری کا سامنا نہ کرسکے اور کئی ہلاک ہوگئے جبکہ سینکڑوں قیدی بنا لئے گئے۔ دیگر محاذوں پر بھی ان رضا کاروں کے ساتھ یہی سلوک ہوا اور تقریباً 200 رضا کار امریکی بمباری کا نشانہ بن گئے۔ 700 شمالی اتحاد نے قید کر لئے۔ دسمبر کے آخر میں ان رضا کاروں نے واپس آنا شروع کیا۔ صوفی محمد بھی جنوری 2002ء میں اپنے 70 ساتھیوں کے ہمراہ مالاکنڈ واپس پہنچ گئے۔ ان کے خلاف امن عامہ میں خلل اور عوام کو بغاوت پر اکسانے کے جرم میں مقدمات قائم کر کے گرفتار کرلیا گیا۔ 13 جنوری 2002ء کو ان کی تحریک پر پابندی عائد کردی گئی اور 24 اپریل 2002ء کو صوفی محمد سمیت ان کے 30 ساتھیوں کو ڈیرہ اسماعیل خان کی سنٹرل جیل میں قائم خصوصی عدالت نے سات سال قید کی سزا سنائی اور ان پر عوام کو بغاوت پر اکسانے کی فرد جرم عائد کی گئی۔

☆☆☆

Marfat.com

مولوی فضل الٰہی

مولوی فضل الٰہی امرائے جماعت المجاہدین کی کڑی کے امیر اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے امیر تھے۔ وہ افغانستان کے سرحدی اور پاکستان کے قبائلی علاقے میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ 1948ء میں کشمیر میں نہ صرف مجاہدین کو جہاد کیلئے بھیجا بلکہ خود بھی اس میں شریک رہے۔ان کا شمار پاکستان میں جہاد کے بانیوں میں ہوتا ہے۔

مولوی فضل الٰہی 27 رمضان 1399 ہجری (1881ء سن عیسوی) وزیرآباد میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب میراں بخش ریلوے میں ملازم تھے۔ سکول کی تعلیم مشن سکول میں حاصل کی۔ 1900ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد والد صاحب کی وساطت سے ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ ساتھ ساتھ عربی، فارسی، انگریزی اور دینی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ عربی، فارسی، انگریزی کے علاوہ اردو، پنجابی، پشتو، روسی، ترکی اور جرمن زبان بھی بول اور سمجھ سکتے تھے۔ مولوی فضل الٰہی کا جماعت المجاہدین سے تعلق ان کے استاد حافظ عبدالمنان کے توسط سے ہوا۔ 1901ء میں ریلوے کی ملازمت چھوڑ کر جماعت المجاہدین میں شمولیت اختیار کر لی اور 1903ء میں مولانا عبدالکریم امیر جماعت المجاہدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مولانا عبدالکریم 1902ء میں امیر منتخب ہوئے تھے اور اپنا مرکز ''اسمست'' بنا لیا تھا۔ مولانا فضل الٰہی یہیں منتقل ہو گئے۔ مولانا خالد گرجاکھی کی کتاب ''تحریک مجاہدین کا آخری دور'' کے مطابق ''ہندوستان میں قائم مرکزوں کو یک جہتی میں منسلک کرنے کیلئے غالباً 1906ء میں مولانا فضل الٰہی کو ''امیر المجاہدین'' ہند کا عہدہ تفویض ہوا۔ (صفحہ 64)

مولوی فضل الٰہی نے جماعت المجاہدین کیلئے انتھک محنت کی اور جماعت کیلئے چندہ اکٹھا

Marfat.com

کرنے کے علاوہ افرادی قوت کے حصول میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ 1915ء میں مولوی صاحب کو جالندھر سے گرفتار کر لیا گیا اور ان پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ جیل میں اسیری کے دوران' ان کے والد 1918ء میں انتقال کر گئے۔ اس حادثے نے مولانا کے گھر کا نظم و نسق درہم برہم کر ڈالا۔ چنانچہ ایک سال کیلئے تین ہزار روپے کی ضمانت دے کر اس شرط پر رہا ہوئے کہ وزیر آباد سے باہر نہیں جائیں گے۔ مولانا نے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر چاقو چھریاں بنانے کی فیکٹری لگا لی اور سپلائی کا کام اپنے ذمے لے لیا لیکن سپلائی کی آڑ میں جماعت کا کام کرتے رہے۔ جون 1920ء میں قاضی کوٹ سے اسلحہ برآمد ہوا۔ جو مولوی فضل الٰہی نے جماعت المجاہدین کو سپلائی کیلئے ذخیرہ کر رکھا تھا۔ مولوی صاحب گرفتاری سے بچنے کیلئے فرار ہو گئے اور یاغستان چلے گئے اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں بلا لیا۔ ''اسمست'' سے 17 اگست 1920ء کو چمرقند منتقل ہو گئے اور بقیہ زندگی وہیں بسر کی۔

مولانا فضل الٰہی نے مرکز چمرقند کے انتظامات کا گہرا مطالعہ کیا اور کئی ترقیاتی منصوبے بنائے۔ چمرقند میں ایک بڑے دینی مدرسہ (جامعہ اسلامیہ) کا پروگرام بنایا۔ ''تعارف جماعت المجاہدین' کے مصنف پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق اس کے علاوہ ''ایک بہت بڑی لائبریری بنانے کا ارادہ کیا۔ ایک فری ہسپتال بنانے کا منصوبہ بنایا۔ پندرہ روزہ ''المجاہد'' جاری کرنے کا سامان مہیا کیا۔ ایک اسلحہ ساز فیکٹری بنانے کی تجویز کی' جس میں نئی ساخت کا جدید اسلحہ تیار کیا جانا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ کپڑے وغیرہ کے کارخانے لگا کر جمعیت کے افراد کو خود کفیل بنانے کا پروگرام طے کیا۔ تاکہ روز روز کے چندہ مانگنے سے نجات ملے۔ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے آپ نے 32 ہزار روپیہ کا سامان خرید کیا اور مختلف فنون کے ماہرین منگوائے' خود پشتو سیکھ کر تعلیم دینا شروع کی'' (صفحہ 104)

مولانا عبدالکریم کے انتقال کے بعد مولوی فضل الٰہی کو عارضی طور پر امیر منتخب کیا گیا۔ امارت کی ذمہ داریاں مولانا بشیر کو سنبھالنا تھیں لیکن ان کے ذمے وزارت خارجہ کی ذمہ داریاں تھیں اس لئے وہ اکثر کابل (افغانستان) میں رہا کرتے تھے۔ پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق ''قرآن مجید کو سات مرتبہ شفیع اور سفارشی بنا کر مولوی فضل الٰہی صاحب کی امارت پر سب راضی ہو گئے اور آئندہ جمعیت المجاہدین کے پاس پوری خیر خواہی کا اقرار کیا۔ یہ معاملہ 27 رمضان 1340 ہجری (مارچ 1922ء) کو طے پایا'' (بحوالہ ''تعارف

Marfat.com

جماعت المجاہدین'' صفحہ 105) مولوی صاحب 1921ء سے 1928ء تک مرکز چمرقند کے امیر المجاہدین رہے۔ بعد میں یہ امارت پھر مولوی بشیر کو منتقل ہوگئی۔ اس دوران مولوی فضل الٰہی تمام سرحد میں دورے کرتے رہے اور آزاد سرحدی لوگوں کو انگریز کی مخالفت پر اکسایا کرتے اور آزاد علاقوں میں کتنے ہی چھوٹے چھوٹے مرکز بناتے رہے اور اس کی اطلاع حکومت افغانستان کو باقاعدہ فراہم کرتے رہے کیونکہ جماعت المجاہدین کو افغانستان کے والی امیر امان اللہ کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔

مولوی فضل الٰہی نے افغانستان اور صوبہ سرحد کے درمیان ایک آزاد ریاست بنانے کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔ ''تعارف جماعت المجاہدین'' میں پروفیسر چودھری عبدالحفیظ رقمطراز ہیں کہ:

> ''سردار محمد شفیع صاحب کے فرمان کے مطابق 1929ء میں مولانا فضل الٰہی صاحب نے ملاسنڈا سے مل کر ایک منصوبہ بنایا کہ حکومت انگلشیہ ہند اور افغانستان کے درمیان ایک آزاد ریاست ہو جو انگریزوں سے جہاد کرتی رہے جس کی وجہ سے افغانستان کے ساتھ تعاون حاصل کرنے کے باوجود کسی قسم کی حرف گیری نہ ہو سکے کیونکہ حکومت افغانستان کھل کر انگریزوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس منصوبے کو عملی شکل دینے کیلئے مولانا فضل الٰہی اور ملاسنڈا کئی بار افغانستان گئے۔ امیر امان اللہ کو اعتماد میں لیا۔ امیر امان اللہ نے پانچ صدر رائفل' بہت سے کارتوس اور دس لاکھ روپیہ کا وعدہ کیا۔ مولانا فضل الٰہی نے خود لکھا ہے کہ ہمارے باربرداری کے گھوڑے ابھی کابل کے نصف میں تھے کہ معلوم ہوا کابل میں بچہ سقہ کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔'' (صفحہ 106)

مولانا محمد بشیر کی شہادت کے بعد مولوی فضل الٰہی جماعت المجاہدین کے مستقل امیر ہو لئے اور پاکستان بن جانے کے بعد 1948ء کے جہاد کشمیر میں بھرپور حصہ لیا۔ مسئلہ جہاد کشمیر کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ 5 مئی 1951ء کو وزیرآباد میں فوت ہوئے۔ وصیت کے مطابق انہیں بالاکوٹ کے اس احاطے میں دفن کیا گیا جس میں سید احمد شہید کی قبر بتائی جاتی ہے۔ مولوی فضل الٰہی نے ریشمی رومال تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔

Marfat.com

مولانا مسعود علوی

مولانا علامہ مسعود علوی کو پاکستان میں جہاد کا بانی کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں سب سے پہلی جہادی تنظیم کی تشکیل انہی کے ہاتھوں ہوئی۔ افغانستان کی جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا اور 29 جولائی 1988ء کو خوست کے مقام طورغر کے مقام پر پاؤں بارودی سرنگ پر آنے سے شہید ہوئے۔ انہیں شاہ اسماعیل شاہ شہید ثانی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ابتدائی حالات

علامہ مسعود علوی' معروف دیوبندی عالم مولانا محمد شریف کشمیری مرحوم سابق صدر مدرس اور شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس کے بیٹے تھے 1973ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان سے فارغ التحصیل ہوئے اور یہیں مدرس ہو گئے۔ ان کے ایک سوانح نگار کے مطابق ''مسعود علوی تعلیم و تدریس کے ساتھ جسمانی ورزش اور مختلف فنون حرب سیکھنے میں صرف کرتے تھے۔ گفتگو عموماً جہاد کے موضوع پر کرتے تھے اور جنگی تدابیر سوچتے۔ ایک دن اپنے والد سے کہا کہ میں ہر روز ایک استاد سے بنوٹ سیکھنے جاتا ہوں اور اس کو میں نے مکمل سیکھ لیا ہے آج وہ استاد شام کو جامعہ میں آئیں گے' میرا ان کے ساتھ بنوٹ کا مظاہرہ ہوگا۔ حضرت علامہ اور جامعہ کے دیگر اساتذہ اور طلباء کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ انہوں نے اپنے استاد کے ساتھ اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' کراچی)

ان ہی دنوں ان کے دماغ میں جہادی تنظیم بنانے کا سودا سمایا اور مارچ 1973ء میں جامع مسجد خیر المدارس ملتان میں اپنے ہمنوا علماء کی ایک مجلس بلائی اور جمعیت المجاہدین کی بنیاد رکھی۔ اس

Marfat.com

دور میں عسکری بنیادوں پر استوار کسی تنظیم کا تصور بھی محال تھا۔ اجلاس میں طے پایا کہ جمعیت المجاہدین کا مقصد ہوگا کہ اسلام کی عسکری قوت پوری دنیا پر ثابت کی جائے اور مسلمانوں کو ذلت اور پستی کے گڑھے سے نکالا جائے۔ جمعیت المجاہدین کا پہلا ہدف پاکستان میں قادیانی قرار پائے کیونکہ مولانا مسعود علوی کے خیال میں ان کی ریشہ دوانیاں بڑھتی جارہی تھیں۔ مدارس کے طلباء کی عسکری تربیت کیلئے علی پور جتوئی کے قریب جنگل میں تربیتی مرکز قائم کر دیا گیا۔ قریباً ایک سال بعد تحریک ختم نبوت شروع ہوگئی اور جمعیت المجاہدین نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا لیکن تحریک ختم نبوت! کے بعد مولانا مسعود علوی کے بہت سے ساتھی منتشر ہو گئے۔ مولانا مسعود علوی نے حالات کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ دینی مدرسے کو اپنا مستقر بنا کر اپنے مشن کو پایہ تکمیل پہنچایا جائے۔ اس سلسلے میں مختلف علماء سے ملے صرف مولانا خواجہ خان محمد آف کندیاں شریف اس کیلئے تیار ہوئے اور اپنے مدرسے میں تعلیم کے ساتھ ساتھ فنون حرب کی تربیت کا اہتمام کرنے کا وعدہ کیا۔ مولانا خواجہ خان محمد ختم نبوت کے سرکردہ رہنما تھے۔ مولانا مسعود علوی نے ان کے مدرسہ میں تعلیم، تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی عسکری تربیت بھی شروع کر دی۔ حتی الوسع اسلحہ مہیا کیا، طلباء کو نشانہ بازی سکھانا شروع کی اور جلد ہی ایک عسکری تربیت یافتہ دستہ تیار کر لیا۔ مولانا شمشاد احمد کے مطابق ''جب مولانا مفتی محمود صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بننے کے بعد خواجہ خان محمد صاحب کے ہاں تشریف لے گئے تو علامہ مسعود شہید نے اپنے تربیت یافتہ مجاہدین کے ساتھ سلامی پیش کی اور لوگ حیران رہ گئے کہ یہ تو بہت بڑی جنگی صلاحیت رکھتا ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''المسعود'' شمارہ ستمبر 1996ء)

مولانا شمشاد احمد ان کے مزید حالات یہ بتاتے ہیں کہ اس عسکری مظاہرے کے بعد سے ''ایجنسیاں ان کا پیچھا کرنے لگیں، بالآخر مولانا مسعود شہید کو مدرسہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ اسی دوران کشمیر کے بارڈر کا دورہ کیا۔ وہ اصل میں کشمیر کو آزاد کرانا چاہتے تھے۔ کشمیر کے اندر ایک گوریلا کارروائی کی جس میں بارہ بھارتی درندوں کو ہلاک کیا۔'' (بحوالہ ایضاً)

خواجہ خان محمد کے مدرسہ کو خیر باد کہنے کے بعد مولانا مسعود علوی نے چیچہ وطنی میں ایک مدرسہ خالدیہ کے نام سے قائم کیا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کندیاں میں رہتے ہوئے مولانا نے مدارس عربیہ کا ایک نصاب مرتب کیا تھا جس میں اوقات کی اس طرح تقسیم کی کہ طلباء اپنی مصروفیات کے ساتھ فنون حرب بھی سیکھ سکیں۔ اپنے مدرسے میں بھی انہوں نے یہی

Marfat.com

نصاب رائج کیا۔اس اعتبار سے مدرسہ خالدیہ چیچہ وطنی پاکستان کا پہلا جہادی مدرسہ بنتا ہے۔ مولانا سے بے شمار طلباء نے عسکری تربیت حاصل کی اوران کی یہ عسکری تربیت افغانستان میں کام آئی۔حرکت جہاد الاسلامی کے بانی مولانا ارشاد احمد بھی ان کے شاگرد تھے' جو پاکستان سے مجاہدین کا پہلا دستہ لے کر افغانستان کی جنگ میں شرکت کیلئے گئے تھے۔

باقاعدہ عسکری زندگی کا آغاز

1979ء میں جب سوویت یونین کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو مولانا مسعود علوی ان اولین لوگوں میں سے تھے جو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس جنگ میں شرکت کیلئے گئے اور مولانا مفتی محمود سے اس جنگ کیلئے باقاعدہ جہاد کا فتویٰ حاصل کرنے اوران کی اجازت کے بعد ہی مولانا مسعود علوی افغانستان گئے تھے۔ساتھ ساتھ مدارس کی مصروفیات بھی چلتی رہیں۔ نثار احمد معاویہ کے ایک سوانحی مضمون کے مطابق مولانا مسعود کا اپنا معمول اپنے مدرسے کی مصروفیات کی وجہ سے یہی رہتا کہ وہ کچھ وقت اپنے طلباء کے ساتھ محاذ جنگ پر جاتے۔محاذ جنگ پر رہتے ہوئے بھی آپ طلباء کی جنگی مشقیں کراتے اور ساتھ ہی طلباء کو سبق بھی پڑھاتے۔اپنے طلباء کی جماعت کو جبہ خالدیہ کے نام سے موسوم کرتے اوراسی نام سے آپ جماعت کی صورت میں محاذ جنگ پر رہتے۔'' (بحوالہ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'')

حرکت المجاہدین کا قیام

حرکت الجہاد الاسلامی کے بانی مولانا ارشاد احمد' مولانا مسعود علوی کے شاگردوں میں سے تھے لیکن '' جبہ خالدیہ'' اور ''حرکت الجہاد'' الگ الگ ناموں سے کام کرتی رہیں۔ 1986ء میں مولانا ارشاد احمد آرگون کے مشہور معرکے میں اپنے 12 ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے تو حرکت الجہاد کے کچھ پاکستانی کمانڈر نئی قیادت پر متفق نہ ہو سکے۔اس گروپ کی قیادت مولانا فضل الرحمٰن خلیل کر رہے تھے۔ پکتیا کے ایک محاذ پر مولانا مسعود علوی کی مشاورت سے انہوں نے حرکت المجاہدین کی بنیاد رکھی۔مولانا فضل الرحمٰن خلیل اس کے امیر اور مولانا مسعود علوی پہلے مرکزی کمانڈر مقرر ہوئے۔نثار احمد معاویہ افغانستان میں مولانا علوی کی مصروفیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''حرکت المجاہدین کا یہ مرکز خوست چھاؤنی کے شمال میں ایک فلک بوس پہاڑی

Marfat.com

(راغیلی) پر واقع تھا جہاں قریب ہی دوسری پہاڑیوں پر ہر طرف دشمن کے مورچے موجود تھے جن سے اکثر اوقات ہمارے اس مرکز پر مختلف توپوں سے بمباری ہوتی رہتی تھی اس پہاڑ کے دامن میں ایک خشک نالہ جس کے ساتھ ایک وسیع میدان تھا جو ٹریننگ گاہ تھی مولانا مسعود شہید یہیں ٹریننگ دیتے۔ نماز فجر کے بعد جہاد کے موضوع پر آپ کا پراثر بیان ہوتا پھر وہ مجاہدین کو ایک صف میں کھڑا کر کے اور خود سب سے آگے ہو کر دوڑ لگاتے تمام ساتھی تھک کر پیچھے رہ جاتے اور آخر میں مولانا جب اکیلے رہ جاتے تو پھر تمام ساتھیوں کو صف میں کھڑا کرتے اور جہاد کیلئے جسمانی قوت بنانے کیلئے ترغیب دیتے۔ فضائل بیان کرتے واقعات سناتے اس کے بعد مولانا جنگی امور کے بارے میں سبق دیتے گھنٹوں کھڑے ہو کر اس پر لیکچر دیتے آپ کا انداز دل نشین تھا' ظرافت طبع اتنی تھی کہ ساتھیوں کو خوش کرنے کیلئے درس کے اختتام پر کشتی کیلئے تیار ہو جاتے۔ بہت سے افغانیوں اور پاکستانیوں نے آپ کے ساتھ اس فن کا مقابلہ کیا لیکن کوئی آپ کو زیر نہ کر سکا' نشانہ بہت پختہ تھا۔ باوجود کہ بینائی کمزور تھی ''رکی'' جسے افغانی ''گزمہ'' کہتے ہیں۔ ان کو خاصی مہارت تھی ساتھیوں کو دشمن کے علاقے میں خاص طریقے سے لے جاتے ان کے خفیہ راستے ان کے ٹھکانے معلوم کرتے گھات لگا کر بیٹھتے پھر ساتھیوں کو بحفاظت واپس مرکز پر لے آتے یہ ان کا اکثر معمول رہتا۔ جنگ کیلئے اکثر بے قرار رہتے افغان مجاہدین کے پاس اسلحہ اور ضروری سامان جنگ نہ ہونے کی وجہ سے دشمن پر حملہ میں تاخیر ہو جاتی تو بہت بے قرار رہتے ان کے مراکز میں جا کر بار بار پوچھتے حملے کا کب پروگرام ہے محاذ پر اس کیلئے کئی ماہ انتظار کرتے۔

جب کوئی نوجوان پاکستان یا کشمیر سے جہاد کیلئے آتا تو مولانا مسعود شہید خوشی سے پھولے نہ سماتے اس کا استقبال کرتے ہر طرح سے اس کا اکرام کرتے یہ تنظیم کے ابتدائی ایام تھے۔ مجاہدین پر عسر کے حالات تھے سخت سردی میں چند کمبل ہمارے پاس موجود تھے مولانا جلال الدین حقانی کے جہادی مراکز سے اسلحہ اور مواد غذائی ملتا تھا تنظیم کے پاس چند کلاشنکوفیں چار جی تھری چند تھری ناٹ تھری گنیں تھیں۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل جب محاذ پر پہنچتے تو یہ دونوں حضرات امیر اور کمانداں جنگی تربیت دیتے مولانا مسعود مجاہدین کو وہ دعائیں یاد کراتے جو اسلحہ چلاتے وقت' دشمن سے مقابلے کے وقت' جنگ میں خوف کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔

ایک دفعہ پانچ چھ کشمیری ساتھی محاذ پر جمع ہو گئے تو مولانا مسعود بہت خوش ہوئے کہ

Marfat.com

کشمیر کے جہاد کیلئے فورس تیار ہوگئی۔ مولانا شہید کا اس جہادی زندگی میں اتنا انہماک تھا کہ ہر وقت جنگی لباس میں رہتے اگر آپ پاکستان واپس آتے تو آپ کے پاؤں میں وہی محاذ والے بوٹ اور جسم پر محاذ والا لباس رہتا ہر وقت اس پر کڑھتے رہتے کہ علماء کیوں نہیں جہاد کیلئے عملاً نکلتے۔ فرماتے لوگ مجھے مجنون سمجھتے ہیں میں جہاد کا مجنون ہوں۔

مولانا علوی کے ایک دیرینہ دوست اور خیر المدارس ملتان کے مدرس مولانا شمشاد احمد بتاتے ہیں کہ ''علامہ مسعود نے ایک دن افغانستان میں ایک عجیب کارنامہ سرانجام دیا کہ چالیس سپٹناس گورکھا فوج کو پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اپنے آپ کو جوتوں کے تسموں کے ساتھ باندھا۔ ان کو بعد میں پتہ چلا کہ یہ مجاہد اکیلا تھا۔ مولانا مسعود کی نظر کمزور تھی اپنی گن پر دوربین فٹ کی ہوئی تھی لیکن ان حالات میں بھی مولانا محمد مسعود نے اپنے مشن کو نہیں چھوڑا''
(بحوالہ ماہنامہ ''المسعود'' راولپنڈی شمارہ ستمبر 1996ء)

مولانا مسعود علوی 1988ء میں پکتیا کی چھاؤنی خوست کے قریب کے مقام پر پاؤں بارودی سرنگ پر آجانے سے شدید زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لاکر شہید ہوگئے۔ مولانا مسعود علوی اپنی زندگی میں ہی جمعیت المجاہدین العالمی کا احیاء کر چکے تھے اور اس کا مقصد کشمیر کی آزادی تھا۔ ان کے بعد مولانا سیف اللہ شوکت کو مرکزی امیر چنا گیا جنہوں نے 1990ء میں مقبوضہ کشمیر میں پہلا گروپ بھیجا۔ مولانا مسعود علوی کی تنظیم جمعیت المجاہدین العالمی اب بھی کام کر رہی ہے۔ بلکہ بعض جہادی تنظیموں پر پابندی ہونے کے بعد اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور دیوبندی جہادی تنظیموں کو اس سے تعاون کیلئے کہا گیا ہے۔

مولانا ارشاد احمد

مولانا ارشاد احمد کو پاکستان کی طرف سے جہاد افغانستان میں سب سے پہلے شرکت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ پاکستان کی پہلی منظم دیوبندی جہادی تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے بانی تھے۔

مولانا ارشاد احمد کا تعلق میانوالی سے تھا۔ 1960ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مولانا خواجہ خان محمد کے مدرسے کندیاں شریف سے حاصل کی۔ اسی زمانے میں یہاں مولانا مسعود علوی طلباء کو فنون حرب کی تربیت دیتے تھے۔ مولانا ارشاد احمد نے بھی ان سے یہ تربیت

Marfat.com

حاصل کی۔ یہاں سے آپ جامعہ بنوریہ کراچی چلے گئے جہاں بقیہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدرس ہو گئے۔ 1979ء میں جب مولانا مفتی محمود نے جہاد افغانستان کا فتویٰ دیا تو اپنے دو ساتھیوں قاری سیف اللہ اختر اور مولانا عبدالصمد سیال کے ہمراہ افغانستان گئے اور عسکری تربیت حاصل کی۔ یہاں مولانا نصراللہ منصور کی جماعت حرکۃ انقلاب اسلامی کے ساتھ ربط پیدا کیا کیونکہ یہ واحد تنظیم تھی جو سو فیصد علماء دیوبند اور طلباء پر مشتمل تھی۔

(بحوالہ خطاب قاری سیف اللہ اختر' مطبوعہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد شمارہ اگست 2001ء)

اس دوران مولانا ارشاد احمد نے پاکستان سے نہ صرف جہاد کیلئے افرادی قوت فراہم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ پاکستانی علماء سے جہادی فتوے بھی حاصل کئے۔ 1981ء میں پاکستانی مجاہدین کو منظّم کرنے کیلئے حرکت الجہاد الاسلامی کی بنیاد رکھی جو جلد ہی دیوبندی مدارس کے طلباء میں مقبول ہوگئی۔

مولانا ارشاد احمد ماہر عسکری منصوبہ ساز تھے اور انہوں نے افغانستان میں کئی اہم فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ افغانستان میں پاکستانی مجاہدین کیلئے پہلا عسکری تربیتی کیمپ قائم کیا اور اس کے انسٹریکٹر بھی رہے۔ دیوبندی جہادی تنظیموں کے کئی اہم رہنماؤں بشمول مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے ان ہی سے عسکری تربیت حاصل کی تھی۔ پاکستانی مجاہدین کو مجتمع رکھنے میں آپ کی کاوشوں کو بہت دخل تھا۔ آپ کی جہادی خدمات کا اعتراف ڈاکٹر عبداللہ عزام نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ''مولانا ارشاد احمد نے مجاہدین کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو اللہ کی رضا کیلئے جذبہ شہادت سے سرشار اور دشمن کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔''

مولانا ارشاد احمد کو افغان جہادی رہنماؤں نے ''امیر اول'' کا خطاب دیا تھا۔ مولانا ارشاد احمد جون 1985ء میں شرانہ کے محاذ پر مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے کہ دشمن کی گولیوں کا نشانہ بنے اور شہادت پائی۔

مولانا ارشاد احمد کی شہادت کے بعد حرکت الجہاد الاسلامی اگرچہ کچھ عرصہ انتشار کا شکار رہی لیکن مجموعی طور پر اپنے تنظیمی ڈھانچے اور غیر ملکی نیٹ ورک کے حوالے سے پاکستان کی سب سے بڑی جہادی تنظیم ہے۔ جہادی رہنماؤں میں جتنا خراج تحسین انہیں پیش کیا گیا وہ کسی اور کے حصے میں کم ہی آیا ہے۔

Marfat.com

مولانا مفتی رشید احمد

طالبان کے معاون الرشید ٹرسٹ کے بانی اور پاکستان میں جہاد کے فروغ میں بنیادی کردار کرنے والے مولانا مفتی رشید احمد کو پاکستان کی جہادی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل رہے گا۔

مولانا مفتی رشید احمد کے والد مولانا محمد سلیم' مولانا اشرف علی تھانوی کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ مفتی صاحب نے بھی ان سے اکتساب فیض کیا۔ وہ 1928ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ جامعہ بنوریہ کراچی کی بنیاد رکھنے میں مولانا یوسف بنوری کا ساتھ دیا اور جامعہ کے شعبہ دارالافتاء کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔

مولانا مفتی رشید احمد نے 1360ھ سے اپنی وفات 1422ھ (3 مارچ 2002ء) تک 50 ہزار سے زائد فتاوی تحریر فرمائے اور بیشتر فتوے اپنے ہاتھ سے تحریر کئے۔ بالمشافہ اور ٹیلیفون پر روزانہ بتائے جانے والے فتاویٰ کو ملایا جائے تو تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ''احسن الفتویٰ'' کو آپ کی شہکار تصنیف بتایا جاتا ہے' جس کا موضوع اسلامی قوانین ہیں' دس جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے صفحات کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہے۔ تصانیف کی مجموعی تعداد 60 ہے۔ آپ سے براہ راست استفادہ کرنے والے پانچ سو سے زائد مفتیان کرام دنیا بھر میں افتاء کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

الرشید ٹرسٹ کا قیام

مولانا مفتی رشید احمد ہمیشہ سے جہادی تنظیموں کے معاون اور سرپرست رہے۔ افغانستان میں جب طالبان اقتدار میں آئے اور ان کیلئے دنیا کی طرف سے عمومی عدم تعاون کو پیش نظر رکھتے ہوئے کئی اقدامات کئے۔ پاکستان کی مخیّر شخصیات کو طالبان حکومت کی مدد پر آمادہ کیا لیکن آپ کا ایک اہم کارنامہ الرشید ٹرسٹ کا قیام تھا جو 13 فروری 1996ء کو کراچی میں رجسٹر ہوا۔ الرشید ٹرسٹ کے ابتدائی بنیادی مقاصد میں پاکستان میں مختلف فلاحی منصوبے جاری کرنا' مساجد اور مدارس کی تعمیر کے علاوہ مذہبی لٹریچر کی تقسیم شامل تھی لیکن وقت

Marfat.com

گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی سرگرمیاں افغانستان اور چیچنیا میں بڑھ گئیں اور طالبان کو معاونت فراہم کرنے والا یہ اہم ادارہ بن گیا۔ پاکستان میں اس کا نیٹ ورک بڑی تیزی سے پھیلا اور صرف دو سال کے عرصے میں اس کی 40 ضلعی شاخیں قائم ہو گئیں اور پبلک فنڈز کے حصول میں ایدھی ٹرسٹ کے بعد دوسرا بڑا ادارہ بن گیا۔ الرشید ٹرسٹ نے عوام سے فنڈز حاصل کرنے کی سرگرمیوں کو تیز کرنے کیلئے ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کا اجرا کیا جو جلد ہی پاکستان میں دیوبندی جہادی تنظیموں اور طالبان کا ترجمان بن گیا۔ اگلے مرحلے میں کراچی سے روزنامہ ''اسلام'' کا اجرا کیا گیا اور یوں عوامی رابطے میں مزید آسانی پیدا ہو گئی۔ افغانستان میں طالبان کے اقتدار تک الرشید ٹرسٹ کے بے شمار فلاحی منصوبے چل رہے تھے اور وہاں اس کے ملازمین کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی اور سالانہ 25 کروڑ روپے ان منصوبوں پر خرچ ہو رہے تھے۔ الرشید ٹرسٹ کی فلاحی سرگرمیوں کا دائرہ صرف افغانستان تک محدود نہ تھا بلکہ چیچنیا' کوسووا اور ارکان (برما) تک پھیلا ہوا تھا۔ 2001ء میں الرشید ٹرسٹ کا آڈٹ کراچی کی ایک فرم شریف کوگن اینڈ کو نے کیا۔ اس آڈٹ رپورٹ کے مطابق 1999-2000ء میں ٹرسٹ کو 146 ملین روپے کے فنڈز ملے جس میں سے 136 ملین روپے تقسیم کئے گئے۔ یہ رقم صرف پاکستان سے اکٹھی ہوئی تھی جبکہ بیرون ممالک سے ملنے والی امداد اس کے علاوہ تھی۔ ''دی ہیرالڈ'' کراچی نے اکتوبر 2001ء کی اشاعت میں لکھا کہ الرشید ٹرسٹ نے 750000 ڈالر نقد چیچنیا بھیجے۔ 20 ملین روپے طالبان حکومت کو کیش کی صورت میں دیئے جو افغانستان میں فلاحی منصوبوں کے علاوہ تھے اور 2.1 ملین روپے کوسوو کے مسلمانوں کی امداد کیلئے بھیجے گئے۔ مفتی رشید احمد نے الرشید ٹرسٹ کو اسلامی جہادی قوتوں کا پشت پناہ بنا دیا تھا اور جہادی تنظیمیں اسے ان کی بہت بڑی جہادی خدمت قرار دیتی ہیں۔ امریکہ نے اکتوبر 2001ء میں اس پر پابندی عائد کر کے اس کے فنڈز منجمد کر دیئے تھے اور اس پر دہشت گرد تنظیموں کی معاونت کا الزام عائد کیا تھا لیکن ٹرسٹ کی سرگرمیاں جاری رہیں اور آج بھی ٹرسٹ سابقہ انداز میں کام کر رہا ہے۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد الرشید ٹرسٹ نے افغان حکومت کے عبوری سربراہ حامد کرزئی سے افغانستان میں کام کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے اور وہاں اس کے منصوبے ویسے ہی جاری ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ یوسف لدھیانوی

مولانا حافظ یوسف لدھیانوی دیوبند مسلک کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور دیوبندی جہادی تنظیموں کے سرخیل رہے۔

ابتدائی حالات

مولانا یوسف لدھیانوی، ضلع لدھیانہ کی ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی عیسیٰ پور میں 1932ء کو الحاج چودھری اللہ بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے۔ آپ نے قرآن مجید اپنے والد کے پیر بھائی قاری ولی محمد سے پڑھا۔ 13 سال کی عمر میں مدرسہ محمودیہ اللہ والا (لدھیانہ) میں داخلہ لیا، وہاں فارسی پڑھی، اگلے سال مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے مدرسہ انوریہ میں داخلہ لیا اور دو سال عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ تقسیم برصغیر کے بعد خاندان کے ہمراہ ملتان آئے اور یہاں کے ایک گاؤں چک 335 ڈبلیو بی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ قریب ہی منڈی جہانیاں کے مدرسے، مدرسہ رحمانیہ میں دوبارہ تعلیمی سلسلہ شروع کیا۔ پھر ایک سال ضلع بہاولنگر کے شہر فقیر والی میں مولانا عبداللہ رائے پوری اور ان کے بھائی مولانا لطف اللہ شہید اور مفتی عبداللطیف سے متوسط کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ملتان میں جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آپ نے عملی زندگی کا آغاز درس و تدریس سے کیا۔ فیصل آباد کے قریب روشن والا میں پڑھایا پھر احیاء العلوم ماموں کانجن سے منسلک رہے۔

جن دنوں ماموں کانجن میں مدرس تھے اپنا پہلا مضمون لکھا۔ یہ مضمون ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نظریے کے خلاف تھا جو صدر ایوب کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور مذہب کے بارے میں ان کے تصورات کی ملک گیر مخالفت ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ مضمون کراچی کے ماہنامہ ''بینات'' کو بھیجا۔ جسے پڑھ کر مولانا یوسف بنوری نے اپنے پاس بلا لیا۔ پہلے تو آپ کچھ عرصہ جزوقتی بینات کے ساتھ رہے اور پھر جلد ہی کراچی منتقل ہو گئے۔

Marfat.com

خدمات

کراچی منتقل ہونے کے بعد مولانا کو لکھنے کے وسائل مہیا ہو گئے اور کئی تصنیف تحریر کیں۔ان کی تحریر و تالیف کردہ کتب کی تعداد خاصی کثیر ہے جن میں سے بیشتر ردِ قادیانیت پر ہیں اور اس وقت دیوبندی مدارس میں قادیانیت کے خلاف جو لٹریچر پڑھایا جا رہا ہے' اس میں سے 80 فیصد مولانا کا تحریر کردہ ہے۔ کراچی میں آپ کا قریبی تعلق مولانا یوسف بنوری سے قائم ہوا اور ان کی سرپرستی میں قائم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ میں شمولیت اختیار کی۔ مولانا یوسف بنوری کی وفات کے بعد مولانا خواجہ خان محمد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے اور مفتی احمد الرحمٰن نائب امیر' مفتی صاحب کے انتقال کے بعد مولانا یوسف لدھیانوی کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور وہ آخر وقت تک اس عہدے پر فائز رہے۔ مولانا نے پاکستان بھر میں کئی مدارس اپنی سرپرستی میں بنوائے مولانا نعیم امجد سلیمی نے ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد کے شمارہ اگست 2000ء میں مولانا کی سوانح پر مضمون لکھا جس سے دینی مدارس کے حوالے سے مولانا کے اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔

''ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ میرے گاؤں میں قرآن کریم پڑھانے کا انتظام نہیں ہے کیا اس کی میرے اوپر ذمہ داری تو نہیں؟

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ذمہ داری تو ہے پھر گھر تشریف لے گئے ایک معتد بہ رقم لا کر میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا اس سے جگہ کا بندوبست کرو' حضرت دو مرتبہ اس مدرسہ میں تشریف لے گئے اور بہت خوش ہوئے۔ آج بھی وہ مدرسہ دارالقرآن یوسفیہ کے نام سے پنجاب کے ایک گاؤں میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔''

مولانا یوسف لدھیانوی نے اپنا اصلاحی تعلق مولانا خیر محمد جالندھری سے قائم کیا تھا۔ ان کی رحلت کے بعد مولانا یوسف بنوری سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو اپنا شیخ بنایا۔ انہیں مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفی سے اجازت بیعت حاصل تھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے شاگرد مولانا محمد حسین پوری کو خلافت سے نوازا۔ اس کے بعد مفتی نظام الدین شامزئی' ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر' مفتی محمد جمیل خاں' مولانا محمد سعید احمد جلال پوری' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا فضل الرحمٰن' مفتی منیر احمد اخوند' حافظ عبدالقیوم نعمانی سمیت 47 حضرات کو خلعت خلافت سے نوازا۔ ان 47 افراد میں تبلیغی

Marfat.com

جماعت کے بزرگ (امیر) مولانا طارق جمیلؒ کالعدم سپاہ صحابہ کے امیر مولانا اعظم طارق اور کالعدم جیش محمد کے امیر مولانا مسعود اظہر بھی شامل ہیں۔

جہادی خدمات

مولانا حافظ یوسف لدھیانوی نے دیوبندی مسلک کی جہادی تنظیموں کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ابتدا میں حرکت الجہاد الاسلامی کی سرپرستی کرتے رہے۔ حرکت المجاہدین اور حرکت الجہاد کے الحاق سے حرکت الانصار کا قیام آپ کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ جب یہ دونوں تنظیمیں الگ ہو گئیں تو حرکت المجاہدین پر دست شفقت رکھا۔ 31 دسمبر 1999ء کو مولانا مسعود اظہر بھارتی قید سے رہائی کے بعد پاکستان پہنچے اور نئی جہادی تنظیم ''جیش محمدؐ'' کے قیام کا اعلان کیا تو مولانا لدھیانوی نے سب سے پہلے اس کی تائید کی اور مولانا مسعود اظہر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پندرہ روزہ ''جیش محمدؐ'' کراچی کی اشاعت 13 فروری 2001ء میں جیش محمدؐ کے قیام کے پس منظر کے متعلق رپورٹ شائع ہوئی جس میں آپ کی خدمات کا اعتراف یوں کیا گیا:

''حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے اعلان کے بعد مولانا کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور یہ کلمات ارشاد فرمائے ''مولانا میرے امیر ہیں جہاد کے کام کیلئے جہاں بھی تشکیل کریں میں حاضر ہوں'' اور ان ہی جذباتی مناظر میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب، حضرت مولانا مفتی جمیل خان صاحب، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، حضرت مولانا محمد ساجد عثمان صاحب اور دیگر کئی مجاہدین نے حضرت امیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد کر لی اور اس بابرکت مجلس میں باقاعدہ طور پر جیش محمدؐ کا اعلان ہو گیا۔

بلکہ اپنی شہادت سے دو روز قبل بھی افغانستان کے دورے سے لوٹے تھے۔ جہاں انہوں نے ملا عمر کے علاوہ دیگر جہادی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' فیصل آباد کے مطابق ''شمالی علاقے میں خط اول پر مجاہدین کے مورچوں کا معائنہ کیا تھا۔'' (شمارہ جون 2000ء)

شہادت

18 مئی 2000ء بروز جمعرات مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو کراچی کے فیڈرل بی

Marfat.com

اریا کی جامعہ مسجد الفلاح کے قریب ہلاک کر دیا گیا۔ واقعات کے مطابق. وقوعہ کے روز معمول کے مطابق آپ اپنی رہائش گاہ فیڈرل بی ایریا سے پرانی نمائش دفتر مجلس تحفظ ختم نبوتؐ جانے کیلئے اپنی کار میں سوار ہو کر چند قدم کے فاصلے پر ایک پھل فروش سے پھل خرید رہے تھے کہ ایک نوجوان نے سامنے سے نمودار ہو کر مولانا سے مصافحہ کیا اور دوسرے ہاتھ سے پستول سے فائرنگ کر دی' آپ کے ڈرائیور اور صاحبزادے نے جوان کے ساتھ کار میں موجود تھے' مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو نوجوان نے ان پر بھی فائرنگ کر دی جس سے تینوں حضرات شدید زخمی ہو گئے بعدازاں ڈرائیور نے بھی دم توڑ دیا۔ قاتل فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور بعدازاں مجلس تحفظ ختم نبوت' سپاہ صحابہ اور جیش محمد کے قائدین نے اس کا الزام تحریک جعفریہ پر عائد کیا اور قاتل کا نام یاور عباس بتایا جو کہ تحریک جعفریہ کا سرگرم کارکن تھا۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی شہادت کو مذہبی' سماجی اور حکومتی حلقوں نے بہت بڑا نقصان قرار دیا۔ سپاہ صحابہ کے ترجمان رسالے ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' فیصل آباد نے اپنے شمارے جون 2000ء کے اداریے میں لکھا:

''حضرت لدھیانوی کا قتل ایک عالم نہیں ایک عالم کا قتل ہے ان کی شہادت سے فقط عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے نائب امیر کے وجود سے محروم نہیں ہوئی بلکہ سپاہ صحابہ اور جیش محمد کے مجاہدین اپنے سرپرست مربی مرشد سے محروم ہو گئے۔ ان کے ہزاروں شاگرد ان ذی قدر اور لاکھوں قارئین اپنی متاع عزیز گنوا بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علم و فضل' زہد و تقویٰ' عجز و انکسار اور فقاہت فی الذین کی بیش بہا نعمتوں سے نوازا تھا اور وہ ساری زندگی اس دولت کو تقریر تحریر اور درس و افتاء کی صورت میں اللہ کے بندوں پر لٹاتے رہے۔ انہوں نے ہزاروں مسائل پر نہایت تحقیقی مضامین لکھے ان کی تحریر میں علمیت کے ساتھ ساتھ ایک خاص قسم کی حلاوت چھلکتی محسوس ہوتی تھی تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ان کی تحریریں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مستقل لٹریچر کی حیثیت سے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر ہر سال تقسیم ہو رہی ہیں۔ وہ منکرین ختم نبوت کو ہر رنگ میں پہچانتے اور ان پر برق صاعقہ بن کر ٹوٹتے تھے۔ کچھ عرصہ قبل کراچی کے ایک بہت بڑے شیعہ رہنما نے چند سوالات لکھ کر ان کی خدمت میں بھیجے تھے۔ مولانا نے ان سوالات کا تفصیلی جواب لکھا اور شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم کے نام سے ایک خوبصورت اور لاجواب کتاب طبع کرا

Marfat.com

کر مذکورہ شیعہ رہنما کو بھیج دی جس میں حضرت نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ شیعیت کا عقیدۂ امامت مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت کی جڑیں کاٹتا ہے۔ لہٰذا شیعیت کا اسلام سے وہی تعلق ہے جو قادیانیت کا اسلام سے ہے۔ حضرت کی یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر دنیا بھر میں پھیل چکی ہے اور تحفظ ناموس رسالت وصحابہ کرام کے موضوع پر کام کرنے والوں کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا مفتی محمود

مولانا مفتی محمود دیوبندی مسلک کے اہم سیاسی اور مذہبی رہنما تھے۔ متحدہ جمعیت علمائے اسلام کے امیر اور صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ رہے۔ آپ 1919ء میں پنیالہ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول پنیالہ، مدرسہ قاسمیہ مراد آباد اور دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیں اور شیخ الحدیث ہوئے۔ 22 ہزار شرعی فتوے جاری کئے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت، 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

پاکستان میں سب سے پہلے مفتی محمود نے جہاد افغانستان کے عالمی جہاد ہونے کا فتویٰ دیا اور اس سلسلے میں پاکستان میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کیلئے طوفانی دورہ کیا اور علماء اور مدارس کے طلبہ کو جہاد کیلئے تیار کیا۔ مولانا اللہ وسایا قاسم ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' کے شمارے مارچ 2001ء میں ان کی جہادی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب صوبہ سرحد اور بلوچستان کے سیاستدانوں نے جہاد افغانستان کے خلاف پراپیگنڈا شروع کیا تو مولانا مفتی محمود نے پشاور، مردان، سوات اور کوئٹہ کے پبلک جلسوں میں انہیں کھلے بندوں للکارا اور کہا کہ تم اگر بطور مسلمان جہاد افغانستان کی حمایت نہیں کر سکتے تو کم از کم پختون ہونے کی حیثیت سے ہی اس بات کا خیال کرو کہ جب برصغیر پاک و ہند پر انگریزوں کی یلغار کے موقع پر ہمارے آباؤ اجداد ہجرت کر کے افغانستان گئے تھے اور وہاں جا کر انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی منظم کی تھی تو ان افغانوں نے تمہارے باپ دادا کا ساتھ دیا تھا اور انہیں جگہ دی تھی اور تحریک آزادی میں ان سے تعاون کیا تھا اس لئے آج ان

Marfat.com

پر اگر براوقت آیا ہے اور روس نے وہاں فوجیں اتار کر ان کی آزادی سلب کر لی ہے تو احسان فراموش نہ بنو غیرت مند پٹھانوں کی طرح اپنے افغان بھائیوں کا ساتھ دو۔ تاریخ گواہ ہے کہ مولانا مفتی محمود کی اس للکار کا سامنا کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی اور اس کے نتیجہ میں صوبہ سرحد اور بلوچستان کے غیور عوام خاص طور پر افغان مجاہدین اور مہاجرین کی پشت پناہی اور حمایت میں پیش پیش رہے۔

مولانا مفتی محمود نے 21 نومبر 1980ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں وفات پائی۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا عبدالحق

مولانا عبدالحق جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور جمعیت علمائے اسلام کے اہم رہنما تھے۔ ان کے مدرسے نے 1979ء سے ہی جہادی نرسری کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ ان کا شمار پاکستان کے اہم جہادی رہنماؤں میں ہوتا ہے۔

مولانا عبدالحق کا تعلق اکوڑہ خٹک سے تھا۔ والد کا نام حاجی معروف گل تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں سے دینی تعلیم مکمل کی۔ مولانا حسین احمد مدنی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ اکتوبر 1943ء میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس تقرر ہو گیا اور چار سال یہاں پڑھاتے رہے۔ 1947ء میں ماہ رمضان گزارنے کیلئے اکوڑہ خٹک آئے تو اسی دوران پاکستان کے قیام کا اعلان ہو گیا اور آپ واپس دیوبند نہ جا سکے۔ مولانا حسین احمد مدنی نے اصرار کر کے بلانا چاہا لیکن والد نے اجازت نہ دی۔ انہوں نے گاؤں کے طلباء کو درس دینا شروع کر دیا۔ 18 اپریل 1954ء کو ڈیڑھ ایکڑ زمین پر دارالعلوم حقانیہ کا سنگ بنیاد رکھا جو جلد ہی ممتاز دینی ادارہ بننے کے علاوہ سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بھی بن گیا۔ مولانا عبدالحق نے جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت اختیار کی اور اس کے اہم رہنما بن گئے۔ نوشہرہ سے تین بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1970ء میں اس حلقے سے سابق وزیراعلیٰ سرحد نصراللہ خٹک کو شکست دی تھی۔ 1973ء کے آئین کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نے تقریباً 200 ترمیمات پیش کی تھیں جو کہ شامل کر لی گئیں اور آج آئین پاکستان کا حصہ ہیں۔ 1981ء میں آپ کو مذہبی خدمات کے صلے میں ستارہ پاکستان کا ایوارڈ پیش کیا گیا۔ 1972ء میں پشاور یونیورسٹی کی طرف

Marfat.com

سے اعزازی طور پر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی دی گئی تھی۔

1979ء میں جب سوویت فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو وہاں کے علماء نے آپ سے تعاون کی درخواست کی اور بیشتر افغانی علماء جنہوں نے سوویت فوجوں کے سامنے مزاحمت کی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے مدرسے کے طلبہ کو نہ صرف عملی طور پر ان کی مدد کیلئے بھیجا بلکہ افغان جنگ کیلئے جہاد کا فتویٰ بھی جاری کیا۔ افغان رہنماؤں کے آپ سے روابط استوار ہوئے اور آپ نے ان کی ہر ممکن مدد کی اور پاکستان میں جہادی فضا ہموار کرنے میں تحریر و تقریر دونوں سے کام لیا اور آخری ایام میں کچھ جہادی رسالے بھی تصنیف کئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کو جہاد پر جانے کی اجازت دی اور افغان رہنماؤں کی پاکستان میں میزبانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان کی انہی کاوشوں کا حصہ تھا کہ سابقہ طالبان حکومت میں تقریباً 90 فیصد وزراء اور عدلیہ عالیہ کے ممبر دارالعلوم حقانیہ کے سابق طالبعلم تھے۔ (بحوالہ ''ماہنامہ الحق'' اکوڑہ خٹک' شمارہ جون 2001ء)

مولانا عبدالحق 17 ستمبر 1988ء کو وفات پا گئے اور ان کے بعد مولانا سمیع الحق نے ان کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

☆☆☆

Marfat.com

شیخ جمیل الرحمٰن

شیخ جمیل الرحمٰن جماعت الدعوۃ القرآن والسنۃ افغانستان کے بانی تھے اور افغانستان کے صوبہ کنٹر میں سب سے پہلے اسلامی ریاست قائم کی تھی۔ پاکستان کے جہادی علماء میں ان کے تذکرے کی دو اہم وجوہ ہیں۔ ایک تو ان کی دینی تعلیم پاکستان میں ہوئی' زیادہ عرصہ یہیں مقیم رہے۔ دوسرے انہوں نے پاکستان میں اپنی جماعت کے کئی مدارس اور دفاتر قائم کئے اور جماعت الدعوۃ کا نیٹ ورک پاکستان تک پھیلایا۔ ان کی یہ جماعت پاکستان کی اہم اہلحدیث جماعتوں میں شمار ہوتی ہے۔

ابتدائی حالات اور جہادی سرگرمیاں

شیخ جمیل الرحمٰن افغانستان کے صوبہ کنٹر کے ضلع دراخیش کے گاؤں ننگلام میں پیدا ہوئے۔ پاکستان کے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد گاؤں آ کر مدرسہ جامعہ تعلیم القرآن والحدیث قائم کیا۔ یہ ظاہر شاہ کا آخری دور تھا۔ شیخ جمیل الرحمٰن افغانستان میں ان کی کمیونسٹ نواز پالیسیوں سے متفق نہیں تھے۔ انہوں نے افغانستان میں خالصتاً اسلامی حکومت کے قیام کیلئے جدوجہد شروع کر دی۔ ملک بھر کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے دورے کئے' بدخشاں' نورستان' جلال آباد' کابل' پغمان سمیت دیگر صوبوں میں سلفی علماء سے رابطے کئے اور 1965ء میں ایک جماعت ''امت مسلمہ'' کے نام سے قائم کی۔ جب سردار داؤد برسر اقتدار آیا تو پابندی کے خدشے کے پیش نظر جماعت کا نام بدل کر جماعت الدعوۃ الی القرآن والسنۃ رکھ دیا گیا۔ شیخ جمیل الرحمٰن کی سرگرمیاں سردار داؤد کے دور میں بڑھیں اور مولانا ابوعطاء اللہ تاج محمد' ناظم امور خارجہ جماعت الدعوۃ افغانستان کے مطابق ''حکومت شیخ

Marfat.com

شہید کی سرگرمیوں کو اپنے لئے خطرہ سمجھتی تھی چنانچہ سردار داؤد نے شیخ صاحب کی گرفتاری کیلئے زمین اور مالی انعام مقرر کیا۔ یہاں تک کہ شیخ صاحب کے گاؤں پر اتنی بمباری کی اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ گرفتاری کے خطرے کے پیش نظر شیخ صاحب کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ ان کا بیشتر وقت سفر کرتے گزرتا تھا۔ شیخ صاحب نے سردار داؤد کے ابتدائی زمانے میں ہی اپنے لوگوں کو اسلحہ جمع کرنے کی تلقین شروع کر دی تھی اور اسی دوران خفیہ عسکری تربیت کا آغاز بھی کر دیا تھا اور جب شیخ صاحب نے اچھی خاصی قوت جمع کر لی تب جماعت کے ذمہ داران کا ایک اجلاس اپنے گھر پر بلایا۔ اس اجلاس میں صوبہ کنٹر کے دارالخلافۃ اسد آباد پر حملے کا فیصلہ کیا اور حکومت کے تمام ضلعی اور تحصیلوں کے دفاتر پر حملے کا پلان بنایا'' (بحوالہ انٹرویو مطبوعہ ماہنامہ ''صراط مستقیم'' کراچی شمارہ جون 1995ء)

شیخ جمیل الرحمٰن کو افغانستان میں عسکری جہاد کا بانی تصور کیا جاتا ہے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ افغانستان میں پہلی اسلامی حکومت کے بانی بھی تھے۔ انہوں نے 1983ء میں صوبہ کنٹر پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے بعد ایک آزاد اسلامی ریاست ''امارت اسلامی کنٹر'' کے قیام کا اعلان کیا اور جواز پیش کیا کہ جیسے جیسے افغانستان کے باقی علاقے آزاد ہوتے جائیں گے وہاں بھی اسلامی نظام حکومت قائم کر دیا جائے گا لیکن کنٹر میں دیگر جماعتیں بھی فعال تھیں۔ خصوصاً گلبدین حکمت یار کی حزب اسلامی' اس نے امارت اسلامی کنٹر کے نظام حکومت کو چلانے کیلئے انتخابات کا مطالبہ کر دیا۔ مولانا ابوعطاء تاج کے مطابق ''شیخ صاحب انتخابات کے مخالف تھے' وہ چاہتے تھے کنٹر کے کمانڈروں' دانشوروں' علماء اور معاملہ فہم افراد کو بلا کر ایک امیر کا انتخاب کر لیں خواہ وہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتا ہو لیکن دیگر جماعتوں کے دباؤ پر شیخ صاحب انتخابات کیلئے تیار ہو گئے۔ تمام جماعتوں نے انتخابات کی تیاریاں شروع کر دیں تاہم انتخابات سے کچھ قبل دوسری چھ جماعتیں دستبردار ہو گئیں یوں مقابلہ جماعت الدعوۃ الی القرآن والسنۃ اور حزب اسلامی کے درمیان رہ گیا۔

الحمدللہ انتخابات میں جماعت الدعوۃ نے 45 نشستیں حاصل کیں اور مدمقابل حزب اسلامی دیگر جماعتوں کے تعاون کے باوجود بھی 35 نشستیں حاصل کر سکی چنانچہ تمام جماعتوں نے مل کر شیخ صاحب کو امیر بنا لیا اور اس تحریر پر تمام جماعتوں کے نمائندوں کے دستخط ہوئے کہ صوبہ کنٹر میں اسلامی قانون نافذ ہوگا اور جب تک افغانستان میں اسلامی قانون ہوگا اس

Marfat.com

وقت تک کنڑ ایک علیحدہ اسلامی ریاست ہوگی۔ شیخ صاحب نے کنڑ عوام سے بیعت لی اور سو افراد پر مشتمل شوریٰ قائم کر دی شیخ صاحب نے شوریٰ میں مختلف وزارتیں بنائیں مثلاً وزارت امور خارجہ، وزارت تعلیم، وزارت امور جہاد، وزارت معدنیات، وزارت زراعت، وزارت برقی وزارت سفارت وغیرہ۔ شیخ صاحب نے مکمل اسلامی نظام نافذ کر دیا۔ (بحوالہ ایضاً)

شیخ جمیل الرحمٰن کو کنڑ میں حزب اسلامی کی مخالفت کا سامنا رہا جبکہ ان کے قریبی علاقے وادی نورستان میں اہلحدیث علماء بھی مکمل کنٹرول حاصل کر چکے تھے اور ادھر 16 اپریل 1982ء کو نورستان کو آزاد مملکت قرار دے کر مولوی محمد افضل وزیر اعظم بن چکے تھے۔ مولوی محمد افضل کی حکومت اور شیخ جمیل الرحمٰن کے درمیان عرصہ تک مخاصمت چلتی رہی اور پاکستان کے سلفی حلقے مخمصے کا شکار تھے کہ کس کا ساتھ دیں۔ مولانا خالد گرجاکھی نائب امیر جماعت المجاہدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے دونوں فریقوں کو آپس کی مخالفت ترک کرنے پر آمادہ کیا۔ اپنی کتاب ''جہاد افغانستان'' میں لکھتے ہیں کہ:

1985ء میں مولانا جمیل الرحمٰن سے ملا اور انہیں گزارش کی کہ آپ سلفی لوگ تھوڑے ہیں اس لئے کوئی صورت الجھاؤ والی پیدا نہ ہونے دیں بلکہ آپ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا سلسلہ قائم کریں البتہ میرا خیال دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے میں مدغم کرنے کا نہیں تھا کیونکہ آج کے دور میں غیر اقوام جو دنیا پر مسلط ہیں انہوں نے اس کفریہ نظام کی بنیاد خدا پرستی کے بجائے جمہوریت پر رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ افغانستان میں قریباً آٹھ دس پارٹیاں رجسٹرڈ ہیں جب حکومت بنے گی تو ہر حال انہوں نے تمام جماعتوں کو کچھ نہ کچھ حصہ دینا ہے تو کم از کم سلفیوں کی دو جماعتیں ہوں گی شاید آپ کی پوزیشن صحیح رہے البتہ آپ دونوں گروہ ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈہ بالکل نہ کریں چنانچہ مولانا جمیل الدین صاحب نے میری تجویز کو اپنی شوریٰ میں پیش کر کے اسے منوا لیا اور آئندہ کیلئے دونوں گروپوں نے ایک دوسرے کے خلاف کسی قسم کا پراپیگنڈہ کرنا بند کر دیا۔

شیخ جمیل الرحمٰن نے پاکستان میں بھی کافی کام کیا اور مولانا ابوعطاء اللہ تاج محمد کے بقول:

ترکئی کے دور میں جب افغان مہاجرین کا ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا کیمپوں میں شیخ صاحب نے دینی تعلیم کیلئے بڑی تعداد میں مدارس قائم کئے۔ اسی طرح اسلام آباد، کراچی، کوئٹہ، باجوڑ اور دیر وغیرہ میں ہمارے دفاتر قائم ہوئے۔ پاکستان کی تمام اہلحدیث جماعتوں

Marfat.com

سے ہم نے تعلقات قائم کئے۔ ہماری خواہش ہے کہ پاکستان کے سب اہلحدیث ایک ہو جائیں۔ اتحاد کے مسئلے میں شیخ سمیع اللہ صاحب نے حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب اور صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی صاحب کے گھروں میں اجلاس بھی کئے۔

(بحوالہ ماہنامہ ''صراط مستقیم''، کراچی، شمارہ جون 1995ء)

ان کی جماعت پاکستان میں خصوصاً صوبہ سرحد میں بے حد فعال ہے اور کئی مدارس اس کی زیرنگرانی چل رہے ہیں جبکہ یہ جماعت اہلحدیث جماعتوں کے بڑے اتحاد ''مجلس عمل اہلحدیث'' کا بھی حصہ ہے۔ شیخ جمیل الرحمٰن پاکستانی مجاہدین کی بھی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں اور اہلحدیث جہادی تنظیموں کے بیشتر عسکری تربیتی کیمپ صوبہ کنٹر میں ہی قائم رہے۔ مولانا خالد گرجاکھی شیخ جمیل الرحمٰن کے اس کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ہمارے پاکستانی سلفی بچے جو وہاں جاتے ہیں ان کی سرپرستی فرماتے ہیں بلکہ لشکر طیبہ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب نے خود جا کر جگہ دے کر معسکر بنوایا جس کے موجودہ امیر مولانا ذکی الرحمٰن صاحب ہیں۔ اب ایک اور جگہ جو اس سے بھی آگے ہے ایک اور معسکر اقصیٰ (ٹریننگ سنٹر) بنایا گیا ہے جس میں صرف کشمیری بچے ٹریننگ حاصل کرتے ہیں یہ تمام کام پروفیسر محمد سعید صاحب پروفیسر انجینئرنگ کالج لاہور کی زیرقیادت کام کر رہے ہیں جن کا مرکز لاہور، پشاور، مظفرآباد، باغ اور کنٹر افغانستان میں بھی ہے۔'' (بحوالہ ''جہاد افغانستان'' مظفرآباد، مطبوعہ 1986، صفحہ نمبر 19)

شیخ جمیل الرحمٰن صوبہ کنٹر میں حکومت سازی کے بعد کافی عرصہ حزب اسلامی سے بھی برسرپیکار رہے۔ مولانا ابوعطاء اللہ تاج محمد کے مطابق حزب اسلامی نے دیگر سات جماعتوں کو اپنے ساتھ ملایا مختلف صوبوں سے لوگ بلائے گئے یہاں تک کہ دوسرے ملک کے قبائلی علاقے جو ہمارے علاقے کے ساتھ تھے ان کے لوگوں کی اجرت پر خدمات حاصل کی گئیں اور ان کو یہ سبق پڑھایا گیا کہ وہابیوں کا مال لوٹو ہمارے لئے ان کا مال حلال ہے۔ خود حزب اسلامی نے اپنے رسالے میں لکھا کہ وہابی لوگ ایسے ہوتے ہیں ویسے ہوتے ہیں یہ فلاں کو نہیں مانتے یہ گستاخ رسولؐ ہیں وغیرہ وغیرہ اور قبائلیوں سے کہا کہ آپ جو لوٹ مار کرو گے وہ سب مال آپ کا ہوگا آپ سے کچھ نہیں لیں گے۔ (بحوالہ ''صراط مستقیم'')

شیخ جمیل الرحمٰن کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے قاتل کا نام عبداللہ رومی تھا جو عرب باشندہ اور

Marfat.com

صحافی تھا۔ مولانا ابوعطاء اللہ کے مطابق پاکستان کے علاقے باجوڑ ایجنسی میں ہمارا ہیڈ کوارٹر تھا۔ شیخ صاحب زیادہ تر یہیں ہوا کرتے تھے۔ یہ واقعہ بھی ادھر پیش آیا۔ عبداللہ رومی باجوڑ میں شیخ صاحب سے ملنے آیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ شیخ صاحب کا قریبی آدمی تھا لیکن مولانا ابوعطاء اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیخ صاحب سے پہلے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ شیخ صاحب نے اپنے باڈی گارڈز کو ہدایت کر رکھی تھی کہ عربوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا کرو' تلاشی لو لیکن تنگ مت کیا کرو جس وقت یہ شیخ صاحب کے کمرے میں آیا' چھوٹا سا قرآن اس کے ہاتھ میں تھا' قرآن کے پیچھے اس نے پستول چھپا رکھی تھی۔ قاتل نے شیخ صاحب پر فائر کر دیا' بھاگنے کی کوشش کی' باڈی گارڈ پر بھی فائر کیا لیکن جب اسے یقین ہو گیا کہ یہاں سے بھاگنا ممکن نہیں ہے تو اس نے خود اپنے آپ کو گولی مار لی۔ ادھر باڈی گارڈ نے بھی پورا برسٹ مار دیا اور یوں وہ ہلاک ہو گیا۔

شیخ جمیل الرحمٰن کی شہادت کے بعد ایک سال تک امارت اسلامی مؤثر رہی بعد ازاں حکومت میں دیگر جماعتوں کو بھی شامل کر لیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا ڈاکٹر شیر علی

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ پاکستان کے اہم ترین جہادی علماء میں سے ہیں۔ دیوبندی جہادی تنظیموں کے قیام اور ان کے اندرونی معاملات سے آپ کا گہرا تعلق ہے۔ طالبان انتظامیہ میں آپ کے بے شمار شاگرد شامل تھے۔ ملا عمر ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔

مولانا سید شیر علی شاہ صوبہ سرحد کے ضلع نوشہرہ' اکوڑہ خٹک میں 42-1941ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا سید قدرت شاہ علاقے کے معروف عالم دین اور مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ مولانا شیر علی شاہ نے بیشتر دینی تعلیم جامعہ اکوڑہ خٹک سے ہی حاصل کی اور بعد ازاں یہاں مدرس ہو گئے۔ آج کل جامعہ کے شعبہ دارالافتاء کے شیخ الحدیث اور جامعہ کے امور کے نگران ہیں۔

ان کی دینی تصنیفی خدمات کی فہرست بھی طویل ہے۔ ایک ہزار سے زائد تحریری فتوے جاری کر چکے ہیں جبکہ ان کی کئی تصانیف وفاق المدارس العربیہ کے نصاب میں پڑھائی جاتی ہیں۔ آپ کی تصانیف تفسیر حسن بصری' تفسیر سورۃ الکہف علمی اور دینی حلقوں میں بہت مقبول ہیں۔ مولانا ملا عمر کے معتمد ساتھی ہونے کے حوالے سے ان کی دعوت پر قندھار کے جہادی مدرسے جامعہ عمر میں تفسیر بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ طالبان کے سربراہ ملا عمر افغانستان کی جنگی صورتحال کے باعث باقاعدہ کسی مدرسے سے دینی تعلیم حاصل نہیں کر پائے تھے۔ مولانا شیر علی شاہ نے ان کے اقتدار میں آنے کے بعد جامعہ اکوڑہ خٹک کی اعلیٰ دینی تعلیم کی اعزازی ڈگری ملا عمر کو جاری کی تھی۔

Marfat.com

مولانا شیر علی شاہ نے حرکت الانصار کے قیام میں اہم کردار ادا کیا تھا اور جب مولانا مسعود اظہر نے جیش محمدؐ قائم کی تو مولانا نے ان کی بھرپور تائید کی تھی اور اپنی بھرپور معاونت کا یقین دلایا تھا۔ مارچ 2000ء میں حرکت المجاہدین اور جیش محمدؐ کی باہمی چپقلش اور جھگڑوں کے تصفیے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ 85-1980ء میں خود بھی افغان جہاد میں عملی طور پر شریک ہوتے رہے۔ دیوبندی جہادی تنظیمیں انہیں ''استاد المجاہدین'' کے لقب سے یاد کرتی ہیں اور تمام تنظیمیں بلا امتیاز اپنے بڑے جہادی پروگراموں میں انہیں مدعو کرتی ہیں اور ان کے جہادی خطاب آڈیوں کیسٹوں کی صورت میں بہت زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے ایک جہادی خطاب سے اقتباس پیش ہے جس سے ان کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

''آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کشمیر اور جہاد افغانستان شرعی جہاد نہیں' ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ پھر جہاد ہے کیا اور کہاں ہو رہا ہے؟ جبکہ آپؐ کا فرمان ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ انگریز نے ملعون مرزا قادیانی کو خریدا' جہاد کے خلاف بے شمار فتوے اور کتابیں لکھوائیں' مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ واللہ العظیم! آج اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ روئے زمین پر ایسا خطہ جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ ہے وہ سرزمین افغانستان ہے' تو ایسا شخص اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا جو لوگ جہاد کشمیر کو شرعی جہاد نہیں مانتے' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے رشتہ دار ہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد' شمارہ' اکتوبر 2001ء)

☆☆☆

Marfat.com

مولانا فضل الرحمٰن

مولانا فضل الرحمٰن جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سربراہ' اہم دیوبندی سیاسی رہنما' عالم اور جہادی لیڈر ہیں۔ ان کی مذکورہ حوالوں سے خدمات انتہائی اہم ہیں اور ان کے مکمل تذکرے کیلئے الگ کتاب درکار ہوگی۔ ذیل میں صرف ان کی جہادی خدمات کا مختصر تعارف دیا جارہا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن' پاکستان کی تاریخ کے اہم دیوبندی عالم اور سیاسی رہنما مفتی محمود کے صاحبزادے ہیں۔ 1946ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ قاسم العلوم ملتان سے بطور مدرس اور نائب مفتی منسلک ہو گئے۔ 14 اکتوبر 1980ء کو مولانا مفتی محمود وفات پا گئے تو جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ منتخب ہوئے اور ان کے سیاسی سفر کا آغاز ہوا۔ ابتدا سے ہی جارحانہ پالیسیاں اختیار کیں' جن کے باعث جمعیت علمائے اسلام دو گروپوں میں بھی تقسیم ہوئی' جس کی وجہ ان کی تحریک بحالی جمہوریت (ایم آر ڈی) میں شمولیت کا فیصلہ تھا' جس سے جمعیت کا ایک دھڑا متفق نہیں تھا۔ مولانا عبداللہ درخواستی اور مولانا سمیع الحق کی سربراہی میں یہ دھڑا الگ ہو گیا لیکن اپنی افرادی قوت اور تنظیم کے اعتبار سے مولانا فضل الرحمٰن کا دھڑا موثر اور اہم رہا۔ گزشتہ پانچ عام انتخابات میں ان کا گروپ انتخابی نتائج کے حوالے سے نمایاں رہا۔

2002ء میں مولانا فضل الرحمٰن تیسری مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں اور چھ مذہبی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل میں ان کا گروپ سب سے زیادہ اکثریت رکھتا

Marfat.com

ہے۔انہوں نے وزیراعظم کے انتخاب میں حصہ لیا اور 87 ووٹ حاصل کئے۔ بینظیر بھٹو کے دور میں وزارت خارجہ کی مجلس قائمہ کے چیئرمین رہے اور اس حیثیت میں اقوام متحدہ سے خطاب کیا جو دیوبند مسلک کا ایک افتخار ہے۔ مولانا محمد رحیم حقانی نے ان کی کاوشوں کے متعلق لکھا ہے۔

''حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مجلس شوریٰ اور عمومی کے جنرل اجلاس نے مولانا فضل الرحمٰن کو بھاری اکثریت سے جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم عمومی کیلئے اعتماد کا ووٹ دیا۔ امیر جمعیت علماء اسلام کل پاکستان حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی نے مولانا مفتی محمود کے جانشین کی حیثیت سے اور جمعیت کی بھاری ذمہ داریاں سنبھالنے کی اہلیت رکھنے کی خاطر دستار فضیلت مولانا فضل الرحمٰن کے سر پر رکھ دی اور حضرت مفتی صاحب کی پگڑی حق دار تک پہنچا دی اور فرمایا میں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی۔ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں تحریک بحالی جمہوریت 1980ء تحریک تحفظ دینی مدارس 1994ء تحریک طالبان افغانستان 1996ء، متوقع امریکی حملے کے جواب میں ملک گیر احتجاجی تحریک اکتوبر 1999ء نئے عالمی نظام اور ملک دشمن این جی اوز کے خلاف تحریک 2000ء اور امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ فروری 2001ء تک جمعیت علماء اسلام نے کامیابی کے ساتھ صدیوں کا فاصلہ دو عشروں کی قلیل مدت میں طے کر لیا۔ (بحوالہ ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی، شمارہ اپریل 2001ء)

مولانا فضل الرحمٰن کا ایک اہم کارنامہ اپریل 2001ء میں پشاور میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا انعقاد تھا جس میں دنیا بھر سے دیوبندی علماء نے شرکت کی اور اس کانفرنس نے اپنے امریکہ مخالف اعلامیے سے شہرت پائی۔

جہادی خدمات

مولانا فضل الرحمٰن نے پاکستان میں جہاد کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور ان کی جہادی خدمات کے آغاز کے متعلق مولانا محمد رمضان پھلپوٹا لکھتے ہیں کہ:

اکتوبر 1979ء میں روسی افواج کی افغانستان میں آمد سے قبل ''مکین'' جنوبی'' وزیرستان کے مقام پر مہاجر اور مقامی علماء کرام کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں انہوں نے

Marfat.com

مولانا مفتی محمود کو دعوت دی جو کہ علالت کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے اور انہوں نے اپنے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو جو کہ اس وقت قاسم العلوم ملتان میں مدرس اور نائب مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے وزیرستان اپنے نمائندے کی حیثیت سے بھیجا۔ دوسرے علماء کرام بھی مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ تھے۔ مفتی صاحب نے مولانا فضل الرحمٰن کو تمام تفاصیل اور اس مسئلہ کی شرعی نوعیت سے آگاہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ میری طرف سے علماء کے اجتماع میں افغانستان کی موجودہ کشیدہ حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ سنا دو کہ ''شرعی لحاظ سے افغانستان کے برسر اقتدار طبقہ کو ہٹانا اور ان کے مظالم کے خلاف جدوجہد کرنا ''جہاد'' ہے اور ان کے مظالم کے شکار ہونے والے ''شہید'' ہیں اور جو ان کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتے ان کو وہاں سے ہجرت کرنا شرعی حکم ہے اور پاکستان کے مقامی لوگوں پر مہاجرین کی مدد و اعانت کرنا شرعی فریضہ ہے۔'' مولانا مفتی محمود کے فتویٰ سے افغانستان کے برسر اقتدار طبقہ میں کہرام مچ گیا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''الجمیتہ'' راولپنڈی' شمارہ اپریل 2001ء)

جب سوویت فوج افغانستان سے واپس چلی گئی تو افغانستان میں جہادی گروپوں میں اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی۔ تصفیے کیلئے مولانا فضل الرحمٰن نے اہم کردار ادا کیا۔ طالبان حکومت کی آمد کے بعد جمعیت نے طالبان کو ہر قسم کے تعاون کی فراہمی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

امریکیوں کے قتل کا فتویٰ

جولائی 1999ء میں مولانا فضل الرحمٰن نے قندھار میں ملا عمر سے ملاقات کی اور افغانستان پر اسامہ بن لادن کی حوالگی کے حوالے سے ممکنہ امریکی حملے پر بات چیت کی بعض حلقوں کے مطابق وہ حکومت کے ایما پر طالبان انتظامیہ کو اپنے رویے میں لچک پیدا کرنے کا مشورہ دینے گئے تھے لیکن ملا عمر نے واضح کر دیا کہ ''ہمیں شہادت قبول ہے لیکن امریکی دباؤ نہیں'' شاید اس جرأت نے مولانا فضل الرحمٰن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور انہوں نے ملا عمر کو یقین دلایا کہ اگر آپ نے شہادت کا رستہ اختیار کر لیا ہے تو ہم بھی پیچھے نہ رہیں گے۔ قندھار سے واپس آنے کے بعد انہوں نے اپنی جماعت کے ذمہ داروں سے مشورہ کیا اور کراچی میں امریکیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔'' (بحوالہ کالم حامد میر روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد 4 اگست 1999ء)

Marfat.com

کراچی کے بعد پشاور، لاہور اور اسلام آباد میں امریکہ مخالف احتجاجی جلسے ہوئے جن میں مولانا فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ ''اگر امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان میں کوئی امریکی سلامت نہیں بچے گا اور ہم امریکہ کا حشر روس جیسا کر دیں گے۔'' ان کے اس اعلان پر امریکہ کا بہت شدید ردعمل سامنے آیا اور 3 اگست کو پاکستان میں امریکی سفارتخانے کی ایک اعلیٰ اہلکار ایلن ویلز مولانا فضل الرحمٰن کے گھر گئیں اور اس اعلان پر ان سے باقاعدہ احتجاج کیا لیکن مولانا فضل الرحمٰن اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ 4 اگست 1999ء کو روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد میں اس حوالے سے جو رپورٹ شائع ہوئی اس کا متن دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

''امریکن سفارتخانے کی ایک اہم خاتون سفارتکار اپنے دفتر خارجہ کا خصوصی پیغام لے کر مولانا فضل الرحمٰن کی رہائش گاہ پر پہنچ گئیں۔ خاتون سفارتکار کی طرف سے پاکستان میں موجود امریکی باشندوں کی جان کی امان کے مطالبہ پر جمعیت کے قائد نے دوٹوک انداز میں کہا کہ جب تک امریکہ افغانستان کے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور ان کے ملک پر حملہ نہ کرنے کی یقین دہانی نہیں کرائے گا۔ پاکستان میں موجود کسی امریکی کی جان کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ ایک گھنٹے سے زائد وقت کی اس ملاقات میں افغانستان پر ممکنہ امریکی حملے، گوادر کے مقام پر امریکی بحری بیڑے کی موجودگی اور اسامہ بن لادن کے موضوع زیر بحث رہے۔ امریکی سفارتکار نے اپنی حکومت کی طرف سے احتجاج ریکارڈ کراتے ہوئے کہا کہ امریکی باشندوں کے بارے میں اختیار کی جانے والی حالیہ پالیسی پر ہماری حکومت کو سخت تشویش ہے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ ہمارے باشندوں کی تشویش دور کر کے ان کی جانوں کو محفوظ بنایا جائے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ زندگی میں بعض مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان سب کچھ کر گزرنے سے نہیں ڈرتا۔ ہمارا بھی وہ مرحلہ آ پہنچا ہے۔ اس موقع پر امریکی سفارتکار نے استفسار کیا کہ ایسی صورتحال میں ہم سفارتکار بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ مولانا نے دوٹوک انداز میں واضح کیا کہ اگر ہم اپنی سرزمین پر آپ کے ہاتھوں محفوظ نہیں تو پھر آپ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں اور جب ہم روس کو شکست دے رہے تھے تو اس وقت افغانستان میں جہاد ہو رہا تھا اور آج آپ کس طرح کہہ رہے ہیں کہ جہاد نہیں دہشت گردی ہو رہی ہے۔ امریکی سفارتکار نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ آج جہاد نہیں ہو رہا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے جواب میں کہا کہ امریکہ

Marfat.com

ہمارا مفتی نہیں، فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ جہاد ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اس موقع پر خاتون سفارتکار نے کہا کہ میں آپ کے موقف پر احتجاج کرنے آئی ہوں جس پر مولانا نے کہا کہ میں آپ کا احتجاج مسترد کرتا ہوں اور مطالبہ کرتا ہوں کہ گوادر سے بحری بیڑے واپس بلائیں۔ افغان عوام کے حال پر رحم کریں، ورنہ آپ کے حال پر ہم بھی رحم نہیں کریں گے۔"

ان مذاکرات کی ناکامی کے بعد امریکہ نے پاکستان میں اپنے قونصل خانے بند کر دیئے اور اسلام آباد سفارتخانے کا عملہ انتہائی محدود کر دیا اور امریکی باشندوں کو پاکستان چھوڑنے کا عندیہ دے دیا۔ اسے مولانا فضل الرحمٰن کی اہم کامیابی قرار دیا گیا اور انہیں بنوں کے "مردہ باد امریکہ" کنونشن میں "پاکستانی اسامہ بن لادن" کا خطاب بھی دیا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن ان دنوں ہیرو بن کر ابھرے اور انہوں نے بھی اعلان کر دیا کہ وہ امریکہ کے خلاف نوجوانوں کو مفت اسلحہ فراہم کریں گے (بحوالہ کالم حامد میر روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد، 11 اگست 1999ء)

مولانا فضل الرحمٰن کے امریکہ مخالف اس رویے کو جہاں پاکستان بھر میں پذیرائی ملی وہاں انہیں تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ میر جمیل الرحمٰن نے روزنامہ خبریں کی اشاعت 14 اگست 1999ء میں لکھا "مولانا فضل الرحمٰن پاکستان میں طالبان کے بلاجواز وائسرائے بن گئے ہیں۔ امریکیوں کو موت کی دھمکیاں دے کر مولانا فضل الرحمٰن نادانستہ طور پر اپنے آپ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگوا رہے ہیں۔" روزنامہ "مشرق" پشاور نے 19 اگست 1999ء کو اپنے اداریے میں لکھا کہ "اگر اس وقت وہ اسامہ بن لادن اور طالبان حکومت سے اظہار یکجہتی کے طور پر احتجاجی تحریک چلاتے تو ان کو ہر قسم کے شبہات سے بالاتر سمجھا جاتا۔ مولانا کی حکومت سے حاصل کردہ مراعات کے بارے میں سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے کئی بار گواہی بھی دی ہے۔ اسی طرح بینظیر دور میں مشہور عرب مجاہد یوسف رمزی کو گرفتار کر کے امریکی حکومت کے حوالے کیا گیا تب بھی مولانا کے جذبہ ایمانی نے جوش نہیں مارا اور نہ ہی بینظیر کی طرفداری سے ہاتھ کھینچا بلکہ الٹا خارجہ امور کی قائمہ کمیٹی کے چیئرمین بن کر اقتدار کے مزے لوٹتے رہے۔ علاوہ ازیں امریکی کمانڈوز نے ڈیرہ غازی خان میں جے یو آئی کے ایک سرگرم رکن کے ہوٹل سے ایمل کانسی کو اغوا کر کے امریکہ پہنچایا تو ان کی رگ حمیت نہیں پھڑکی۔ اب جبکہ بظاہر امریکہ کی جانب سے افغانستان پر حملہ کے آثار ہیں تاہم مغربی ذرائع

Marfat.com

ابلاغ طالبان حکومت کی توجہ باغی قوتوں سے ہٹانے کی غرض سے نت نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں۔ان کی تقلید میں مولانا فضل الرحمٰن نے بھی پیالی میں طوفان کھڑا کر رکھا ہے۔"

لیکن مولانا فضل الرحمٰن نے اس نوع کی تنقید کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا اور اپنے مشن پر ڈٹے رہے۔انہوں نے پاک افغان ڈیفنس کونسل میں شمولیت اختیار کی اور امریکہ مخالف کردار ادا کرتے رہے۔11 ستمبر 2001ء کے بعد جب پوری دنیا کی صورتحال اچانک بدل گئی اور طالبان اور اسامہ بن لادن پر امریکہ اور اس کی اتحادی قوتوں کا دباؤ بڑھنے لگا تو مولانا فضل الرحمٰن نے طالبان کی حمایت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ملک بھر کے ہنگامی دورے کئے اور مشرف حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں کے ساتھ ساتھ امریکہ کو جارحانہ انداز میں ہدف تنقید بنایا۔ان کی تقاریر نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور پاکستان سے بے شمار رضا کار افغانستان میں طالبان کی مدد کو پہنچے۔حکومت نے ان کی تقاریر سے خائف ہو کر گرفتار کر لیا اور نظر بند کر کے بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا۔مولانا فضل الرحمٰن کی تقاریر کو اشتعال انگیز قرار دیا گیا اور کئی مقامات پر ہنگامے بھی ہوئے "دی ہیرالڈ" کراچی نے اپنی اشاعت نومبر 2001ء میں لکھا کہ:

"21 ستمبر کو کراچی میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا اور مظاہرین نے گاڑیوں کو آگ لگائی اور سرکاری املاک کو شدید نقصان پہنچایا۔بعد ازاں کوئٹہ میں امریکہ مخالف ریلی نے یہی صورت اختیار کی اور کروڑوں روپے کی املاک کو نقصان پہنچا جس پر وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے اعلان کیا یہ نقصان مولانا فضل الرحمٰن سے پورا کیا جائے گا اور میں نے کوئٹہ کی انتظامیہ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ نقصان کا بل مولانا فضل الرحمٰن کو بھیج دے۔"

مارچ 2002ء میں بالآخر مولانا فضل الرحمٰن کو رہا کر دیا گیا اور انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کیا جس کا محور امریکی مخالفت تھی اور ان کی اسی پالیسی نے 10 اکتوبر 2002ء کو عام انتخابات میں صوبہ سرحد اور بلوچستان میں متحدہ مجلس عمل کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ اور اہم ترین جہادی مدرسے جامعہ اکوڑہ خٹک کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ طالبان کے سب سے بڑے حامی اور معاون تھے۔ جہادی تنظیموں کے اندرونی معاملات میں فیصلہ کن حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی سیاسی اور جہادی خدمات کا مختصر تعارف یہ ہے۔

مولانا سمیع الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور جمعیت علمائے اسلام کے اہم ترین رہنما مولانا عبدالحق مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ 1948ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دارالعلوم حقانیہ سے ہی حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہیں مدرس ہو گئے۔ مولانا سمیع الحق کے سیاسی سفر کا آغاز 1976ء میں ہوا اور جمعیت کے کئی اجلاسوں میں اپنے والد کی نمائندگی کی۔ بعدازاں اس کی مجلس شوریٰ کے رکن بن گئے اور اپنے والد محترم کے حکم پر ان کے عملی سیاسی وارث اور نمائندے بن گئے۔

مولانا سمیع الحق نے نظام مصطفیٰ کی تحریک میں بھی حصہ لیا اور جب مولانا مفتی محمود کی وفات پر جمعیت انتشار کا شکار ہوئی تو مولانا عبداللہ درخواستی کے گروپ میں رہے۔ ان کے گروپ کا موقف تھا کہ مولانا فضل الرحمٰن کو تحریک بحالی جمہوریت (ایم آر ڈی) میں جمعیت کی شمولیت کے فیصلے کا اختیار حاصل نہیں ہے لیکن مولانا فضل الرحمٰن اس پر مصر رہے اور مولانا عبداللہ درخواستی نے مارچ 1981ء میں خانپور میں جمعیت کے ہونے والے اجلاس میں جمعیت توڑنے کا اعلان کر دیا لیکن مولانا فضل الرحمٰن ایم آر ڈی سے علیحدگی پر تیار نہیں ہوئے اور یوں جے یو آئی کے دو دھڑے وجود میں آئے۔ جے یو آئی (درخواستی گروپ) کے عملاً

Marfat.com

سربراہ مولانا سمیع الحق تھے اور اپنے گروپ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ جے یو آئی (ف) کے برعکس مولانا سمیع الحق نے ضیاء الحق کی شوریٰ میں جانے کا فیصلہ کیا اور بعدازاں ان کی جماعت مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کی فطری حلیف کے طور پر ابھری اور 1988ء سے اب تک ہونے والے انتخابات میں جماعت اسلامی کے ساتھ مل کر انتخابات میں حصہ لیا۔

مولانا سمیع الحق نے 1986ء میں شروع ہونے والی شریعت بل کی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسی دوران افغان جہاد کے بڑے حامی اور معاون کی حیثیت سے بھی نمایاں ہوئے۔

دینی جماعتوں کے اتحاد اور مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق نے دینی جماعتوں کے مختلف اتحاد اور محاذ بنانے میں ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ متحدہ شریعت محاذ، متحدہ دینی محاذ، متحدہ علماء کونسل، ملی یکجہتی کونسل اور پاک افغان دفاع کونسل ان کی کاوشوں سے قائم ہوئیں اور سب کی بنیاد دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں رکھی گئی۔ آخری اتحاد پاک افغان دفاع کونسل ہی متحدہ مجلس عمل کے جنم کا سبب بنا جس نے گزشتہ انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

مولانا سمیع الحق اور افغان جہاد

مولانا سمیع الحق افغان جہاد کے بڑے حامیوں میں سے تھے اور افغان جہاد میں شریک بیشتر دیوبندی افغان جہادی گروپوں کے رہنما جامعہ اکوڑہ خٹک سے ہی تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے ان کا ان پر خاصا اثر و رسوخ تھا۔ ضیاء حکومت اور آئی ایس آئی ان کے ذریعے ان جہادی گروپوں کی معاونت کرتی تھی۔ سوویت دستوں کی افغانستان سے واپسی کے بعد مختلف جہادی گروپوں میں شروع ہونے والی مخاصمت کو ختم کرنے میں مولانا سمیع الحق اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ 1995ء میں افغانستان میں جب طالبان تحریک کا آغاز ہوا تو جامعہ اکوڑہ خٹک نے انہیں عملی معاونت فراہم کی اور مولانا سمیع الحق، ملا عمر سے رابطے میں رہے۔ بعدازاں ملا عمر اور مولانا سمیع الحق کے درمیان گہرے تعلقات استوار ہوئے اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ واحد رہنما تھے جن کی کوئی بات ملا عمر نہیں ٹالتے تھے اور جب بھی مولانا ان سے فون پر بات کرنا چاہتے کر سکتے تھے۔ مولانا سمیع الحق نے بھی ملا عمر کو دارالعلوم

Marfat.com

حقانیہ کی طرف سے علوم دینیہ کی اعزازی ڈگری بھی دی تھی کیونکہ ملا عمر باقاعدہ کسی مدرسے سے تعلیم یافتہ نہیں تھے۔

مولانا سمیع الحق کا دیوبندی جہادی تنظیموں کے معاملے میں کردار بھی بڑا نمایاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جے یو آئی کے ان کے دھڑے نے ہی باقاعدہ جہادی تنظیموں کو پہلی بار تسلیم کیا تھا۔ حرکت الجہاد الاسلامی کے قیام میں مولانا سمیع الحق کی مشاورت بھی شامل تھی۔ بعدازاں حرکت الانصار کے قیام میں انہوں نے خصوصی دلچسپی لی اور دیوبند جہادی تنظیموں کے مختلف دھڑوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

مولانا سمیع الحق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے اسامہ بن لادن سے بھی قریبی تعلقات تھے اور ان کی اسامہ بن لادن سے افغانستان میں ملاقاتوں کے متعلق اخبارات میں خبریں شائع ہوتی رہی ہیں۔ لیکن کیا القاعدہ نیٹ ورک کو مولانا اور ان کی جماعت کی کوئی عملی معاونت حاصل تھی؟ اس کے بارے میں آج تک کچھ بھی واضح طور پر سامنے نہیں آسکا۔ جب اقوام متحدہ نے طالبان پر پابندی عائد کی تو مولانا سمیع الحق نے ان پابندیوں کے خلاف پہلا باضابطہ قدم اٹھایا اور پاک افغان ڈیفنس کونسل کی بنیاد رکھی اور پاکستان سے امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم چلائی۔ 11 ستمبر 2001ء کے بعد طالبان اور اسامہ بن لادن کے خلاف ابھرنے والی امریکی مخالفت کے جواب میں اسی پاک افغان ڈیفنس کونسل نے بھرپور ردعمل کا اظہار کیا۔

جامعہ حقانیہ: پاکستانی جہاد فیکٹری

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک عموماً عالمی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے کہ یہ وہ ''جہاد فیکٹری'' ہے جہاں طالبان اور مجاہدین تیار ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے نیویارک ٹائمز کے صحافی جیفری گولڈ برگ کی رپورٹ نے خصوصی شہرت حاصل کی جس سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

''میں نے حقانی مدرسہ میں کہیں کوئی ہتھیار نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے حقانیہ میں کسی کو بم بنانے کی ترکیبیں بتانے یا سکھانے پر لیکچر دیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا جو قریب ترین مجھے نظر آئے وہ گرانڈ ٹرنک روڈ کو پار کرنے کے بعد (یعنی علاقہ غیر) درہ خیبر کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں تھے' جہاں اسلحہ کی دکانوں پر 40 ڈالر میں شاٹ گن اور 70 ڈالر میں اے کے 47 مل رہی تھی۔

Marfat.com

دوسری جانب یہ بھی ہوا کہ جب شمالی اتحاد نے طالبان کے خلاف بڑا حملہ شروع کیا اور طالبان کو مدد کی ضرورت محسوس ہوئی تو مولانا سمیع الحق نے اپنا مدرسہ بند کر کے طلبہ کو محاذ پر بھیج دیا۔ انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے کتنے طلبہ محاذ سے واپس نہیں آ سکے۔'' (بحوالہ روزنامہ ''امت'' کراچی شمارہ 11 جولائی 2000ء)

مولانا سمیع الحق مغرب کے دارلعلوم حقانیہ پر اعتراضات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور اسے خالصتاً دینی ادارہ قرار دیتے ہیں اور جہاد بحیثیت اسلام کے بنیادی رکن کے اس کے مبلغ ہیں اور جہاد اور دہشت گردی میں فرق سمجھنے پر زور دیتے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے شمارہ جون 2001ء میں دارالعلوم کی افغان جہاد میں خدمات کے حوالے سے کرنل (ر) محمد اعظم کا ایک مضمون شائع ہوا جس سے مولانا سمیع الحق کے موقف کے بھی وضاحت ہوتی ہے۔ اس مضمون سے ایک اقتباس ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

'' کہتے ہیں انقلاب فرانس کیلئے 100 فیصد کریڈٹ روس اور والٹر کی تعلیمات کو جاتا ہے انقلاب افغانستان اور افغان جہاد کے محرک سو فیصد پاکستان کے اسلامی دارالعلوم تھے افغان جہاد کیلئے تمام لیڈر شپ انہی اسلامی مدارس نے مہیا کی اور مجاہدین کی ایک بڑی تعداد ان ہی مدارس کے طلباء پر مشتمل تھی جن میں اکثریت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی شاگرد رہی تھی اور جہاد افغانستان کے اکثر بڑے قائدین' دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل تھے سینکڑوں طلباء جنہوں نے افغان جہاد میں حصہ لیا اور شہادت کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ موجودہ طالبان حکومت کے تقریباً 90 فیصد وزراء اور افغان عدلیہ عالیہ کے ممبر دارالعلوم حقانیہ کے سابق طلباء ہیں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بے دین روسی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں اسلامی مدارس پاکستان کی تعلیمات کا کتنا بڑا ہاتھ تھا۔ تاریخ نے اس کو رقم کر دیا ہے اور آنے والا تاریخ دان ان بوریا نشینوں سے انصاف کرے گا جن کے عشق نے پہاڑوں سے ٹکرا کر ان کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔''

☆☆☆

Marfat.com

مفتی نظام الدین شامزئی

مفتی نظام الدین شامزئی پاکستان میں دیوبند مسلک کے سب سے اہم دارالافتاء و الارشاد' ناظم آباد کراچی کے شیخ الحدیث ہیں۔ نمایاں ترین جہادی شخصیت ہیں۔ نہ صرف دیوبندی جہادی تنظیموں کے سرپرست ہیں' بلکہ افغانستان میں 1979ء سے لے کر طالبان حکومت کے خاتمے تک جہاد افغانستان میں اہم کردار ادا کیا اور خصوصاً طالبان دور میں اہم پالیسی امور میں برابر کے شریک رہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کے بعد حکومت پاکستان نے طالبان کے امیر ملا عمر سے مذاکرات کیلئے جو علماء وفد افغانستان بھیجا تھا' اس میں شامل تھے اور جیش محمد کراچی کے چند مجاہدین کے مطابق جب ملا عمر نے اس وفد کے سامنے جہاد اور اسامہ کے حق میں پراثر تقریر کی تو مفتی نظام الدین شامزئی سب سے پہلے ان کی تائید کرنے والوں میں شامل تھے۔ افغانستان سے واپسی کے بعد مفتی نظام الدین شامزئی کو حکومت کی طرف سے ایک اہم ذمہ داری یہ سونپی گئی تھی کہ جب نومبر 2001ء میں مالاکنڈ میں صوفی محمد کے رضا کاروں نے احتجاجاً شاہراہ ریشم بلاک کردی تھی تو ان رضا کاروں کو سمجھانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ مفتی صاحب موقع پر پہنچے اور صوفی محمد کے علاوہ تحریک نفاذ شریعت محمدی کے دیگر رہنماؤں سے مذاکرات کے بعد شاہراہ ریشم سے قبضہ ختم کروایا۔

مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مجلس تعاون اسلامی کے امیر ہونے کے علاوہ' جمعیت علمائے اسلام (ف) اور کالعدم جہادی تنظیم جیش محمدؐ کی مرکزی شوریٰ کے رکن ہیں۔ افغانستان میں طالبان کے بہت حامی رہے ہیں اور طالبان کی معاونت کیلئے ''الرشید ٹرسٹ'' کے قیام اور ان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کیلئے ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی

Marfat.com

کے اجرا میں نمایاں کردار ادا کیا۔ طالبان سے تعلق کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ:

''تحریک طالبان جب شروع ہوئی تو مجھ سے قبل بلوچستان کے چند لوگ وہاں گئے تھے جن میں مولانا نور محمد صاحب مولانا عبدالغنی صاحب وغیرہ شامل تھے جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے فوراً وہاں کی نئی معلومات لیں کہ یہ کون لوگ ہیں کیا چاہتے ہیں جب پتہ چلا کہ اپنے بچے ہیں اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو واپس آ کر ایک ایک فرد کے پاس گیا اور ان کے ساتھ تعاون کیا جب مالاکنڈ کی تحریک شروع ہوئی تو سات سفر میں نے اپنے ذاتی خرچہ پر کئے ایک ایک پہاڑی پر گیا ایک ایک گاؤں جا کر لوگوں سے ملا اب صرف لیڈری ہی وہاں رہ گئی ہے خلاصہ کام یہ ہے کہ ہم حق والوں کے ساتھ ہیں اور جب تک زندگی ہے ساتھ دیتے رہیں گے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' کراچی' شمارہ اپریل 2000ء)

مفتی نظام الدین شامزئی اب تک تقریباً 2000ء سے زائد اہم فتوے جاری کر چکے ہیں اور ان میں نمایاں ترین فتویٰ اکتوبر 2001ء میں امریکہ کے خلاف جہاد کے حوالے سے تھا۔ فتوے میں انہوں نے کہا کہ ''امریکہ نے امارت اسلامی افغانستان پر حملہ کیا ہے' اس لئے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا ہے کیونکہ موجودہ صورتحال میں صرف افغانستان یا آس پاس کے مسلمان امارت اسلامی افغانستان کا دفاع نہیں کر سکتے۔ یہودیوں اور امریکہ کا اصل ہدف امارت اسلامی افغانستان کو ختم کرنا ہے۔ ایسی صورت میں دارالاسلام کی حفاظت تمام مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے''

(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد' شمارہ نومبر 2001ء)

اس سے قبل 1999ء میں امریکیوں کے قتل کو شرعاً جائز قرار دے چکے تھے۔ اگست 1999ء میں جب مولانا فضل الرحمٰن نے پاکستان میں موجود امریکیوں کے قتل کا اعلان کیا تھا تو 3 اگست 1999ء کو مولانا نظام الدین شامزئی نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر کہا کہ ''امریکہ نے عالم اسلام کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے لہٰذا امریکیوں کا قتل شرعاً جائز ہے'' ان کے اس بیان نے جہاں امریکی شہریوں کو پریشان کیا وہاں ان کے موقف سے شرعی مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ امریکہ میں لاکھوں مسلمان بھی رہتے ہیں کیا ان امریکی مسلمانوں کا قتل جائز ہے؟ اسلامی شریعت کے مطابق جنگ کے دوران بوڑھوں' بچوں اور

Marfat.com

عورتوں کا قتل جائز نہیں تو کیا امریکی بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا درست ہوگا؟ اس کی وضاحت حامد میر نے روزنامہ اوصاف اسلام آباد کی 24 اگست 1999ء کی اشاعت میں شامل اپنے کالم میں اس طرح کی ''جن حضرات نے اسلام آباد میں مفتی نظام الدین شامزئی کی تقریر غور سے سنی وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب نے ''حربی کافروں'' کے قتل کو جائز قرار دیا۔ ''حربی کافروں'' سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔''

مفتی نظام الدین شامزئی دیوبندی کا جہادی تنظیموں کے قیام میں کردار ہمیشہ مرکزی رہا ہے۔ خصوصاً جیش محمدؐ کو ان کی مکمل تائید حاصل تھی اور انہوں نے دیگر اکابر علماء سے جیش محمدؐ کے حق میں شرعی فیصلہ حاصل کرنے میں خاصی تگ ودو کی اکابر علماء کی متفقہ رائے سے جو فتویٰ مرتب کیا گیا اس کا عکس یہ تھا۔

پندرہ روزہ ''جیش محمد'' کراچی نے ان کی جیش محمد کیلئے خدمات کے حوالے سے لکھا کہ:

> ''خصوصاً حضرت مفتی نظام الدین شامزئی نے جس انداز میں تائید فرمائی وہ قابل رشک ہے آپ نے نہ صرف تائید فرمائی بلکہ حضرت پر باقاعدہ دباؤ ڈالا اور انہیں بھرپور انداز میں ترغیب دی کہ وہ جلد از جلد اس کار خیر کو شروع کریں بعض دیگر اکابر جن کی تائید ضروری تھی انہیں بھی متوجہ فرمایا اور تائید حاصل کی' ابتدائی شرعی تقاضوں کی تکمیل میں مکمل تعاون فرمایا' سفر بھی کئے' تحریری تائید بھی رقم فرمائی' تمام امور کی تکمیل کے بعد جیش محمدؐ کے نام سے اس نظم کا اعلان بھی خود الفلاح مسجد کراچی میں خطبہ جمعہ میں فرمایا اور پریس کانفرنس بھی کی' جسے عالمی نشریاتی اداروں نے خوب کوریج دی اور اعلان کیا کہ مولانا محمد مسعود اظہر تمام پاکستانی مجاہدین کے امیر ہیں اور اکابر کی طرف سے نامزد ہیں لہٰذا تمام مجاہدین مولانا کی امارت پر جمع ہو جائیں۔''

(بحوالہ شمارہ فروری 2001ء)

حرکت المجاہدین کو جیش محمدؐ کے قیام پر اعتراض تھا اور ان کے رہنماؤں نے مفتی نظام الدین شامزئی سے اپنے حق میں تائید حاصل کر لی تھی۔ مفتی نظام الدین شامزئی نے فروری 2000ء میں حرکت المجاہدین کے مانسہرہ معسکر میں ہونے والے اجتماع میں اس امر کا برملا

Marfat.com

اظہار کیا تھا کہ ''ہم نے حرکت المجاہدین کی سرپرستی کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ حرکت المجاہدین کے خاتمے کا جو پراپیگنڈہ ہو رہا ہے وہ غلط ہے۔ میں صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ یہ ہماری اپنی تنظیم ہے ہمارے اکابر کی تنظیم ہے۔'' (بحوالہ ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' کراچی شمارہ مارچ 2000ء)

بعد ازاں جیش محمدؐ کے قیام میں مفتی نظام الدین شامزئی کے کردار کو حرکت المجاہدین تنقید کا نشانہ بناتی رہی لیکن مجموعی طور پر مفتی صاحب آج بھی تمام دیوبندی جہادی تنظیموں میں احترام و اکرام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

جیش محمدؐ کی تائید میں اکابر کی متفقہ تحریر

جہاد کے میدان میں سرگرم پاکستانی مجاہدین اہل حق جو مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کے درمیان اختلافات تھے حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی رہائی کے بعد اس مسئلے پر مشورہ ہوا اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد مدظلہ' حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اکوڑہ خٹک اور بندہ نظام الدین شامزئی کی تجویز و تائید سے حضرت مولانا محمد مسعود اظہر کی امارت میں مجاہدین کو جمع کرنے کی تجویز ہوئی اور الحمد للہ اکثر علماء اور مجاہدین نے اس تجویز کو پسند کیا لہٰذا ہماری تجویز یہ ہے کہ ''جیش محمدؐ'' کے نام سے سارے مجاہدین ایک امیر حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کی امارت پر جمع ہو کر جہاد کا کام کریں اکابر نے اس ساری تجویز پر شرعی تقاضوں کے مطابق غور کیا اور سابقہ تنظیموں میں شرعی نقائص کو مدنظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا' اللہ تعالیٰ اس فیصلے میں اخلاص پیدا فرما کر اور قبولیت سے نواز کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنا دے۔ آمین

☆☆☆

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن مکی

پروفیسر عبدالرحمٰن مکی جماعت الدعوۃ کے ''دماغ'' تصور ہوتے ہیں۔ جماعت کو پاکستان سے باہر متعارف کروانے اور اس کیلئے عرب ریاستوں سے حمایت حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی جہادی تنظیموں میں فدائی حملوں کو متعارف کروانے اور اس کیلئے شرعی بنیادیں فراہم کرنے والے بھی حافظ مکی صاحب ہیں۔ پروفیسر حافظ محمد سعید کے بہنوئی ہیں۔ خارجہ امور کی ذمہ داریاں انہی کے پاس ہیں جبکہ عربی اور اردو زبان میں جہادی لٹریچر کی تیاری بھی ان کی ذمہ داریوں کا حصہ ہے۔

پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی کے آباؤ اجداد کا تعلق مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ سے تھا۔ جہاں آپ کے دادا مولوی نور محمد تحصیل روپڑ کے گاؤں ''ڈگری'' میں مقیم تھے اور گجر برادری کے سرکردہ افراد میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے بہت شخص قتل ہو گئے اور اس قتل کے نتیجے میں ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ توبہ کی اور امام عبدالجبار غزنوی کی خدمت میں امرتسر پہنچ گئے۔ اس وقت عمر 40 برس تھی اور ان کی خدمت میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ مولوی نور محمد کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کا نام عبداللہ تھا جو مولانا حافظ عبداللہ کے نام سے معروف ہوئے۔ ان کا شمار اہلحدیث مسلک کے اہم علماء میں ہوتا تھا۔ 2001ء میں وفات پائی۔ انہوں نے حافظ عبدالرحمٰن روپڑی سے قرآن حفظ کیا تھا۔ بعد ازاں علی گڑھ یونیورسٹی سے عمومی تعلیم حاصل کی۔ حافظ عبداللہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے رہنما تھے اور زمانہ طالب علمی میں اپنے علاقے میں مسلم لیگ کی قیادت بھی ان کے ذمے تھی۔ پاکستان بننے کے بعد وہ بہاولپور منتقل ہو گئے اور طویل عرصہ اسلامیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تعینات رہے۔ حافظ عبدالرحمٰن مکی بھی بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے حفظ قرآن کیلئے انہیں اپنی بہن عائشہ بی بی کے پاس سلانولی سرگودھا بھیج دیا تھا جو حافظ محمد سعید کی

Marfat.com

والدہ ہیں۔ حفظ قرآن کے بعد بہاولپور آ گئے اور عمومی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ بہاولپور سے بی اے کرنے کے بعد اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم اے اسلامیات کیا اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیا۔ زمانہ طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے سرگرم کارکن رہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اسلامیات سے وابستہ ہوگئے اور جب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کا قیام عمل میں آیا تو یہاں آ گئے۔ اسلامک یونیورسٹی کے وظیفے پر جامعہ ام القری مکہ سعودی عرب چلے گئے جہاں سے ''ہائر اسٹڈیز ان اسلامک لرننگ'' کا کورس کیا۔ جب پاکستان میں حافظ محمد سعید نے مرکز الدعوۃ والارشاد قائم کی تو یہ سعودی عرب میں تھے اور ان کی دعوت پر اس میں شمولیت اختیار کی اور شعبہ امور خارجہ کے مسئول مقرر ہوئے۔ سعودی عرب میں رہ کر وہاں کی سرگردہ سرکاری اور غیر سرکاری شخصیات سے مراسم استوار کئے اور مرکز الدعوۃ کے لئے حمایت کے ساتھ ساتھ بھاری فنڈز کے حصول میں نمایاں کردار ادا کیا۔

پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ ابتداء میں پروفیسر حافظ محمد سعید کے مرکز الدعوۃ کے تصور سے متفق نہیں تھے اور اسے اہلحدیث مسلک کو مزید حصوں میں تقسیم کرنے کا سبب سمجھتے تھے لیکن جب یہی سوال ان سے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا تو انہوں نے قطعی طور پر اس کی تردید کی اور کہا کہ ''یہ بات قطعی طور پر غلط اور خلاف واقعہ وخلاف حقیقت ہے۔ میں مرکز الدعوۃ میں اس وقت شامل ہوا تھا جب میں ابھی مکہ میں زیر تعلیم تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے خود کو مکمل طور پر مرکز کے لئے وقف کر دیا تھا''

(بحوالہ انٹرویو ہفت روزہ ''ندائے ملت'' لاہور شمار 25 اپریل تا یکم مئی 2002ء)

پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی نے جماعت الدعوۃ کے شعبہ خارجہ کو منظم کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں چلنے والی جہادی تحریکوں سے روابط قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ بوسنیا اور چیچنیا میں انہی کی کوششوں سے لشکر طیبہ نے وہاں کام شروع کیا اور وہاں کے مجاہدین کا لشکر طیبہ کے معسکروں میں تربیت کیلئے آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان کی سرپرستی میں چلنے والا یہ شعبہ دنیا بھر کی مختلف تنظیموں اور حکومتوں کو خطوط اور ای میل ارسال کرتا رہتا ہے تاکہ اپنے حق میں راہ ہموار کی جا سکے۔ ستمبر 2001ء سے مارچ 2002ء تک اس شعبے نے امریکہ اور یورپی جماعت سمیت 130 ممالک کو 3000 سے زائد خطوط اور ای میل ارسال کئے۔

☆☆☆

Marfat.com

علامہ محمد سعید احمد مجددی

علامہ محمد سعید احمد مجددی بریلوی مسلک کے پہلے عالم تھے جنہوں نے شدید محنت کے ساتھ بریلوی مسلک کے افراد کو عسکری جہاد کیلئے نہ صرف اکسایا بلکہ ان کیلئے سنی جہاد کونسل کے نام سے پلیٹ فارم بھی مہیا کیا۔ان کی تقلید میں بریلوی مسلک کی کئی جہادی تنظیمیں پیدا ہوئیں۔

ابتدائی حالات اور خدمات

علامہ محمد سعید مجددی کے والد لال دین کشمیر کے ممتاز علماء میں سے تھے۔علامہ مجددی 1943ء میں پیدا ہوئے۔قیام پاکستان کے بعد آپ کا خاندان پاکستان آ گیا۔پہلے سرائے عالمگیر اور پھر مستقل طور پر گوجرانوالہ میں آباد ہو گیا۔دینی تعلیم جامعہ نظامیہ لاہور سے اور سند حدیث ملتان سے علامہ احمد سعید شاہ کاظمی سے حاصل کی۔دینی تعلیم سے فراغت کے بعد مرکزی جامعہ مسجد نقشبندی گوجرانوالہ سے منسلک ہو گئے اور اپنی خطابت کی بنا پر ''ابوالبیان'' کا لقب پایا۔سیاسی میدان میں بھی سرگرم عمل رہے اور جمعیت علمائے پاکستان' جماعت اہلسنت پاکستان' جمعیت المشائخ پاکستان اور جمعیت علمائے آزاد کشمیر کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔جمعیت علمائے آزاد کشمیر کے طویل عرصہ صدر بھی رہے۔

علامہ مجددی نے اپنی الگ سے تنظیم ''عالمی ادارہ تنظیم الاسلام'' کے نام سے بھی بنائی جس کا مقصد مسلک اہلسنت کے مطابق روحانی انقلاب برپا کرنا' عالمی اسلامی تحریکوں سے روابط استوار کرنا اور اس کے زیر انتظام ملک بھر میں مدارس اور جہادی مراکز قائم کرنا ہے۔

جہادی خدمات

مقبوضہ کشمیر میں عسکری محاذ پر بریلوی مسلک کی محدود نمائندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے

Marfat.com

علامہ سعید احمد مجددی نے 1997ء میں سنی جہاد کونسل کی بنیاد رکھی۔ ان کے پیش نظر دو اہم مقاصد تھے۔

1- مقبوضہ کشمیر میں دیوبندی اور اہلحدیث جہادی تنظیموں کے اثر ورسوخ کو کم کرنا جبکہ وہاں اکثریت سنی مسلک کی ہے۔

2- سنی نوجوانوں کی عسکری تربیت اور ان کی دیگر مسالک کی جہادی تنظیموں میں شمولیت کے رجحان کو ختم کرنا۔

سنی جہاد کونسل کے سالار اعلیٰ سعید علی رضا بخاری کے بقول ''یہ امر قابل تاسف ہے کہ بعض لوگوں نے جہاد کشمیر کے نام پر بداعتقادیوں کو پھیلانے کی کوششیں کی ہیں اور انہوں نے اس آڑ میں خانقاہوں کو بھی نذر آتش کیا ہے۔ مساجد پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہے۔ یہ استعماری قوتوں کی مسلمانوں کے خلاف سازش ہے۔ ہم دفاعی اور نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کرنا جانتے ہیں۔ کشمیر انشاء اللہ سنی جہاد کونسل کے مجاہدین کے ذریعے ہی آزاد ہوگا۔ (بحوالہ ماہنامہ ''دعوت الاسلام' گوجرانوالہ' شمارہ مارچ 1992ء)

علامہ سعید احمد مجددی نے عسکری ضروریات اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک طرف تو مجاہدین کی عسکری تربیت اور ان کی مقبوضہ کشمیر میں لانچنگ کیلئے جہادی تنظیم ''البرق'' کے ساتھ الحاق کیا۔ دوسری طرف مالی وسائل کے حصول کیلئے سنی حریت کونسل برطانیہ کو آمادہ کیا۔ ان دونوں تنظیموں کی معاونت سے سنی جہاد کونسل بریلوی مسلک کا نمائندہ جہادی پلیٹ فارم بن گیا اور علامہ مجددی نے بقیہ زندگی عسکری جہاد کے ابلاغ اور اس میں سنیوں کی شرکت کیلئے وقف کر دی۔ 2000ء میں سنی جہاد کونسل کے رہنما معسکر د عسکری تربیتی کیمپ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے جو سہنہ میں بنایا گیا۔ معسکر کے حصول کا مطلب ہے کہ تنظیم نے مقبوضہ کشمیر میں اپنے لئے ''آپریشنل ایریا'' مخصوص کروالیا ہے اور وہ اس قابل ہوگئی ہے کہ تن تنہا یا چند تنظیموں کے ساتھ مل کر وہاں گوریلا کارروائیاں کر سکتی ہے۔

علامہ مجددی 11 اگست 2002ء کو گوجرانوالہ میں وفات پا گئے اور ان کے صاحبزادے سے محمد رفیق احمد مجددی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

قاضی حسین احمد

قاضی حسین احمد جماعت اسلامی پاکستان کے امیر اور حزب المجاہدین پاکستان کے سرپرست ہیں۔ دینی سیاست میں اہم مقام کے حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں عسکری جہاد کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جماعت اسلامی کی جہادی پالیسیوں کا تسلسل اور افغانستان' کشمیر' فلپائن' ارکان' اریٹیریا' بوسنیا اور دیگر کئی خطوں میں چلنے والی جہادی تحریکوں کے جماعت اسلامی سے ربط اور تعاون میں آپ کی کاوشوں کو بہت دخل ہے۔

قاضی حسین احمد کا تعلق پشاور سے ہے۔ جغرافیہ میں ایم اے کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد اور ماموں مولانا محمد یوسف سے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ رہے اور جماعت اسلامی کے رکن بنے۔ کچھ عرصہ لیکچرر رہے' 1984ء میں جماعت اسلامی پاکستان کے معتمر (جنرل سیکرٹری) منتخب ہوئے۔ 1987ء میں امیر منتخب ہوئے اور تب سے اب تک امارت کے عہدہ پر فائز ہیں۔ جماعت اسلامی کو سیاسی طور پر فعال بنانے میں ان کا بڑا کردار ہے۔ 1988ء میں قائم ہونے والے انتخابی اتحاد' اسلامی جمہوری اتحاد میں اصل قوت جماعت اسلامی کی تھی۔ اکتوبر 2002ء کے تمام انتخابات میں مذہبی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس کی کامیابی' اس سے قبل قیام اور اسے مستحکم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جاوید چودھری نے اپنے ایک کالم میں ان کی سیاسی جدوجہد کا احاطہ ان الفاظ میں کیا۔ ''1992ء کی ایک روشن صبح قاضی حسین احمد نواز شریف سے الگ ہو گئے۔ آئی جے آئی ٹوٹ گئی اور چند ماہ بعد نواز شریف بھی اقتدار کی غلام گردشوں سے رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

جماعت اسلامی اور مسلم لیگ' قاضی حسین احمد اور نواز شریف کے راستے الگ الگ ہو گئے۔ جماعت اسلامی احتجاج میں چلی گئی' لیڈروں کی ''سی آئی ڈی'' شروع ہو گئی اور کارکنوں پر چھاپے پڑنے لگے۔ ابھی اس احتجاج کو ''بغاوت'' بننے میں کچھ دیر تھی کہ نواز شریف کی حکومت ختم ہو گئی۔ نواز شریف کے بعد بے نظیر بھٹو آئیں تو یہ احتجاج ''بغاوت'' بن گیا۔ قاضی حسین احمد نے کرپشن کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ 25 اکتوبر 1993ء کو لیاقت باغ کے سامنے پولیس جماعت کی ریلی پر پل پڑی' گھوڑوں پر سوار پولیس اہلکاروں نے قاضی صاحب پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ ٹوپی گر گئی' عینک ٹوٹ گئی' آنسو گیس سے ریلی کے شرکاء بے حال ہو گئے۔ اس کارروائی میں جماعت کے تین کارکن شہید ہو گئے۔ بے نظیر کے اقتدار کے یہ تین سال قاضی صاحب نے اسی قسم کی ''چھاپہ مار'' کارروائیوں میں گزارے' مظاہروں' ریلیوں' جلسوں اور جلوسوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ نواز شریف دوبارہ آئے' واجپائی کو لاہور آنے کی دعوت دی گئی۔ 22 فروری 1999ء کو جماعت اسلامی لاہور کی سڑکوں پر نکلی' پولیس کے ساتھ تصادم ہوا' داڑھیاں نوچی گئیں' ٹوپیاں اور پگڑیاں پاؤں میں روندی گئیں۔ سجدوں اور محرابوں والی پیشانیاں سڑکوں پر رگڑی گئیں' اس دن اگر صحافی مدد نہ کرتے تو پولیس کے ارادے خطرناک تھے۔ نواز شریف رخصت ہوئے' پرویز مشرف آئے۔ انہوں نے اپنے پالتو کتوں کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں' اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دیا تو قاضی حسین احمد کی ''رگ احتجاج'' پھڑک اٹھی۔ انہوں نے بیان داغ دیئے' نئی حکومت نے صوبہ سرحد میں ان کے داخلے پر پابندی لگا دی اور اب ایک بار پھر میدان گرم ہو چکا ہے۔ کبھی حکومت انہیں جیکب آباد نہیں جانے دیتی' کبھی ان پر گھر سے قدم باہر نہ رکھنے کی پابندی لگ جاتی ہے اور کبھی ان پر بغاوت کا مقدمہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ آخری حکم تو کمال ہے یعنی قاضی صاحب کو ایک ماہ کے لئے ''ہاؤس اریسٹ'' کر دیا گیا۔ (بحوالہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور)

11 ستمبر 2001ء کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کے پاکستان پر بھی اثرات مرتب ہوئے۔ جنرل پرویز مشرف نے دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد کا حصہ بننے پر ترجیح دی لیکن دینی جماعتیں افغانستان اور طالبان پر امریکی حملے کی شدید مخالف تھیں۔ پاک افغان ڈیفنس کونسل کے پرچم تلے جمع جماعتوں نے پورے ملک میں احتجاجی تحریک شروع کی اور جنرل پرویز مشرف امریکہ کے ممکنہ اقدام امریکی صدر بش کے خلاف سخت تقاریر کا سلسلہ ہوا۔

Marfat.com

قاضی حسین احمد کونسل کے مرکزی رہنما کی حیثیت سے اس احتجاج میں پیش پیش تھے اور 11 ستمبر کے بعد ہونے والی صورتحال کو تہذیبوں کے ٹکراؤ اور نئی صلیبی جنگ کے تناظر میں دیکھ رہے تھے۔ حکومت نے ان کے سخت بیانات کا نوٹس لیتے ہوئے 5 نومبر 2001ء کو گرفتار کرلیا اور کوہاٹ میں ''ٹانڈا'' ریسٹ ہاؤس میں قید کر دیا۔ ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ نظر بندی کے دوران قاضی حسین احمد نے اخبارات میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور نئی صلیبی جنگ میں مسلمانوں کے جہادی کردار کی اہمیت واضح کرتے رہے۔ اس دوران جب 12 جنوری 2002ء کو جنرل پرویز مشرف نے اپنے خطاب میں بعض جہادی اور فرقہ وارانہ تنظیموں پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کیا اور ''جہاد اکبر'' اور ''جہاد اصغر'' کی وضاحت کی تو قاضی حسین احمد نے جنرل محمد عزیز خان کو ایک مختصر خط لکھا جس کی عبارت قارئین کیلئے باعث دلچسپی ہوگی۔ اس خط کے ساتھ ایک فیشن شو کی تصویر تھی جو 15 جنوری کو اسلام آباد میں ہوا۔ عبارت یہ ہے۔

مکرمی ومحترمی جنرل محمد عزیز خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ: آپ سے اور آپ کی وساطت سے جنرل پرویز مشرف صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ جہاد اصغر سے اس جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں' منسلکہ تصویر کی تفصیلات اخبار میں پڑھ لیجئے۔ عنقریب ہم اللہ کے دربار میں اکٹھے ہوں گے۔

والسلام

خاکسار قاضی حسین احمد

اس خط کے نیچے جلی حروف میں لکھا ہے ''جہاد اصغر والے گرفتار' جہاد اکبر والے آزاد۔ ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ''

قاضی حسین احمد کو مارچ 2002ء میں رہا کر دیا گیا اور وہ ایک بار پھر سے متحرک ہوگئے۔ قاضی حسین احمد نے حزب المجاہدین کو عسکری محاذ پر متحرک کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے' اس کے اساسی معاملات آج بھی ان کی مرضی اور مشاورت سے طے کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

علامہ سید عارف الحسینی

علامہ سید عارف الحسینی کا شمار پاکستان کے اہم ترین شیعہ علماء میں ہوتا تھا۔ تحریک فقہ جعفریہ کے سربراہ تھے اور انقلاب ایران بعد ازاں ایران عراق جنگ میں پاکستانی شیعہ کمیونٹی کو متحرک کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جہاد افغانستان میں بھی مجاہدین کو عملی شرکت کیلئے بھیجا' ان کی جہادی خدمات کسی بھی دوسرے شیعہ عالم سے بڑھ کر ہیں۔

علامہ سید عارف الحسینی پاراچنار کے قریب واقع گاؤں پواڑ میں 25 نومبر 1946ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق دوریزئی قبیلے سے تھا۔ والد کا نام سید فضل حسین تھا' میٹرک تک تعلیم پاراچنار سے حاصل کی اور پھر حاجی غلام جعفر کے مدرسہ جعفریہ میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ فیصل آباد کے مدرسے درس آل محمد میں بھی تعلیم حاصل کی۔ 1967ء میں دینی تعلیم کیلئے نجف (عراق) پہنچے اور یہاں مدرسہ عبدالعزیز بغدادی اور مدرسہ شبیریہ میں داخل رہے۔ انہی دنوں ایران کے اسلامی انقلاب کے بانی امام خمینی بھی نجف میں جلا وطنی کاٹ رہے تھے اور یہیں سے ان کی امام خمینی سے ملاقاتوں اور عقیدت کا سفر شروع ہوا۔ یہاں امام خمینی اور ان کے انقلاب کے حق میں جاری تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور 1973ء میں ایک احتجاجی جلوس سے گرفتار بھی ہوئے۔ اسی سال امام خمینی کی ہدایت پر انقلاب کی راہ ہموار کرنے کیلئے پاکستان پہنچے۔ امام خمینی نے انہیں اپنا وکالت نامہ بھی دیا تھا جو ایران کی سرحد پر دوران تلاشی چھین لیا گیا۔ 1974ء میں قم (ایران) پہنچے اور آیت اللہ مرتضیٰ مطہری' آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی اور دیگر اہم علماء سے تاریخ' اصول' فلسفہ' فقہ اور علم الکلام کا درس لیا۔ قم امام خمینی کی تحریک کا اہم مرکز تھا یہاں بھی انقلابی تحریک میں حصہ لیا اور گرفتار بھی رہے۔ 1977ء میں پاراچنار

Marfat.com

آ گئے اور وہاں مدرسہ جعفریہ سے منسلک ہو گئے۔ امام خمینی اور ان کے انقلاب کیلئے عوامی حمایت حاصل کرنے کیلئے بھی کوشاں رہے۔ آپ کی تحریک پر بے شمار شیعہ نوجوان تحریک انقلاب میں کردار ادا کرنے کیلئے ایران پہنچے۔ 1980ء کے محرم میں پاراچنار میں شیعہ سنی فسادات پھوٹ پڑے جس میں افغان مہاجر بھی شریک تھے۔ علامہ عارف الحسینی نے شیعہ کمیونٹی کی قیادت کی اور مورچہ بندی میں اہم کردار ادا کیا۔ ان فسادات کے دوران شیعہ نوجوانوں کی پہلی عسکری تنظیم ''علمدار فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی تا کہ شیعہ کمیونٹی کے مفادات کا بھرپور تحفظ کیا جا سکے۔ اسی جنگ نما ''محاذ آرائی'' میں افغان مہاجرین نے شدید حملہ کیا اور مارٹر کے گولے کا ٹکڑا بازو پر لگا جس سے شدید زخمی ہو گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد قبائلی علاقوں کے مروجہ نظام کے خلاف تحریک بھی چلائی اور گرفتار بھی ہوئے۔

مفتی جعفر حسین کے انتقال کے بعد علامہ عارف الحسینی کو 10 فروری 1984ء کو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ تحریک کی قیادت سنبھالنے کے بعد آپ نے ملک کے دورے کئے اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی ملک بھر میں تنظیم سازی پر بھرپور توجہ دی۔ صدر منتخب ہونے پر امام خمینی نے آپ کیلئے تائیدی سند جاری کی تھی۔ علامہ عارف الحسینی نے 6 جولائی 1985ء کو حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کیا اور اس تحریک کا مقصد ضیاء حکومت کو ''معاہدہ اسلام آباد'' پر عملدرآمد کروانا تھا جو 6 جولائی 1979ء کو شیعہ علماء اور ضیاء حکومت کے درمیان ہوا تھا۔ جس کے مطابق پاکستان کے شیعوں کیلئے الگ فقہی قوانین کے نفاذ کو یقینی بنانا تھا۔ اسی روز کوئٹہ میں احتجاجی جلوس کے دوران مظاہرین کا پولیس کے ساتھ تصادم ہوا جس کے نتیجے میں 17 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔ علامہ عارف الحسینی کو راولپنڈی سے گرفتار کرلیا گیا اور پاراچنار لے جا کر نظر بند کر دیا گیا۔ 10 اپریل 1986ء کو آپ نے کوئٹہ میں گرفتار کئے جانے والے شیعہ رہنماؤں اور نوجوانوں کی رہائی کیلئے لانگ مارچ کا اہتمام کیا لیکن لانگ مارچ شروع ہونے سے پہلے ہی قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اس واقعے نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ 1987ء میں ''مردہ باد امریکہ'' تحریک چلائی۔ علامہ عارف الحسینی کو 5 اگست 1988ء کو صبح ان کے مدرسہ جامعہ المعارف الاسلامیہ پشاور میں قتل کر دیا گیا۔ ان کے قتل کا الزام سابقہ گورنر سرحد جنرل فضل حق پر عائد کیا گیا اور آئی ایس او اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے ان کے خلاف تحریک چلائی۔ جنرل فضل

Marfat.com

حق کو 23 اکتوبر 1991ء کو قتل کر دیا گیا اور ان کے قتل کا الزام تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی قیادت پر عائد کیا گیا تھا۔

علامہ عارف الحسینی نے افغان جہاد کے دوران آصف محسنی کی جماعت حرکت اسلامی افغانستان سے تعلقات استوار کئے اور پاکستان شیعہ کمیونٹی کی طرف سے افغانستان میں ان کی جماعت کے ساتھ افرادی اور مالی تعاون بہم پہنچایا۔ افغانستان کی جنگ کیلئے باقاعدہ فتویٰ جاری کیا گیا' عراق ایران جنگ میں ایران کی معاونت کیلئے آئی ایس او کے نوجوانوں کے قافلے ایران بھیجتے رہے جو وہاں محاذ جنگ کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور دیگر امور سنبھالتے تھے۔ علامہ عارف الحسینی نے پاکستان میں پہلی بار شیعہ نوجوانوں کو عسکری محاذ پر منظّم کیا اور انہیں جہاد کا راستہ دکھایا۔ حرکت اسلامی افغانستان کے رہنما آصف محسنی نے کہا تھا ''پاکستان میں سید عارف حسین الحسینی سے بڑھ کر جہاد شناس اور طلب شہادت کا شیدائی کوئی نہیں'' (بحوالہ ''نصیر نور' تسلیم رضا خان' اشاعت دوم جلد نمبر 197)

☆☆☆

Marfat.com

مولانا اکرم اعوان

مولانا اکرم اعوان تنظیم الاخوان کے سربراہ ہیں اور پاکستان میں عسکری جہاد کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ نظام کی تبدیلی کیلئے جہاد کے علمبردار ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق ہے اور تصوف کا سلسلہ اویسیہ ہے۔ مولانا اللہ یار کی طرف سے بیعت لینے کی اجازت حاصل ہوئی۔

مولانا اکرم اعوان کا تعلق پنجاب کے ضلع چکوال سے ہے جو افرادی وسائل کے حوالے سے پاک فوج کے لئے نرسری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے مولانا اللہ یار اور ان کے سلسلہ تصوف سلسلہ اویسیہ کے معتقدین اور مریدوں کی فوج میں تعداد بہت زیادہ ہے۔ مولانا اکرم اعوان نے 1964ء میں مولانا اللہ یار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جب انہیں ان کا خلیفہ مجاز مقرر کیا گیا تو ان کے بارے میں پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ان کا تعلق علاقے کے بدنام زمانہ ڈاکو محمد خان کے گروہ سے رہا ہے لیکن تنظیم الاخوان اسے جھوٹ قرار دیتی ہے۔

مولانا اکرم اعوان نے 1986ء میں تنظیم الاخوان کی بنیاد رکھی۔ آغاز میں اسے غیر سیاسی تنظیم رکھا جس وجہ سے ریٹائرڈ فوجی اور سول افسران کے علاوہ حاضر سروس فوجی سول افسر بھی اس کے ممبر بنے۔ پاکستان میں نظام کی تبدیلی کیلئے کئی کوششیں کر چکے ہیں۔ 1995ء میں بے نظیر دور حکومت میجر جنرل مستنصر باللہ اور میجر جنرل ظہیر عباسی نے حکومت کا تختہ الٹ کر اسلامی ریاست قائم کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس میں مولانا اکرم اعوان کے کردار کا بھی عموماً ذکر آتا ہے۔ 1998ء میں مولانا نے تنظیم الاخوان کو سیاسی بنیادوں پر منظّم کرنا شروع کیا اور

Marfat.com

اسلامی انقلاب کیلئے عوامی جدوجہد کی طرف توجہ دینا شروع کی۔ 1998ء میں لاہور کے ایک جلسہ عام میں اپنے مریدین سے پاکستان میں نفاذ اسلام کیلئے موت پر بیعت لی۔ ان کی توجہ عسکری جہاد پر بھی مذکور رہی اور اسلام کے اس پہلو کو ابھارنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تنظیم الاخوان کے بے شمار نوجوانوں کو طالبان کی معاونت کیلئے افغانستان جہاد میں حصہ لینے کیلئے روانہ کیا جن کے بارے میں مولانا نے ایک انٹرویو میں کہا۔

''جو گئے..... گئے۔ اللہ انہیں قبول کرے ابھی تک کوئی پلٹا ہی نہیں ہے۔ اگلے دن مجھ سے ایک جرنیل صاحب نے پوچھا تھا کہ آپ کے بندے وہاں ہیں؟ میں نے کہا جی ہیں تو کہنے لگے کیا ہوگا؟ تو میں نے کہا جی' ہم سے تو فارغ ہو کر گئے ہیں۔ شہید ہو گئے تو اللہ انہیں قبول کرے۔ جب تک شہید نہیں ہوتے تب تک وہیں رہیں گے یہاں سے تو فارغ ہو کر گئے ہیں ہم نے ان کی خبر بھی نہیں لی ہے اور فکر بھی نہیں ہے'' (بحوالہ ماہنامہ ''المرشد'' لاہور' شمارہ اپریل 2002ء)

مقبوضہ کشمیر میں جہاد میں حصہ لینے کیلئے مولانا اکرم اعوان نے دسمبر 1999ء میں ''الاخوان جہاد فورس'' بنانے کا اعلان کیا تھا اور یہ تنظیم افرادی اور مالی اعتبار سے لشکر طیبہ کے ساتھ تعاون کر رہی ہے۔ تنظیم الاخوان کے نائب امیر میجر (ر) مقبول احمد شاہ کا کہنا ہے کہ ہماری لشکر طیبہ کے ساتھ کوآرڈینیشن ہے اور ہم جہاد کشمیر میں اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق افرادی اور مالی معاونت کر رہے ہیں۔

(بحوالہ ماہنامہ ''المرشد'' شمارہ اگست 2000ء)

لیکن مولانا اکرم اعوان کی اصل توجہ پاکستان میں جہاد پر ہے تاکہ یہاں جلد سے جلد اسلامی نظام حکومت قائم ہو سکے۔ اس تناظر میں وہ مقبوضہ کشمیر میں جاری جہاد کے بارے میں بھی تحفظات کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک بین الاقوامی جریدے ''نیوز پاکستان'' نیویارک کو اگست 2000ء میں انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

''کشمیر کو کوئی جہادی تنظیم بھارت سے نہیں چھین سکتی جو ایکشن یہ وہاں لیتی ہے کبھی دس فوجی مار دیئے' کبھی چار مار دیئے' اس کا ردعمل یہ ہے کہ وہ کشمیری عوام کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے گھروں کو آگ لگاتی ہے' عورتوں کی بے حرمتی کرتی ہے' اس کا ذمہ دار کون ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کشمیر چھین لیتے ہیں تو اسے کیا کریں گے؟ کوئی جہادی تنظیم الگ

Marfat.com

کشمیر بنا کر بیٹھ جائے گی۔ اگر پاکستان میں شامل ہو جائے تو پاکستان میں کون سا انصاف ہو رہا ہے۔"

اس لئے مولانا اکرم اعوان کی زیادہ توجہ پاکستان کے اندرونی نظام کی طرف ہے اور اس کی تبدیلی کیلئے وہ دسمبر 2000ء میں ایک انتہائی جارحانہ کوشش کر بھی چکے ہیں۔ دسمبر 2000ء میں انہوں نے اپنے مریدین کو اپنے مرکز منارہ چکوال میں اس مقصد کیلئے اکٹھا کیا کہ وہ اسلام آباد کی طرف مارچ کریں گے اور نفاذ شریعت تک وفاقی دارالحکومت کا گھیراؤ جاری رکھیں گے۔ تقریباً 6 ہزار مرید منارہ میں جمع ہو گئے اور مولانا اکرم اعوان نے جنرل پرویز مشرف کی حکومت کو الٹی میٹم دے دیا کہ 'اگر آپ نے شریعت نافذ نہ کی تو میں اپنے 30 لاکھ مریدین کے ہمراہ اسلام آباد مارچ کروں گا' ہم غیر مسلح ہوں گے' ہمارے ہاتھوں میں قرآن' گلے میں تسبیح اور زبان پر کلمہ ہوگا لیکن اگر کسی نے ہماری جانب بندوقیں سیدھی کرنے کی کوشش تو ہم انہیں چھین کر زبردستی شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ (بحوالہ ماہنامہ "المرشد" چکوال' شمارہ جنوری 2001ء)

پہلے نفاذ شریعت کیلئے 24 دسمبر کی تاریخ دی گئی تھی جس میں کور کمانڈر راولپنڈی کی درخواست پر اس میں 7 مارچ 2001ء کی توسیع کر دی اور وفاقی وزیر مذہبی امور محمود احمد غازی کی سربراہی میں ایک مذاکراتی ٹیم منارہ پہنچی جس نے مولانا سے مذاکرات کئے اور جنرل پرویز مشرف کی منظوری سے ایک معاہدہ کیا اور ملک میں نفاذ اسلام کیلئے بنیادی نکات کو حتمی شکل دینے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی جس پر یہ مارچ اور گھیراؤ کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔

مولانا اکرم اعوان ابھی تک اپنے اس عزم پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان کی تقریروں کا مرکز اور محور اندرونی جہاد ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ کبھی بھی عملی اقدام کا اعلان کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

جنرل عبداللہ

جنرل عبداللہ جمعیت المجاہدین کے چیف کمانڈر ہیں۔ مارچ 2000ء میں سری نگر جیل سے فرار ہو کر مظفر آباد پہنچے۔ ان کا شمار مقبوضہ کشمیر میں جاری عسکری تحریک کے ابتدائی اور اہم رہنماؤں میں ہوتا ہے۔

ابتدائی حالات

جنرل عبداللہ کا اصل نام غلام رسول شاہ ہے اور مقبوضہ کشمیر کے ضلع کپواڑہ کے ایک گاؤں مرناگ میں 1957ء میں پیدا ہوئے۔ سری نگر یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ عرصہ طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک رہے بعد ازاں جماعت اسلامی سے وابستہ ہوگئے۔ 1987ء کے ریاستی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم متحدہ محاذ کو ''جبری شکست'' سے دوچار کیا گیا تو مختلف علاقوں میں نوجوانوں نے منظّم ہو کر بھارتی افواج کے خلاف عسکری کارروائیاں شروع کیں۔ ضلع کپواڑہ اور ڈوڈہ میں ناصر الاسلام نے اپنا گروپ ''انصاراسلام'' بنایا تو جنرل عبداللہ بھی اس میں شامل ہوگئے۔ بعد ازاں ''انصار الاسلام'' اکتوبر 1989ء میں حزب المجاہدین میں شامل ہوگئی لیکن چند ماہ ہی میں ناصر الاسلام کے حزب المجاہدین کی قیادت سے اختلافات ہوگئے اور انہوں نے بالآخر اس گروپ کو جمعیت المجاہدین کا نام دے دیا گیا۔ جنرل عبداللہ کو اس کا چیف کمانڈر نامزد کیا گیا۔

جمعیت المجاہدین کے لئے کاوشیں

جمعیت المجاہدین کو منظّم کرنے اور اس کے ڈھانچے کو فوجی سطح پر استوار کرنے کا کام

Marfat.com

جنرل عبداللہ نے کیا۔ ان کی کاوشوں سے جمعیت المجاہدین کا شمار مقبوضہ کشمیر کی پانچ بڑی جہادی تنظیموں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے جمعیت کے مجاہدین کی عسکری تربیت کیلئے آزاد کشمیر میں تربیتی کیمپ قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا اور مجاہدین کی تربیت کی غرض سے افغانستان کی جہادی تنظیموں سے رابطے استوار کیے۔ جنرل عبداللہ نے جمعیت المجاہدین کو کشمیری نوجوانوں تک محدود رکھا اور اب جمعیت کا دعویٰ ہے کہ یہ کشمیری نوجوانوں پر مشتمل واحد جہادی تنظیم ہے۔ جنرل عبداللہ وقتاً فوقتاً پاکستان آتے رہتے ہیں۔ 1987ء میں پہلی بار پھر 1988ء، 1990ء، 1992ء اور مارچ 2002ء میں پانچویں بار پاکستان پہنچے۔ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ ان کے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں سے بھی روابط ہیں۔

زمانہ اسیری

جنرل عبداللہ بھارتی سکیورٹی فورسز کو مختلف مقدمات میں مطلوب رہے ہیں اور انہیں پہلی بار ستمبر 1987ء میں گرفتار کیا گیا۔ 1987 سے 2 فروری 2002ء تک ان کا کل عرصہ اسیری چھ سال، چار ماہ اور تین دن بنتا ہے۔ جنرل عبداللہ کو جیل توڑنے اور وہاں سے فرار ہونے میں خصوصی مہارت حاصل ہے۔ تین مرتبہ جیل سے فرار ہو چکے ہیں، کل عرصہ اسیری میں ذیل کے عقوبت خانوں میں قید رہے۔

1- انٹیروگیشن سنٹر پولیس سٹیشن کپواڑہ
2- ریڈ 16 انٹیروگیشن سنٹر، سونہ وار سری نگر
3- ہری نواس سری نگر جائنٹ انٹیروگیشن سنٹر 3
4- پاپا2 انٹیروگیشن سنٹر گنکار سری نگر
5- پاپاون انٹیروگیشن سنٹر، ایئرپورٹ، سری نگر
6- سکیدارک انٹیروگیشن سنٹر، سونہ وار سری نگر
7- تالاب تلو انٹیروگیشن سنٹر جموں
8- سنٹرل جیل سری نگر
9- سب جیل ہیرانگر
10- ڈسٹرکٹ جیل کٹھوعہ

Marfat.com

11- سب جیل کوٹ بھلوال

12- سنٹرل جیل جودھ پور راجھستان

آخری مرتبہ فرار کی داستان ان کی زبانی یہ ہے کہ:

2 فروری 2000ء کو سری نگر جیل سے اللہ کے فضل و کرم سے میرا کامیاب فرار وجود میں آیا۔ اس کی مختصر سی تفصیل اس طرح سے ہے کہ جمعیت المجاہدین کے ccc یعنی سنٹرل کمانڈر کونسل نے جیل کے اندر مجھے نہایت ہی محتاط انداز میں اطلاع روانہ کی کہ آپ ذہنی طور پر فرار کیلئے تیار ہو جائیں۔ آپ کے بھاگنے کا پلان مرتب ہو چکا ہے اور روبہ عمل لانے کیلئے آپ بھی اللہ سے دعا کیا کریں۔ میں ایسے بھی بھاگنے کیلئے ماہی بے آپ کی طرح تڑپتا اور ترستا رہتا تھا۔ ہماری ccc کو اطلاع ملی تھی کہ فلاں تاریخ یعنی 2 فروری کو مجھے سری نگر کے SMHS ہاسپٹل میں بسلسلہ علاج معالجہ لے جا رہے ہیں اور میری رکھوالی کیلئے بھارتی پولیس کے نو بندے مسلح ہیں۔ آگے ہمارے مجاہدین نے بھی ان سے اللہ کے فضل و کرم سے کیسے چھڑایا؟ یہ ساری داستان بھارتی الیکٹرانک میڈیا' پرنٹ میڈیا اور انٹرنیشنل میڈیا پہ ٹھیک ٹھاک آئی۔ بس اور بس اللہ کا فضل و کرم تھا۔ اس کے ردعمل میں نہ صرف میرے گھر پر بلکہ ہمارے متعلقین و معاونین پہ جو کچھ بھی گزرا اور جو کچھ بھی مظالم ان پہ ڈھائے گئے۔ وہ ہندوستان کے سفاک' ظالم اور جارح ہونے کیلئے ایک جیتا جاگتا مزید ثبوت ہے۔ (بحوالہ ''مجلّہ الدعوۃ'' شمارہ مئی 2001ء)

جنرل عبداللہ کے متعلق مولانا مسعود اظہر کا کہنا ہے کہ ''وہ جیل میں ہی ان سے بیعت کر چکے تھے اور سری نگر سے اصلاحی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔''

(بحوالہ ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی شمارہ 17 تا 23 مارچ 2000ء)

جنرل عبداللہ نے رہائی کے بعد جنرل رافع کے ساتھ مل کر جمعیت المجاہدین کو از سرنو منظّم کیا اور پاکستان میں بعض جہادی تنظیموں پر پابندی لگنے کے بعد مقبوضہ کشمیر میں' جمعیت المجاہدین اہم ترین جہادی تنظیم بن گئی ہے۔ جیش محمد اور لشکر طیبہ مقبوضہ کشمیر کی حد تک اس میں ضم ہو چکی ہیں اور جنرل عبداللہ سپریم کمانڈر ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی (ابوولید)

مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی لشکر طیبہ کے سپریم کمانڈر ہیں۔ لشکر طیبہ کی بنیاد رکھنے میں ان کا کردار مرکزی تھا اور انہی کی مشاورت اور رہنمائی میں پروفیسر حافظ محمد سعید اور ان کے رفقاء نے مرکز الدعوۃ والارشاد کے جہادی عسکری ونگ کی بنیاد رکھی تھی۔ جہاد افغانستان میں اہم محاذوں پر لڑے اور بعد ازاں جہاد کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ آج کل مظفر آباد آزاد کشمیر میں لشکر طیبہ کے امیر بیس کیمپ اور سپریم کمانڈر کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ لال قلعے پر حملے کی منصوبہ بندی بھی ان کے عسکری کارناموں کا ایک اہم حصہ ہے۔

مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی کا تعلق معروف اہلحدیث علماء کے لکھوی خاندان سے ہے۔

انہوں نے جامعہ سلفیہ ماموں کانجن اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں ابھی دینی تعلیم کے آخری مراحل میں تھے کہ ان کی ملاقات پروفیسر عبدالرب سیاف گروپ کے ایک کمانڈر سے ہوئی جو مساجد اور مدارس کے دورے پر تھا تاکہ جہاد کیلئے مالی اور افرادی قوت حاصل کر سکے۔ اس کمانڈر کی دعوت پر عسکری تربیت کیلئے افغانستان گئے اور 1982ء سے باقاعدہ جہاد سے وابستہ ہو گئے۔ بہت عرصہ خوست کے محاذ پر رہے اور ان کا ربط سیاف گروپ کے علاوہ کمانڈر جلال الدین حقانی کی تنظیم سے رہا۔ اسی عرصہ میں نورستان میں مولوی ابراہیم نے اور مولوی جمیل الرحمٰن نے کنر میں اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ یہ دونوں اصحاب اہلحدیث مسلک کے سرکردہ کمانڈر اور عالم تھے۔ مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی ان سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا خالد گرجاکھ اپنی کتاب ''جہاد افغانستان'' میں ان کی محاذ کی تبدیلی سے متعلق لکھتے ہیں۔ جب نورستان سے واپس آیا تو

Marfat.com

برخوردار مولانا ذکی الرحمٰن صاحب لکھوی ان دنوں خوست کے محاذ سے واپس آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا برخوردار اللہ تعالیٰ نے ہمارے سلفیوں کو محاذ دیا ہوا ہے وہاں جایا کرو۔ چنانچہ پھر وہ وہاں گئے اور ہمیشہ کیلئے وہاں کے ہی ہو گئے۔ اس کے بعد پاکستان صرف ملنے کیلئے آتے ہیں ورنہ اکثر وہیں پر رہتے ہیں۔ مولانا ذکی الرحمٰن کا پہلا دورہ 1983ء میں ہوا۔

جبکہ ڈاکٹر منظور احمد نے لشکر طیبہ کی گیارہ سالہ رپورٹ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ

جہاں اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے ان کے کندھوں پر جہاد جیسے عظیم کام کی ذمہ داری ڈال دی اور مجاہدین ان کی رہنمائی میں جاجی (افغانستان) کے مختلف جہادی مراکز جیسے مرکز مکہ' مرکز مدینہ اور دوسرے جبہات پر روسی فوجوں سے برسر پیکار رہے۔ یہاں پر انہیں عرب مجاہدین کی بھرپور اعانت میسر آئی اور انہوں نے ان عرب مجاہدین سے جہاد و قتال کے اسرار و رموز سے آگہی بھی حاصل کی۔ یوں اگست 1987ء سے جنوری 1990ء کی جہادی سرگرمیوں میں کابل کے محاذوں پر رہے اور وہ نورستان جا کر ان جری اور بہادر نوری و عرب مجاہدین سے بھی رابطہ میں رہے۔

یہی وہ ایام تھے جب کنہڑ میں شیخ جمیل الرحمٰن نے جہاد کے نتیجہ میں آزاد کروائے گئے خطہ میں امارت اسلامیہ کا اعلان کیا اور اس جواں سال نوجوان ابوولید نے کچھ درد دل رکھنے والے پاکستانی علماء کرام (پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب وغیرہ) کے ساتھ مل کر کنہڑ میں ہی ٹانگو کے مقام پر 22 فروری 1990ء کو معسکر طیبہ کی بنیاد رکھی۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''مجلّہ الدعوۃ'' لاہور' شمارہ فروری 2001ء)

معسکر طیبہ کی بنیاد رکھے جانے کے ساتھ ہی لشکر طیبہ کے قیام کا بھی اعلان ہو گیا اور مقبوضہ کشمیر میں جہادی سرگرمیوں کی ابتداء کرنے کیلئے انتظامات شروع ہو گئے۔ مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی کو لشکر طیبہ کا چیف کمانڈر بنایا گیا اور انہوں نے صرف کشمیر کیلئے مجاہدین کی تربیت کیلئے شیخ جمیل الرحمٰن سے ایک الگ معسکر اقصیٰ کے نام سے حاصل کیا اور یہاں سے فارغ ہونے والا پہلا دستہ 1991ء کی ابتداء میں مقبوضہ کشمیر لانچ ہوا۔ ان مجاہدین کی لانچنگ کیلئے مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی نے ''البرق'' سے تعاون حاصل کیا۔ 1995ء تک مولانا لکھوی زیادہ تر افغانستان رہے اور معسکروں کا انتظام سنبھالتے رہے لیکن 1995ء میں مستقل طور پر مظفر آباد آ گئے تا کہ لشکر طیبہ کو مقبوضہ کشمیر میں زیادہ منظّم کیا جائے۔ یہاں انہوں نے دو معسکر

Marfat.com

بنوائے ایک کا نام معسکر عبداللہ بن مسعود اور دوسرے کا ام القریٰ رکھا گیا اور اسی سال جموں ریجن کیلئے لشکر طیبہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا لکھوی نے اپنے مجاہدین کی لانچنگ کیلئے الگ سے انتظامات کیے اور مقبوضہ کشمیر میں تنظیمی اور عسکری ڈھانچے کو مضبوط بنایا۔

مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی کو بہترین عسکری منصوبہ ساز کہا جاتا ہے اور ان کی انہی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے 1998ء میں کارگل کے محاذ پر ان کی بھی ذمہ داری لگائی گئی۔ ''لشکر طیبہ کی گیارہ سالہ رپورٹ'' کے مطابق یہاں ان کی سرکردگی میں مجاہدین نے 9 بھارتی طیارے گرائے۔ لال قلعے پر حملے کا ماسٹر پلان بھی مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی کا تیار کیا ہوا بتایا جاتا ہے جبکہ اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر امریکی حملے کے دوران ایک بار پھر افغان محاذ پر سرگرم عمل رہے۔ آج کل مظفر آباد آزاد کشمیر کے معسکرات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر عبدالجبار

جیش محمدؐ کے چیف کمانڈر عبدالجبار کا شمار ملا عمر کے ہاتھ پر اولین بیعت کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ جیش محمدؐ میں آنے سے قبل حرکۃ المجاہدین سے وابستہ تھے۔ جیش محمد بننے کے بعد افغانستان میں اس کے معسکروں اور کابل میں مرکز کے حصول کیلئے اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں مولانا مسعود اظہر کو ملا عمر کے قریب لانے میں بھی انہی کا کردار رہا ہے۔ شمالی اتحاد کے خلاف مختلف محاذ پر طالبان کے دستوں کی قیادت کی اور مزار شریف کی فتح میں بھی شامل تھے۔

کمانڈر عبدالجبار کا تعلق پنجاب کے ضلع ساہی وال سے ہے۔ جامعہ خیر المدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ 1986ء میں جہاد سے وابستہ ہوئے اور حرکۃ المجاہدین سے تعلق جوڑا۔ زیادہ عرصہ افغانستان کے محاذوں پر رہے۔ حرکۃ المجاہدین میں ناظم امور حرب اور ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے اور کئی معسکروں کے انچارج بھی رہے۔ جیش محمد میں شامل ہونے کی وجوہات یہ بتاتے ہیں کہ ''جیش محمد کے قیام سے قبل مجاہدین اندرونی انتشار کا شکار تھے۔ مولانا کی رہائی کے بعد سب ساتھیوں نے کہا کہ مولانا مسعود اظہر ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جس پر تمام مجاہدین اعتماد کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان پر اتفاق کیا اور اکابر علماء نے ان کی تشکیل کی تو اللہ کے فضل و کرم سے لوگ متوجہ ہوئے۔ خواہ وہ کشمیر، افغانستان یا معسکرات میں تھے سب نے مولانا پر اعتماد کیا اور یہ فیصلہ میں نے جلدی میں نہیں کیا بلکہ دیگر مجاہد رہنماؤں کی مشاورت سے کیا۔

(بحوالہ انٹرویو پندرہ روزہ ''جیش محمد'' کراچی، شمارہ فروری 2001ء)

Marfat.com

کمانڈر عبدالجبار کا بیشتر وقت افغانستان کے محاذوں پر گزرا ہے اور طالبان کی شمالی اتحاد کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ جس کے باعث طالبان حکومت انہیں خاص مقام سے نوازتی تھی۔ پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی نے اپنے سفرنامہ افغانستان میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ

''جہاد افغانستان سے بحیثیت کمانڈر سابقہ جہادی دور ہی سے متعلق چلے آ رہے ہیں اور جہاد کشمیر سے بھی ذمہ دارانہ وابستگی رکھتے ہیں۔ امیرالمومنین کے ہاتھ پر اولین بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں ان مخصوص حضرات میں سے ہیں جن کی حربی مہارت و جہادی مشاورت پر امیرالمومنین کو اعتماد ہے' ان کا علمی و منصبی وقار انکسار میں ڈھلا ہوا ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان' شمارہ اپریل 2000ء)

جہادی زندگی کے اہم واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے پندرہ روزہ ''جیش محمد'' کو بتایا کہ:

ہمارے سامنے بیسیوں ایسے واقعات ہیں جب ہم مشکل مراحل سے گزرے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ گردیز میں جنگ کے دوران ہم ایسے سخت محاصرے میں پھنسے ہوئے تھے اور دشمن کے بالکل گھیراؤ میں تھے اور کوئی بچ نکلنے کی ایسی شکل نظر نہیں آتی تھی ایک طرف بارود لگا ہوا تھا اور دوسری طرف دشمن اوپر آ چکا تھا کہ بظاہر محاصرے سے نکلنا ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔ چند فائر باقی تھے اپنا دفاع بھی کرنا تھا اور آگے پیش قدمی بھی' ہم نے اپنے ساتھی آگے دوڑا دیئے اور دشمن کو مغلوب کر دیا لیکن ہم آج تک یہ نہ سمجھ سکے کہ دشمن جس کے پاس ٹینک سمیت ہر قسم کے اسلحے کا انبار تھا آخر ہم نے اس پر کیسے فتح پائی اور کس طرح وہاں سے بحفاظت نکل آئے۔ اس طرح کے بیسیوں واقعات میرے سامنے ہیں۔

امریکہ کے طالبان کے خلاف آپریشن کے دوران ابتداء میں مزار شریف کے محاذ پر رہے اور بعدازاں ملا عمر کی حفاظت کیلئے قندھار بلا لیا گیا۔ ان کی کراچی میں موجودگی کی اطلاعات ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر مفتی محمد اصغر خان

کمانڈر مفتی محمد اصغر خان کالعدم جیش محمد کے لانچنگ کمانڈر ہیں۔ قبل ازیں حرکۃ المجاہدین میں تھے اور یہی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ ان کا شمار بہترین لانچنگ کمانڈروں میں کیا جاتا ہے۔

کمانڈر مفتی محمد اصغر کا تعلق راولاکوٹ آزاد کشمیر ہے اور ابتدائی دینی تعلیم آزاد کشمیر سے حاصل کرنے کے بعد جامعہ العلوم الاسلامیہ ہتوڑی آگئے تھے۔ جہاں درجہ عالمیہ تک تعلیم حاصل کی۔ ان کا شمار مفتی رشید احمد کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا تھا۔ 1988ء میں جہاد سے وابستہ ہوئے اور حرکۃ المجاہدین کے ژواڑ کے معسکر سے عسکری تربیت حاصل کی۔ افغانستان کے مختلف محاذوں پر بھی داد شجاعت دی۔ کشمیری ہونے کے سبب ان کی زیادہ دلچسپی کشمیر کے محاذ کی طرف رہی ان کے دو بھائی مقبوضہ کشمیر میں شہید ہو چکے ہیں۔ 1992ء سے کشمیر میں ہیں اور بے شمار مرتبہ مقبوضہ کشمیر جا چکے ہیں اور کئی اہم گوریلا کارروائیوں میں حصہ لے چکے ہیں۔

حرکۃ المجاہدین کی مرکزی شوریٰ کے رکن ہونے کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کی لانچنگ کی تمام تر ذمہ داریاں انہی کے سپرد تھیں۔ جب جیش محمد میں شامل ہوئے تو مولانا مسعود اظہر نے اسے جیش کی اہم پیش رفت قرار دیا۔ ان کی جیش میں شمولیت پر پندرہ روزہ ''جیش محمد'' کراچی کے شمارے میں لکھا گیا کہ ''معروف گوریلا کمانڈر مفتی محمد اصغر خان صاحب اپنے رفقاء سمیت جیش محمد میں شامل ہو گئے جو اللہ کی بہت بڑی نصرت ہے۔ مفتی

Marfat.com

اصغر خان صاحب حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب کے شاگرد ہیں۔ بہت صالح نوجوان ہیں اور جذبہ جہاد سے سرشار ہیں۔ بہت طویل عرصے سے لانچنگ پیڈوں کے ذمہ دار ہیں گویا کہ اندرون کشمیر حرکۃ المجاہدین کا سارا سیٹ اپ ان کے کنٹرول میں ہے اور اب ان کی جیش میں شمولیت سے یہ سارا سیٹ اپ خود بخود جیش میں آ گیا ہے۔"

(بحوالہ شمارہ فروری 2001ء)

آج کل مظفر آباد میں ہیں لیکن زیادہ عرصہ بالاکوٹ کے معسکر میں گزارتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر ہلال احمد بیگ

کمانڈر ہلال احمد بیگ مقبوضہ کشمیر میں عسکری تحریک کے بانیوں میں سے ہیں اور جہادی تنظیم اسلامک فرنٹ کے سپریم کمانڈر ہیں۔ اپنی کئی متنازعہ عسکری کارروائیوں کی بنا پر معروف ہیں۔

کمانڈر ہلال احمد بیگ کا تعلق سری نگر سے ہے اور وہاں کے معروف سیاسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی بڑی بہن فریدہ آپا مقبوضہ کشمیر اسمبلی کی رکن رہ چکی ہیں۔ انہوں نے بی اے تک تعلیم سری نگر یونیورسٹی سے حاصل کی ہے۔ زمانہ طالب علمی میں مقبول بٹ کی شخصیت سے متاثر تھے اور اس بنا پر 1986ء میں جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ میں شامل ہوئے۔ اس دوران انہوں نے کئی اہم عسکری کارروائیاں کیں۔ انہیں اصل شہرت ڈاکٹر مشیر الحق کے قتل سے ملی جو سری نگر یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہونے کے علاوہ نامور مسلم اسکالر تھے۔ 10 اپریل 1990ء کو ہلال احمد بیگ نے جو اس وقت اسٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ کے صدر تھے۔ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ انہیں اغوا کیا اور ان کی رہائی کے بدلے اپنے بعض رہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ جب یہ مطالبہ تکمیل تک نہ پہنچا تو ڈاکٹر مشیر الحق کو قتل کر کے سری نگر کی سڑک پر پھینک دیا گیا جس پر نہ صرف یونیورسٹی کی انتظامیہ بلکہ مسلمانوں کی بڑی تعداد نے بھی شدید غم وغصہ کا اظہار کیا۔ لیکن ہلال احمد بیگ نے کبھی بھی ان کے قتل کی ذمہ داری واضح طور پر قبول نہیں کی۔ ڈاکٹر مشیر الحق جماعت اسلامی کیلئے نرم گوشہ رکھتے تھے اسی بنا پر ہلال احمد بیگ اور حزب المجاہدین میں طویل عرصہ تک ٹھنی رہی اور حزب المجاہدین کی قیادت ان پر اپنے شہید ہونے والے بعض کمانڈروں کی مخبری اور مجاہدین کے قتل کے الزامات عائد کرتی رہی ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر مشیر الحق کے قتل کے بعد ہلال احمد بیگ اور جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے اور ہلال احمد بیگ نے الگ ہو کر 1994ء میں اپنی جہادی تنظیم اخوان المسلمین بنالی جس میں شدت پسند کے ایل ایف کے کئی رہنما بھی شامل ہو گئے۔ افرادی قوت کے حصول کے لئے انہوں نے بریلوی مسلک کے نوجوانوں اور علماء سے تعاون حاصل کیا۔ ہلال احمد بیگ طویل عرصہ سے بھارت کو مطلوب اہم ترین افراد کی فہرست میں شامل ہیں ان پر الزام لگتا رہا ہے کہ الاخوان المسلمین مقبوضہ کشمیر اور جموں میں عام شہری ہندوؤں کے قتل میں ملوث ہے۔ اپریل 2002ء میں سری نگر میں ایک مندر پر حملے کی ذمہ داری بھی اسلامک فرنٹ نے قبول کی تھی۔ یہ نام انہوں نے 1997ء میں بھارتی سکیورٹی فورسز کی ''اخوان المسلمین'' سے توجہ ہٹانے کیلئے رکھا تھا۔

کمانڈر ہلال احمد بیگ اپنے تصورات میں شدت پسند تصور ہوتے ہیں اور کشمیر کی خودمختار حیثیت کے حامی ہیں۔ اگرچہ ان کا موقف ہے کہ استصواب رائے میں عوام جو بھی فیصلہ کریں گے انہیں قبول ہوگا۔ ہلال احمد بیگ کئی بار آزاد کشمیر آ چکے ہیں اور ان کا اہم ٹھکانہ کوٹلی اور نکیال سیکٹر ہوتا ہے۔ اپریل اور مئی 2002ء میں ان کے آزاد کشمیر میں موجود ہونے کی اطلاعات تھیں انہی دنوں بریلوی مسلک کی اہم جہادی تنظیم لشکر اسلام نے اسلامک فرنٹ میں انضمام کا اعلان کیا تھا اور کوٹلی میں ان کے بارے میں خبر گرم تھی کہ وہ یہاں اہم مشن پر ہیں جو جہادی تنظیموں کے نئے سیٹ اپ کے حوالے سے ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر شجاع عباس

شجاع عباس مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کی سب سے بڑی شیعہ جہادی تنظیم کے امیر ہیں اور شیعہ نوجوانوں کو جہاد کی طرف راغب کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔

شجاع عباس کی عمر (تادم تحریر) 34 برس کے لگ بھگ ہے اور ان کا تعلق سری نگر سے ہے۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی۔ گریجوایشن سری نگر یونیورسٹی سے کی اور زمانہ طالب علمی میں ہی مولانا عباس انصاری کی تحریک سے وابستہ ہوگئے تھے۔ 1991ء میں جب حزب المومنین کا قیام عمل میں آیا تو اس میں شامل ہوگئے۔ 1997ء میں آزاد کشمیر پہنچے اور مظفر آباد میں حزب المومنین کا معسکر قائم کیا تاکہ وادی میں تنظیم کو تربیت میں شامل کیا جائے۔ اپنے مقاصد میں انہوں نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔ امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن سے تنظیمی تعلق قائم کیا اور متحدہ جہاد کونسل کی باقاعدہ ممبر شپ حاصل کی۔ قبل ازیں ان کی تنظیم کے مجاہدین ''البرق'' اور ''الجہاد'' جیسی تنظیموں کے معسکروں میں تربیت حاصل کرتے تھے جس سے ان کیلئے مسلکی مسائل پیدا ہوئے تھے۔

شجاع عباس نے حزب المومنین کو حزب المجاہدین کی طرز پر فوجی بنیادوں پر استوار کیا ہے اور اس کی باقاعدہ کمپنیاں اور پلاٹون بنائی ہیں۔ معسکر کی تنظیم بھی بہت منظم ہے اور یہاں مجاہدین عسکری تربیت کے علاوہ اپنی پڑھائی کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔ خود شجاع عباس مظفر آباد یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان دینے کوشش میں ہیں۔ اپنی تنظیم میں بھی انہوں نے جمہوری انداز کی شوریٰ قائم کر رکھی ہے جو چھ ممبران پر مشتمل ہے اور اسے

Marfat.com

''خادمین'' کا نام دیا گیا ہے۔ایک تین رکنی شوریٰ عالیہ بھی ہے جو''خادمین'' کی سرکردگی کا جائزہ لیتی ہے۔فیصلہ کرنے کا اختیار تنہا ان کے پاس نہیں ہے بلکہ شوریٰ خادمین سے اجازت اور مشاورت ضروری ہوتی ہے۔

شجاع عباس نے ابتدائی طور پر مقبوضہ کشمیر میں صرف سری نگر' بارا مولا اور بٹ گام تک اپنی عسکری کارروائیوں کا دائرہ محدود رکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں شیعہ بڑی تعداد میں آباد ہیں۔شجاع عباس کئی معروکوں میں شریک ہو چکے ہیں لیکن ان کی اصل توجہ تنظیمی امور کی طرف ہے اور وہ اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے کیلئے کوشاں ہیں۔معسکر میں امیر کے علاوہ انسٹرکٹر کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ 2500 مجاہدین کو تربیت دے چکے ہیں جبکہ ان کی تنظیم کے شہداء کی تعداد 100 سے زائد ہوگئی ہے جن میں سے نصف سے زائد آزاد کشمیر' صوبہ سرحد اور پنجاب سے ہے۔تنظیمی امور کے سلسلے میں کئی بار ایران کا دورہ بھی کر چکے ہیں اور مظفر آباد کے بعض جہادی حلقے دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں ایران کا مالی تعاون حاصل ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر الیاس کشمیری

ان کا تعلق حرکۃ المجاہدین سے ہے اور حرکت کے مقبوضہ کشمیر کیلئے قائم عسکری دستے حرکۃ الجہاد اسلامی 313 بریگیڈ کے چیف کمانڈر ہیں جبکہ جموں ریجن کی جہادی تنظیموں کے اتحاد جموں جہاد کونسل کے چیئرمین بھی ہیں۔

کمانڈر الیاس کشمیری 1984ء سے جہاد سے وابستہ ہیں۔ آغاز سے ہی ربط مولانا ارشاد احمد کی جماعت حرکۃ الجہاد سے رہا۔ کئی محاذوں پر اہم ذمہ داریاں نبھائیں۔ 1996ء میں ان کی تشکیل کشمیر کے محاذ پر کر دی گئی۔ نکیال اور کوٹلی آپ کا آبائی علاقہ ہے اور یہاں سے مقبوضہ کشمیر ریجن میں عسکری آپریشن کرنا آسان ہے۔ کوٹلی معسکر کا انتظام سنبھالنے کے ساتھ ساتھ سرحدی عسکری آپریشنوں میں حصہ لیتے ہیں۔ چیف کمانڈر کی حیثیت سے حرکۃ الجہاد کو مقبوضہ کشمیر خصوصاً جموں ریجن میں متحرک کرنے میں ان کا کردار نمایاں ہے۔ آپ کے کوٹلی معسکر سے مارچ 2002ء تک 3000 مجاہدین اعلیٰ عسکری تربیت حاصل کر چکے ہیں۔

کمانڈر الیاس کشمیری کا ایک یادگار معرکہ سانحہ لنجوٹ سے متعلق ہے۔ سانحہ لنجوٹ جنوری 2000ء میں رونما ہوا جس میں بھارتی فوج نے لنجوٹ مجاہدین کے خلاف آپریشن کے ساتھ ساتھ مقامی آبادی کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور کئی کشمیریوں کو شہید کر دیا۔ اس کا بدلہ لینے کیلئے حرکت کے بریگیڈ 313 نے کارروائی کا فیصلہ کیا اور کمانڈر الیاس کشمیری خود اس کارروائی میں شامل ہوئے اور بھارتی فوجیوں کے نہ صرف سر کاٹ کر لائے بلکہ ایک بھارتی فوجی کی لاش بھی ہمراہ لائے۔ اس کارروائی پر حرکۃ الجہاد الاسلامی کو جہادی تنظیموں

Marfat.com

نے مبارکباد دی اور اسے ایک بڑی فتح قرار دیا۔ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد کے شمارے فروری مارچ 2000ء میں اس کارروائی سے متعلق جو رپورٹ شائع ہوئی۔ اس سے ایک اقتباس یہ ہے۔

''مذکورہ اندوہناک واقعہ کے بعد آزاد کشمیر کے مسلمان سراپا احتجاج بن کر ہر طرف انتقام انتقام کی صدائیں بلند کر رہے تھے جس کی توفیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرکۃ الجہاد الاسلامی 313 بریگیڈ کے شاہین صفت مجاہدین کو دی۔ 26 فروری کی ایک شب کو گوریلا کمانڈر محمد الیاس کشمیری صاحب چیف کمانڈر جموں سیکٹر کی کمان میں 19 مجاہدین انڈیا کی مضبوط ترین پوسٹ رائٹ کیری' کھوئی رٹہ سیکٹر پر قہر خداوندی بن کر ٹوٹے' تحریک آزادی کشمیر میں اپنی نوعیت کا یہ واحد واقعہ ہے جس میں مجاہدین کشمیر نہ صرف انڈین آرمی کے سروں کو کاٹ کر ساتھ لے آئے بلکہ ایک انڈین فوجی کی لاش بھی ہمراہ لائے۔ اس کارروائی میں کم وبیش ایک کیپٹن سمیت 25 فوجی مردار ہوئے۔''

افغانستان کی معسکر ختم ہونے کے بعد کوٹلی معسکر میں مجاہدین کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور کمانڈر الیاس کشمیری کی زیادہ تر توجہ مجاہدین کی عسکری تربیت پر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مولانا فاروق کشمیری

حرکۃ المجاہدین کے امیر ہیں اور مقبوضہ کشمیر میں حرکۃ المجاہدین کے تمام آپریشنز کی نگرانی، مجاہدین کی لانچنگ، ان کی تنظیم اور تربیت جیسے امور ان کی زیرنگرانی ہی میں طے پاتے ہیں۔

مولانا فاروق کشمیری 1986ء میں جہاد سے منسلک ہوئے۔ ابتدائی ربط حرکۃ الجہاد الاسلامی سے تھا۔ افغان جہاد کے اہم معرکوں میں حصہ لیا جن میں خوست کے معرکے اہم ہیں۔ حرکۃ المجاہدین وجود میں آئی تو اس کے جنرل سیکرٹری بنے اور حرکۃ الانصار کے نائب سرپرست رہے۔ طالبان دور حرکۃ المجاہدین کے تربیتی کیمپوں کا انتظام بھی ان کے پاس رہا۔ امریکہ کے طالبان پر حملے کے دوران افغانستان میں تھے اور مجاہدین کے شانہ بشانہ رہے۔

جیش محمد کے قیام سے قبل مولانا فاروق کشمیری حرکۃ المجاہدین جموں وکشمیر کے امیر تھے لیکن بیشتر کمانڈروں اور امراء کے جیش محمد میں چلے جانے کے بعد انہیں حرکۃ المجاہدین کا عمومی طور پر امیر بنا دیا گیا اور مولانا فضل الرحمٰن خود جنرل سیکرٹری بن گئے تاکہ مجاہدین کے ٹوٹنے کے سلسلے کو روکا جا سکے۔ مولانا فاروق کشمیری حرکۃ المجاہدین کے پہلے رہنما تھے جنہوں نے 25 دسمبر 1999ء کو بھارتی مسافر طیارے کو اغوا کرنے والے ہائی جیکروں کے مطالبات کو غیر شرعی قرار دیا تھا (اس ہائی جیکنگ کے نتیجے میں مولانا مسعود اظہر اور دیگر دو مجاہدین رہا ہوئے تھے) ان ہائی جیکروں نے تاوان کے طور پر 38 مجاہدین کی رہائی کے

Marfat.com

علاوہ 2000 ملین ڈالر اور کمانڈر سجاد افغانی سمیت کئی مجاہدین کی میتیں بھی ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ مولانا فاروق کشمیری کے اس بیان پر بعدازاں دیوبندی جہادی علماء کی طرف سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا۔

مولانا فاروق کشمیری اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے درمیان فروری 2002ء میں اختلافات کی خبریں آنا شروع ہوئی تھیں اور ان کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے جارحانہ رویے سے شکایت ہے اور حرکۃ کی پوری قوت کو مقبوضہ کشمیر میں لگانے کے حامی ہیں۔ جبکہ مولانا خلیل حرکۃ کے جنرل سیکرٹری ہیں لیکن تمام تر اختیارات اور قوت ان کے پاس ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر مسعود سرفراز

کمانڈر مسعود سرفراز کا شمار مقبوضہ کشمیر میں جہادی اور عسکری تحریک کا آغاز کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ 1990ء سے 2000ء تک حزب المجاہدین سے منسلک رہے' لیکن جولائی 2000ء میں حزب المجاہدین سے راہیں جدا کرلیں اور اپنی تنظیم حزب اسلامی کی بنیاد رکھی جس کے خود سپریم کمانڈر ہیں۔

کمانڈر مسعود سرفراز کا تعلق نکیال سیکٹر آزاد کشمیر سے ہے اور معروف سیاسی خاندان سے تعلق ہے۔ آزاد کشمیر کے موجودہ وزیراعظم سردار سکندر حیات کے بھتیجے ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں تعلق اسلامی جمعیت طلبہ سے رہا اور اسی نسبت سے حزب المجاہدین میں شامل ہوئے۔ حزب المجاہدین کے قیام سے پہلے البدر کے خوست (افغانستان) عسکری تربیتی کیمپ سے تربیت حاصل کر چکے تھے۔ حزب المجاہدین کے تاسیسی رکن تھے اور آزاد کشمیر میں اس کے معتمد رہے۔ انہوں نے البدر مجاہدین' تحریک جہاد اسلام اور الٹہ ٹائیگر جیسی اہم تنظیموں کے حزب المجاہدین میں انضمام میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ حزب المجاہدین کے تعارفی کتابچے' تاریخ قیام جدوجہد ان کی اس سلسلے میں خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

ستمبر اکتوبر 1990ء میں جماعت اسلامی آزاد جموں وکشمیر کے دو ذمہ داران جناب سید سلیم گردیزی اور جناب مسعود سرفراز بھی کنٹرول لائن عبور کر کے وادی کشمیر میں آ گئے۔ بیس کیمپ میں رہتے ہوئے ان حضرات نے متذکرہ بالا تنظیموں کے مجاہدین اور قائدین کی میزبانی کے فرائض بھی انجام دیئے تھے اور ان کی تربیتی ضرورتوں کو بھی پورا کیا

Marfat.com

تھا۔اس لحاظ سے یہ حضرات ان تنظیموں کے قائدین اور مجاہدین سے گہرے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ وادی کشمیر میں قیام کے دوران میں ان حضرات کی طرف سے بھی مسلسل اصرار کیا جارہا تھا کہ اسلامی تحریک سے فکری وابستگی رکھنے والی تمام تنظیمیں کسی ایک بڑی تنظیم میں ضم ہو جائیں تا کہ تحریک جہاد کو منظّم خطوط پر استوار کیا جاسکے۔

(مصنف شمس الحق، صفحہ نمبر 17)

کمانڈر مسعود مقبوضہ کشمیر میں کئی اہم عسکری معرکوں میں شریک رہے اور آخر حزب کی قیادت نے ان کی مستقل ذمہ داری نکیال سیکٹر میں واقع معسکر ''پیر پنجاب رجمنٹ'' میں لگا دی اور جموں ریجن میں تمام جہادی کارروائیوں کا نگران مقرر کر دیا۔ یہ اپنی ذمہ داریاں اکتوبر 2000ء تک نبھاتے رہے کہ اچانک اخبارات میں ان کی بغاوت اور حزب المجاہدین کے ساتھ مسلح تصادم کی خبریں شائع ہوئیں۔ ''دی نیوز'' اسلام آباد کی 15 اکتوبر 2000ء میں اس حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق مسعود سرفراز کے حزب اور جماعت اسلامی سے طویل عرصہ سے اندرونی اختلافات چل رہے تھے۔ حزب اور جماعت اسلامی نے 30 اگست 2000ء کو انہیں ان کے منصب سے ہٹا کر کمانڈر شمشیر خان کو ذمہ داریاں سونپ دیں لیکن کمانڈر مسعود سرفراز نے اس تقرری کو مسترد کر دیا۔ جس کے جواب میں امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر عبدالرشید ترابی 500 مسلح کارکنوں کے ساتھ معسکر کا قبضہ لینے کیلئے پہنچے۔ پہلے مرحلے میں انہوں نے کوٹلی کے ضلعی دفتر کا قبضہ حاصل کیا۔ اطلاع کمانڈر مسعود تک پہنچی تو وہ بھی اپنے حامی مسلح مجاہدین کے ساتھ آپہنچے اور دونوں گروپوں کے درمیان شدید فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ یہ سلسلہ 20 گھنٹے جاری رہا۔ اس میں مسعود سرفراز کامیاب رہے لیکن اس تصادم کے نتیجے میں 12 مجاہدین ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔ یہ معرکہ محض کوٹلی تک محدود نہ رہا بلکہ قریبی علاقوں سہنہ، سہنی، کھوئی رٹہ، نکیال اور سیدہ تک پھیل گیا۔ یہ علاقے میدان جنگ کا منظر پیش کر رہے تھے اور کئی گولے اور راکٹ مقامی گھروں پر بھی گرے۔ حزب المجاہدین اور جماعت اسلامی نے اس تصادم کی وجہ البدر اور اس کے امیر بخت زمین کو قرار دیا۔ اس پس منظر میں پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' کی اشاعت 31 اکتوبر 2000ء میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی جس میں بخت زمین کے علاوہ مسعود سرفراز پر الزام لگایا کہ وہ زیر تربیت

Marfat.com

مجاہدین پر تشدد کرتے تھے اور جرائم پیشہ اور ناپسندیدہ حرکات کے مرتکب افراد کو اپنے اردگرد اکٹھا کرلیا تھا۔ جہاد فنڈ میں خورد برد کے مرتکب پائے گئے جبکہ کمانڈر مسعود سرفراز اس تنازع کی وجہ عبدالمجید ڈار کے 24 جولائی کے اعلان جنگ کو قرار دیتے ہیں جس کے وہ مخالف تھے اور یہیں سے ان کے اور سید صلاح الدین کے درمیان فاصلوں میں اضافہ ہونے لگا۔

اس سانحے کے بعد کمانڈر مسعود سرفراز نے حزب سے ہمیشہ کیلئے رستے جدا کر لئے اور پیر پنجاب رجمنٹ کے نام سے اپنی الگ جہادی تنظیم بنالی لیکن بعد ازاں اس کا نام حکمت یار کی تنظیم حزب اسلامی سے بدل لیا گیا۔ مذکورہ دفاتر اور معسکر کمانڈر مسعود سرفراز کے زیر قبضہ ہیں اور انہوں نے اپنی اس تنظیم کو کوٹلی' باغ' میر پور' ہجرہ اور راولاکوٹ میں کافی مستحکم بنالیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر عبدالمجید ڈار

کمانڈر عبدالمجید ڈار کا شمار مقبوضہ کشمیر میں عسکری جدوجہد شروع کرنے والے ابتدائی مجاہدین میں ہوتا ہے اور حزب المجاہدین میں شمولیت سے پہلے مقبوضہ کشمیر کی مؤثر عسکری تنظیم تحریک جہاد کے امیر تھے۔ حزب المجاہدین کے آپریشن چیف کمانڈر رہے۔ انہیں شہرت 24 جولائی 2000ء میں مقبوضہ کشمیر میں سہنہ فائر کے اعلان سے حاصل ہوئی۔ ان کے اس فیصلے کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

ابتدائی حالات

عبدالمجید ڈار 23 اپریل 1955ء میں سوپور مقبوضہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ سوپور کالج میں فنون میں گریجوایشن کیلئے داخلہ لیا لیکن اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ ذہنی رجحان جماعت اسلامی کے قریب تھا۔ انتخابات میں تمام مسلم جماعتوں نے مسلم متحدہ محاذ کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا لیکن دھاندلی کے باعث وہ اکثریت حاصل نہ کر سکے اور ردعمل کے طور پر کشمیری نوجوانوں نے تحریک شروع کر دی۔ عبدالمجید ڈار نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے۔ 1987ء میں مظفر احمد شاہ کے ساتھ مل کر عسکری تنظیم تحریک جہاد اسلامی کی بنیاد رکھی جو سوپور میں زیادہ منظم تھی اور 1990ء تک یہ مقبوضہ کشمیر کی تیسری بڑی جہادی تنظیم تصور ہوتی تھی۔

(بحوالہ ''حزب المجاہدین' تاریخ' قیام' جدوجہد'' از شمس الحق' صفحہ نمبر 17)

عبدالمجید ڈار اور مظفر احمد شاہ نظریاتی طور پر جماعت اسلامی کے قریب تھے اور 1990ء میں جماعت اسلامی نے ان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ اپنی تنظیم حزب المجاہدین

Marfat.com

میں ضم کر دیں۔ اسی تناظر میں اکتوبر 1990ء کے آخری ہفتے میں سید صلاح الدین، محمد احسن ڈار اور شمس الحق نے سوپور میں عبدالمجید ڈار اور مظفر احمد شاہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنی تنظیم کو حزب المجاہدین میں ضم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حزب المجاہدین کے سرپرست اعلیٰ سید صلاح الدین نے عبدالمجید ڈار کی عسکری مہارت اور جہادی خدمات کی بنیاد پر ان کو حزب المجاہدین کا سیکرٹری جنرل نامزد کر دیا۔

عبدالمجید ڈار کا ایک انٹرویو پندرہ روزہ ''جہاد کشمیر'' راولپنڈی کی اشاعت 30 اپریل 2001ء میں شائع ہوا جس میں انہوں نے اپنے ابتدائی سیاسی اور عسکری کیریئر کے بارے میں بتایا۔

مسلم متحدہ محاذ کے انتخابات نے پورا منظر ہی بدل کر رکھ دیا۔ میں جیل میں تھا لیکن جو باہر تھے انہوں نے مسلح جدوجہد کا فیصلہ کیا۔ کچھ لوگوں نے افغانستان کا رخ کیا۔ سکیورٹی اہلکار کئی نوجوانوں کے گھروں میں داخل ہوتے اور ان کی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے۔ ان ہی دنوں ہمارے ایک دوست عبدالحمید شیخ گرفتار کئے گئے جو بعد میں شہادت پا گئے۔ یاسین ملک وغیرہ، صلاح الدین صاحب کے ساتھ تھے۔ شیخ عبدالحمید سے پوچھا گیا کہ آیا وہ صلاح الدین صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ ان دنوں کئی لوگ شیخ کی طرح کے تھے تب میں بھی اس خیال کا حامی ہو گیا کہ مسلح جدوجہد کے سوا مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔ کھل کر بات کرنے کی آزادی بھی نہ تھی، میں جیل میں تھا کہ عسکری تحریک چل پڑی۔ جب میں جیل سے باہر آیا تو میرے پاس عسکری جدوجہد میں شامل ہونے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا اس لئے کہ سیاسی جدوجہد کا دور ختم ہو چکا تھا۔ بھارتی حکومت اور پھر ریاستی سرکاری مشینری نے جمہوری طریق احتجاج کے تمام راستے بند کر دیئے۔ ایک طرح انہوں نے تمام ریاست کو عسکریت میں جھونک دیا جب میں واپس آیا تو پولیس کے چھاپے شروع ہو چکے تھے۔ میرے گھر پر بھی چھاپہ مارا گیا یہ صرف میری رہائی کے چھ دن بعد کی بات ہے۔ خوش قسمتی سے اس روز میں گھر پر نہیں تھا اگر میں اس وقت گرفتار ہو جاتا تو میں نہیں جانتا کتنے برس مزید جیل میں رہنا پڑتا۔ پولیس نے میرے گھر کی اشیاء توڑ پھوڑ ڈالیں۔ میری بہنوں اور بچوں کے ساتھ برا سلوک کیا گیا، گھر کے صندوق اور سوٹ کیس تباہ کر دیئے گئے۔

کیا ان دنوں آپ کی شادی ہو چکی تھی؟

Marfat.com

ہاں! میری شادی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ میرے اور میرے بھائیوں کے بچوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا گیا۔ بی ایس ایف کے اہلکاروں نے گھر میں موجود دو لڑکوں کو ٹھڈے مارے۔ میرے پاس عسکری تحریک میں شامل ہونے کے سوا کوئی راستہ نہ بچا تھا۔ وہ میری تلاش میں تھے' مجھے زیر زمین رہنا پڑا اور زیر زمین رہنے کیلئے میرے لئے ضروری تھا کہ میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں جو پہلے سے زیر زمین ہیں۔

مسلح جدوجہد شروع ہونے کے بعد بھی ہم نے تحریک کو روک دینے کی کوشش کی اس لئے کہ اس جدوجہد میں بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ بھی شریک ہو گئے تھے جن کے سامنے کوئی نظریہ نہیں تھا جو نہیں جانتے تھے کہ وہ کیوں لڑ رہے ہیں یا انہوں نے ہتھیار کیوں اٹھائے ہیں اور اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ ہمارے اولین ساتھیوں میں کئی اب شہید ہو چکے ہیں' ہماری صفوں میں کئی لوگ ایسے بھی گھسا دیئے گئے تھے جنہوں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کیں۔ ہماری کوشش تھی کہ تحریک کو صحیح سمت دی جائے' انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں نہ ہوں' لوگوں کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے' بعد میں یہی لوگ ''اخوان'' بنے۔ ان ہی لوگوں نے زیادہ سے زیادہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کیں جو بظاہر تحریک کا مقصد نہ تھا۔''

حزب المجاہدین میں شمولیت کے بعد

عبدالمجید ڈار حزب المجاہدین میں شامل ہونے کے بعد تین برس تک مقبوضہ کشمیر میں ہی رہے اور حزب المجاہدین کی تنظیم سازی میں اہم کردار ادا کیا اور ساتھ ساتھ ہی عسکری محاذ پر بھی سرگرم رہے۔ 1993ء میں انہیں پاکستان بلا لیا گیا اور بیس کیمپ کی ذمہ داریاں انہیں سونپ دی گئیں۔ 6 اگست 1996ء تک پاکستان میں رہے' بعد ازاں انہیں حزب المجاہدین کا سالار اعلیٰ بنا دیا گیا۔ مذکورہ انٹرویو میں بطور سالار اعلیٰ اپنی اہم عسکری کارروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ:

''کئی کارروائیاں ہیں جو بہت اہم تھیں۔ پیشہ ورانہ نقطہ نظر سے ڈائریکٹر جنرل پولیس ہیڈ کوارٹرز پر یلغار اہم کارروائی تھی۔ اس وقت وہاں اعلیٰ سطحی اجلاس ہو رہا تھا۔ یہ 1992ء کی بات ہے تمام سکیورٹی ایجنسیوں کے کرتا دھرتا وہاں موجود تھے۔ پولیس کا ڈائریکٹر جنرل وہاں موجود تھا۔ بی ایس ایف کا ڈائریکٹر جنرل موجود تھا اسی طرح یوم جمہوریہ کے موقع پر جموں میں مولانا ابوالکلام آزاد سٹیڈیم میں بھی کارروائی کی۔ گورنر کرشنا راؤ اس وقت بال بال

Marfat.com

بچ گئے تھے جب وہ فوج سے سلامی لے رہے تھے۔"

اچانک سیز فائر کا اعلان

عبدالمجید ڈار کی طرف سے 24 جولائی 2000ء کو مقبوضہ کشمیر میں 3 ماہ کے لئے اچانک سیز فائر کا اعلان کر دیا۔ ان کا یہ اعلان حزب کی باقی قیادت اور جماعت اسلامی کیلئے ایک بہت بڑا دھچکا ہونے کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں جاری 20 سالہ عسکری جدوجہد کی تاریخ کا بھی منفرد واقعہ ہے۔ عبدالمجید ڈار نے اپنے چار اہم کمانڈروں کے ہمراہ 24 جولائی 2000ء کو اچانک پریس کانفرس کی اور بھارتی حکومت سے کہا کہ مجاہدین تین ماہ کے لئے غیر مشروط جنگ بندی کا اعلان کر رہے ہیں اور وہ اس عرصہ میں مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کیلئے پیش رفت کرے۔ اس اعلان پر امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا کہ "یہ اعلان چند افراد کا ہے' پوری جماعت اسلامی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ ہمارا موقف ہے کہ حزب المجاہدین بھارت کے ساتھ جنگ جاری رکھے گی۔ یہ فیصلہ کرنے والے کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ اس فیصلے پر پچھتائیں گے۔

(بحوالہ روزنامہ "جسارت" کراچی' 28 جولائی 2000ء)

اس سے بڑھ کر حیران کن خبر تھی کہ حزب المجاہدین کے سپریم کمانڈر سید صلاح الدین نے مجید ڈار کے اس فیصلے کی ایک ترمیم کے ساتھ توثیق کی کہ سیز فائر پندرہ دن کیلئے ہے۔ اس اقدام پر متحدہ جہاد کونسل کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں سید صلاح الدین کو چیئرمین شپ سے برطرف کر کے حزب المجاہدین کی رکنیت معطل کر دی گئی۔

15 دن کے بعد سید صلاح الدین نے سیز فائر ختم کرنے کا اعلان کر دیا لیکن مجید ڈار نے اپنا استعفیٰ حزب کی اعلیٰ قیادت کو بھیج دیا جسے بوجہ قبول نہیں کیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ وہ ایک سال تک اپنی مدت پوری کریں۔ لیکن حزب اور جماعت کی قیادت نے کسی غیر متوقع خطرے سے نمٹنے کیلئے تمام معاملات اپنے پاس رکھے اور عملاً سیف الاسلام کو مقبوضہ کشمیر میں حزب کا سالار اعلیٰ بنا دیا گیا جس کا باضابطہ اعلان نومبر 2001ء میں کیا گیا اور عبدالمجید ڈار حزب المجاہدین سے مکمل طور پر الگ ہو گئے۔ اس کے بعد پاکستان میں ان کی بہت کم خبریں پہنچیں' آخری خبر جماعت اسلامی کے ترجمان روزنامہ "انصاف" لاہور کی 11 مئی 2002ء کی اشاعت میں شامل تھی۔ جس میں دعویٰ کیا گیا

Marfat.com

کہ ان کی ''را'' کے سابق چیف سے 24 اپریل 2002ء کو ملاقات ہوئی جس میں مجید ڈار نے اکتوبر میں ہونے والے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد حزب المجاہدین نے ''آپریشن ٹیک کیر آف ٹریڈز'' شروع کیا تا کہ حزب میں موجود عبدالمجید ڈار کے حامیوں سے مقبوضہ کشمیر میں چارج واپس لیا جائے اور ان کی جگہ نئے کمانڈر مقرر کئے جائیں۔ اس خبر کے مطابق حزب المجاہدین کی کمانڈ کونسل نے عبدالمجید ڈار، ڈویژنل کمانڈر عبدالفتح اور اسد یزدانی کو 8 اگست 2000ء کو مقبوضہ کشمیر سے بیس کیمپ طلب کیا تھا لیکن مذکورہ کمانڈروں نے آنے سے انکار کر دیا۔ جس پر انہیں تنظیم سے فارغ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا اور ''آپریشن ٹیک کیر آف ٹریڈز'' شروع کیا۔ جو مئی 2002ء میں مکمل ہوا اور حزب میں مجید ڈار کے حامی کمانڈروں کا اثر و رسوخ مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر تنویر الاسلام

کمانڈر تنویر الاسلام اہلحدیث جہادی تنظیم تحریک المجاہدین کے بانی اور متحدہ جہاد کونسل کے پہلے چیئرمین رہے ہیں اور 1990ء سے 1998ء تک مقبوضہ کشمیر کی عسکری تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آج کل جہادی سرگرمیوں سے قطع تعلق ہیں اور مظفر آباد (آزاد کشمیر) میں سکول کی چین چلا رہے ہیں۔

کمانڈر تنویر الاسلام کا تعلق مقبوضہ کشمیر کے علاقہ بڈگام سے ہے۔ تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی۔ جمعیت اہلحدیث مقبوضہ کشمیر کے بزرگ امیر مولانا شیخ عبداللہ غزالی کے درس سے بھی وابستہ رہے۔ 1989ء میں جب عسکری تحریک کا آغاز ہوا تو شیخ عبداللہ غزالی نے اہلحدیث مسلک کے عسکری کردار کو اجاگر کرنے کیلئے تحریک المجاہدین کی بنیاد ڈالی۔ اس تنظیم کے قیام، ڈھانچے کو مربوط بنانے میں تنویر الاسلام نے بنیادی کردار ادا کیا اور تحریک المجاہدین کے پہلے امیر بنے۔ اپنی عسکری صلاحیتوں کی بدولت جلد ہی انہوں نے تحریک المجاہدین کو مقبوضہ کشمیر کی اہم ترین عسکری تنظیم بنا دیا۔ مجاہدین کو منظّم کر کے بھارتی افواج کے خلاف ابتدائی مربوط حملے کئے اور آپریشن البدر آپریشن غزنوی اور آپریشن تبوک کے ذریعے شہرت حاصل کی۔ 1992ء میں آزاد کشمیر آ گئے اور یہاں تحریک المجاہدین کا بیس کیمپ قائم کیا۔ مختلف جہادی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر لائے اور متحدہ جہاد کونسل کی بنیاد رکھی جس کے دو مرتبہ چیئرمین بنے۔ کمانڈر تنویر الاسلام نے پہلی بار بھارت کے اندر جہادی کارروائیاں کرائیں اور یہ کارروائیاں آگرہ اور کلکتہ میں کی گئیں۔ کمانڈر تنویر الاسلام نے عسکری شعبے کو مضبوط بنانے کے علاوہ جہادی تنظیموں میں پہلی بار سراغ رسانی کا شعبہ قائم کیا۔

Marfat.com

ان کی سربراہی میں 1990ء سے 1995ء تک تحریک المجاہدین حزب المجاہدین کے علاوہ اور دوسری بڑی جہادی تنظیم تصور ہوئی تھی۔ لیکن بعدازاں اچانک جہادی منظر سے پس منظر میں چلے گئے اور مظفرآباد میں سکول چلانے لگے۔ مظفرآباد سے مؤقر ذرائع کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اندرونی اختلافات کی بنا پر عملی علیحدگی اختیار کی وہ تحریک المجاہدین پر مسلکی اور تبلیغی لیبل کے خلاف تھے لیکن ایک بات طے ہے کہ تحریک المجاہدین سے ان کی علیحدگی سے تحریک المجاہدین کی عسکری کارروائیوں میں بتدریج کمی واقع ہوتی گئی اور اب لشکر طیبہ اہلحدیث جہادی تنظیم کے طور پر نمایاں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مقبول بٹ

مقبول بٹ جے کے ایل ایف کے بانیوں میں سے تھے اور تحریک حریت کشمیر کو عسکری آہنگ انہوں نے ہی دیا تھا۔ اگرچہ مقبول بٹ خالصتاً مذہبی بنیاد پر جہاد کرنے والوں میں سے نہیں تھے لیکن بیشتر جہادی تنظیمیں خصوصاً مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں انہیں آج بھی آئیڈیل سمجھتیں ہیں۔

ابتدائی حالات

مقبول احمد بٹ 18 فروری 1938ء کو ضلع کپواڑہ کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام قادر بٹ تھا اور ان کے چار بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ تمام بھائی تحریک کشمیر میں شریک رہے۔ ایک بھائی حبیب اللہ بٹ میٹرک کے بعد لاپتہ ہوگئے تھے۔ دوسرے بھائی غلام نبی بٹ جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے بانی ممبران سے تھے جو 1994ء کو سری نگر میں ایک ٹریفک حادثے میں ہلاک ہوگئے۔ تیسرے بھائی کمانڈر منظور احمد بٹ 1997ء میں بھارتی افواج کے ہاتھوں شہید ہوئے جبکہ چوتھے بھائی ظہور احمد بٹ آج کل مظفر آباد میں مقیم ہیں۔ مقبول احمد بٹ نے میٹرک ترہگام سے اور بی اے سینٹ جوزف کالج بارہ مولہ سے کیا۔ 1958ء میں مقبوضہ کشمیر سے پاکستان آ گئے اور پشاور میں اپنے چچا عبدالعزیز کے پاس رہائش اختیار کی۔ پشاور یونیورسٹی سے ایم اے اردو' ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں اور صحافت کا پیشہ اختیار کیا۔ روزنامہ ''انجام'' پشاور سے بحیثیت سب ایڈیٹر وابستہ رہے۔ اپریل 1965ء میں سیالکوٹ میں ایک زیرزمین تنظیم جموں کشمیر محاذ

Marfat.com

رائے شماری کا قیام عمل میں آیا تو مقبول بٹ اس کے پبلسٹی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ بعد ازاں اس تنظیم کی غیر فعالیت اور اندرونی اختلافات کے سبب امان اللہ خان' میر عبدالقیوم' میجر امان اللہ خان اور جی ایم لون کے ساتھ مل کر نیشنل لبریشن فرنٹ کے نام سے ایک گوریلا تنظیم قائم کی اور اس تنظیم کے کورآرڈینیٹر بنے۔

مسلح جدوجہد کا آغاز

مقبول بٹ جون 1966ء میں مقبوضہ کشمیر داخل ہوئے تاکہ وہاں عسکری گوریلا کارروائیوں کا آغاز کیا جاسکے۔ ان کے ہمراہ میجر جنرل امان اللہ خان' صوبیدار حبیب اللہ' گلگت کے اورنگ زیب اور آزاد کشمیر کے صوبیدار کالا خان تھے۔ وہاں سوپور کے قریب ایک گاؤں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور وادی کے نوجوانوں کو مسلح جدوجہد شروع کرنے کیلئے تیار کرنے کا عمل شروع کیا۔ 10 ستمبر 1966ء کو بارہ مولہ میں بڑی گوریلا کارروائی کی اور نادی ہل کے مقام پر بھارتی سکیورٹی عملہ کے ساتھ ایک خونی معرکہ پیش آیا۔ اس معرکے میں اورنگ زیب شہید ہوئے اور مقبول بٹ اپنے ساتھیوں میر احمد اور کالا خان کے ہمراہ گرفتار ہوئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد آپ کے والد غلام قادر بٹ اور بھائی غلام نبی بٹ کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ تین ماہ تک مہتاب انٹیروگیشن سنٹر میں بھارتی سکیورٹی فورسز کے تشدد کا نشانہ بنے۔ ان کی رہائی کیلئے خواجہ عبدالغنی لون نے مقدمہ دائر کیا۔ 17 اگست 1968ء کو بارہ مولا سیشن کورٹ کے جج نیل کنٹھ گنجو نے میر احمد اور مقبول احمد کو پھانسی کی سزا سنائی۔ صوبیدار کالا خان ساکن مظفرآباد کو عمر قید کی سزا دی۔ سزائے موت کا فیصلہ سننے کے چار ماہ بعد 9 دسمبر 1968ء کو مقبول بٹ اپنے دو ساتھیوں میر احمد اور چودھری یاسین ساکن لیبہ کے ہمراہ جیل توڑ کر فرار ہوگئے۔ چودھری یاسین 1965ء سے سری نگر جیل میں تھے۔ سیز فائر لائن کراس کر کے آزاد کشمیر پہنچے تو یہاں انہیں گرفتار کرلیا گیا اور کئی ماہ مظفرآباد کے قلعے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ نومبر 1969ء میں محاذ رائے شماری کے صدر منتخب ہوئے۔ 1970ء میں مقبول بٹ نے گلگت بلتستان کے عوام کے حقوق کی جدوجہد شروع کی اور 31 جنوری 1974ء کو ہاشم قریشی اور محمد اشرف قریشی کے ذریعے بھارت کا ایک طیارہ گنگا ہائی جیک

Marfat.com

کرایا۔ گنگا طیارے کے ہائی جیک ہونے کی خبر نشر ہوتے ہی مقبول بٹ پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ یہ طیارہ لاہور ایئرپورٹ پر اتارا گیا۔ مقبول بٹ ایئرپورٹ پہنچے اور اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سے مذاکرات کے بعد مسافروں کو رہا کر دیا گیا جن کو بعد ازاں پاکستانی حکام نے واپس انڈیا پہنچایا۔ این کے ایل ایف کا مؤقف ہے کہ اس وقت کے آزاد کشمیر کے وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان نے مقبول بٹ کی اس کوشش کو ''ہائی جیک'' کرنے کی کوشش تھی اور انہوں نے اپنا ایک ایلچی مقبول بٹ کے پاس بھیجا تھا کہ آپ طیارے کے اغوا کو ان کی تنظیم المجاہد کے نام کر دیں۔ اس کے عوض ان کو بھاری رقم اور پروٹوکول بھی دیا جائے گا۔ مقبول احمد بٹ ''المجاہد'' نامی تنظیم کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کا وجود صرف سردار عبدالقیوم کی تقریروں میں ملتا ہے۔ انہوں نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ اس کے ساتھ ہی صورتحال تبدیل ہونا شروع ہوگئی۔ شام کے سائے میں کچھ گاڑیاں تیل کے ڈبے لے کر جہاز کے قریب پہنچیں' ہائی جیکروں کے پاس ماچس تک نہ تھی جو ایک پاکستانی اہلکار نے دی۔ ایک پولیس آفیسر کے کہنے پر طیارے کو نذر آتش کروا دیا گیا۔

(بحوالہ مضمون راجہ لطیف طاہر مطبوعہ ماہنامہ ''دھرتی'' راولاکوٹ' شمارہ فروری 2002ء)

یہ واقعہ 3 فروری کا تھا اور 15 اپریل 1971ء کو مقبول بٹ کو مری سے گرفتار کر لیا گیا اور ان پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے بھارت کے ایما پر گنگا طیارہ اغوا کرایا تھا۔ بھارتی ایجنٹ ہونے کے الزام میں ان کے علاوہ میر عبدالقیوم' میر عبدالمنان' جی ایم لون' ہاشم قریشی اور محمد اشرف قریشی پر بھی مقدمہ چلایا گیا۔ گنگا کیس کے مقدمے کی کارروائی 8 دسمبر 1972ء کو ختم ہوئی اور فیصلہ 17 مئی 1973ء کو سنایا گیا۔ اس فیصلے میں مقبول بٹ اور ان کے چار ساتھیوں کو محبّ وطن حریت پسند قرار دے کر باعزت بری کر دیا گیا البتہ انہیں بغیر لائسنس اسلحہ خرید کر مقبوضہ کشمیر بھیجنے کی پاداش میں تابرخاست عدالت سزا دی گئی۔ ہاشم قریشی کو عمر قید کی سزا دی گئی۔ مقبول بٹ نے دوسری بار 10 مئی 1976ء کو اپنے تین قریبی ساتھیوں عبدالمجید بٹ' ریاض احمد ڈار اور عبدالغفار قریشی کی سرگرمیوں کیلئے وسائل فراہم کئے۔ 7 جون 1976ء کو ہندواڑہ کے جموں کشمیر بینک کے منیجر غلام

Marfat.com

نبی ماگرے مقبول بٹ کی گولی سے جاں بحق ہو گئے۔ مقبول بٹ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑی کی سمت بھاگے جہاں لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ 23 جولائی 1976ء کو انہیں بھارتی حکومت کی تحویل میں دے دیا گیا اور تہاڑ جیل منتقل کر دیا گیا۔ 4 فروری 1984ء کو لندن میں بھارت کے ایک سفارت کار روویندرا مہاترے کو جموں کشمیر لبریشن فرنٹ سے وابستہ چند حریت پسندوں نے اغوا کر کے مقبول بٹ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ 72 گھنٹے تک بھارتی حکومت کا جواب نہ ملنے کے بعد مہاترے کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ انہیں 11 فروری 1984ء کو دہلی کی تہاڑ جیل میں پھانسی دے دی گئی اور جیل کے احاطے میں ہی دفن کر دیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر زبیر احمد خالد

کمانڈر زبیر احمد خالد پاکستان کی پہلی باقاعدہ دیوبندی جہادی تنظیم حرکۃ الجہاد الاسلامی کے اولین سپہ سالار تھے۔ افغانستان میں فتح ارگون میں اہم کردار ادا کیا اور فاتح ارگون کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی شہادت خوست میں ہوئی۔ کمانڈر زبیر احمد خالد ان معدودے چند کمانڈروں میں سے ہیں جن پر اردو، پشتو، انگریزی اور عربی زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا۔ جہادی رہنماؤں نے انہیں ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ ان پر ڈاکٹر عبداللہ عزام نے بھی عربی میں مفصل مضمون لکھا تھا۔

کمانڈر زبیر احمد خالد 1965ء میں شورکوٹ کے دیہات ککی نو میں پیدا ہوئے۔ شورکوٹ کے مدرسہ مصباح القرآن سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں خانیوال کی تحصیل عبدالحکیم کے مدرسہ محمود العلوم، مدرسہ اشاعت العلوم لکڑ منڈی فیصل آباد اور جہانیاں منڈی ضلع خانیوال کے مدرسہ رحمانیہ سے اکتساب علمی کیا۔ 4 مئی 1981ء کو حرکۃ الجہاد الاسلامی کے قافلے کے ساتھ افغانستان روانہ ہوئے وہاں ابھی ابتدائی عسکری تربیت حاصل کر رہے تھے کہ بڑے بھائی لینے کے لئے پہنچ گئے اور واپسی پر گھر والوں نے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی۔ لیکن بغیر اجازت کے ایک بار پھر افغانستان پہنچ گئے اور عسکری تربیت حاصل کر کے واپس آئے۔ گھر والوں نے مارا پیٹا لیکن اپنے ارادوں سے باز نہ آئے۔ آخر گھر والوں نے شادی کر دی، شادی بھی پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی۔

1981ء میں مولانا ارشاد احمد کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی بقیہ زندگی جہاد کیلئے وقف کرنے کا ارادہ کیا۔ افغانستان کے مختلف محاذوں پر لڑتے رہے اور ان کی شجاعت دیکھتے

Marfat.com

ہوئے مولانا ارشاد احمد نے انہیں حرکۃ الجہاد الاسلامی کا سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ اس سے قبل حرکت میں یہ منصب کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ پندرہ روزہ ''جیش محمد'' کراچی کی اشاعت اگست 2001ء میں ان کی عسکری خدمات کے حوالے سے لکھا گیا۔ ''بحیثیت ایک کامیاب جرنیل زیرک سپہ سالار اور عظیم فاتح نے بے شمار جنگوں میں قیادت کی اور اللہ پاک نے آپ کو بڑی بڑی فتوحات سے نوازا۔ آپ کے چار سالہ دور سپہ سالاری میں افغانستان میں مجاہدین نے جو بے شمار معرکے سر انجام دیئے اور تاریخی فتوحات سے ہمکنار ہوئے۔ ان کا احاطہ اس جگہ ممکن نہیں۔ آپ نے خوست' گردیز' شرنہ' غزنی اور ارگون میں بے شمار جنگیں لڑیں۔ زامہ خولہ' نیک محمد قلعہ' عالم خان قلعہ اور ارگون جیسے روسی افواج کے اہم مراکز آپ کی فتوحات کی زندہ نشانیاں ہیں۔ آپ کو ارگون کی فتح پر تمام افغان کمانڈروں نے ''فاتح ارگون'' کے خطاب سے نوازا اور گولڈ میڈل عطا کیا۔''

ڈاکٹر عبداللہ عزام ان کی شجاعت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''ارگون کا یہ فاتح جب اس بظاہر انتہائی مشکل مشن پر روانہ ہوا تو زبان حال سے گویا ابی فراس کے اشعار گنگنا رہا تھا۔''

ترجمہ: ''میری تلوار کے وار سے دشمن کو اس کی زرہ بکتر محفوظ نہیں رکھ سکتی اور نہ ہی میں اپنی جان کی حفاظت کیلئے بزدلوں کی طرح خود زرہ بکتر پہننا پسند کرتا ہوں۔ میں میدان جنگ سے اس وقت تک لوٹنا پسند نہیں کرتا جب تک میرا نیزہ دشمن کے سینے چیرتے چیرتے ٹیڑھا نہ ہو جائے اور میری تلوار دشمن کے خون سے رنگین نہ ہو جائے۔''

کمانڈر مولانا خالد زبیر شہید جس عظیم سفر پر چل نکلا تھا اور جس عظیم منزل کا راہی تھا اس میں وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ پاکستانی مجاہدین کا ایک ایسا گروہ تھا جن میں سے ہر ایک شجاعت میں شیر تھا۔

جانبازوں کی اس جماعت کا تعلق عظیم افغان کمانڈر اور عالم ربانی مولانا ارسلان رحمانی کے ساتھ ہے جنہیں افغان علماء پر یہ سبقت حاصل ہے کہ انہوں نے میدان جہاد میں سب سے پہلے قدم رکھا۔

حق بات یہ ہے کہ یہ ارواح کا معاملہ ہے چنانچہ کمانڈر مولانا خالد زبیر شہید کی روح اپنی تمام تر پاکیزگی کے ساتھ ارسلان رحمانی کی حامل صدق وصفا روح سے آملی۔ چنانچہ

Marfat.com

کمانڈر خالد زبیر شہید نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خوست اور ارگون کے درمیان اپنی جہادی کارروائیاں جاری رکھیں۔

(بحوالہ ماہنامہ ''الارشاد'' اسلام آباد شمارہ فروری مارچ 2000ء)

ڈاکٹر عبداللہ عزام نے کمانڈر زبیر کی شہادت کا واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے۔

''کمانڈر مولانا خالد زبیر خوست' غزنی اور ارگون کے درمیان اپنی جہادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے ان کی خواہش تھی کہ ان کے ساتھیوں کی جہادی کارروائیاں زیادہ سے زیادہ ہوں۔ بعض اوقات ان کے ساتھیوں کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی تھی۔ کمانڈر خالد زبیر نے اپنے ساتھیوں سے مل کر خوست کی فتح کا منصوبہ بنایا جو کمیونسٹوں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے لیکن صیاد اجل گھات لگائے بیٹھا تھا۔ وہ کارروائی سے پہلے بارودی سرنگیں نکال کر راستہ صاف کر رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں ایک بارودی سرنگ پر آ گیا جس سے ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے ان کی ایک ٹانگ ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئی۔ جب کہ دوسری ٹانگ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور انہیں شدید زخمی حالت میں پشاور ہسپتال لایا گیا۔ قاری سیف اللہ اختر میرے دفتر میں آئے اور مجھے بتایا کہ خالد زبیر شدید زخمی ہو گئے ہیں اور ان کے زخم انتہائی خطرناک ہیں۔ دو دن بعد جمعرات کے روز 27 فروری 1989ء قاری صاحب دوبارہ آئے اور مجھے یہ المناک خبر سنائی کہ خالد زبیر شہید ہو چکے ہیں۔ یہ روح فرسا خبر سنتے ہی میں قاری صاحب کے ہمراہ فوراً خیبر ہسپتال پہنچا جہاں خالد کا جسد خاکی ایک بیڈ پر پڑا تھا۔ اس کے چہرہ پر وہ نور تھا جو نہ دنیا میں اس سے الگ ہوا اور نہ آخرت میں الگ ہوگا۔ میں نے اس کی پیشانی پر الوداعی بوسہ ثبت کیا اور جب دعا کیلئے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے تو میرے سامنے جہاد کی وہ طویل فلم اور اس کے تمام مناظر چشم تصور سے ایک بار پھر نمایاں ہو گئے جن میں شہید کی رفاقت مجھے نصیب ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

کمانڈر سجاد افغانی

کمانڈر سجاد افغانی دیوبندی جہادی تنظیم کی تاریخ کے ایک اہم کردار ہیں۔ جہاد افغانستان اور کشمیر میں اہم عسکری کارروائیاں کیں۔ مقبوضہ کشمیر میں حرکۃ الانصار کے چیف کمانڈر تھے۔

کمانڈر سجاد افغانی کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع راولاکوٹ سے تھا جہاں 1968ء میں پیدا ہوئے۔ سدوزئی قبیلے سے تعلق تھا۔ جامعہ بنوریہ کراچی سے دینی تعلیم حاصل کی۔ 1986ء میں جہاد سے وابستہ ہوئے اور افغانستان میں حرکۃ المجاہدین کے عسکری تربیتی کیمپ سے تربیت حاصل کی۔ 1987ء میں باقاعدہ طور پر حرکۃ المجاہدین سے وابستہ ہوئے اور افغانستان کے محاذ پر کئی اہم معرکوں میں حصہ لیا۔

1992ء میں انہیں حرکۃ المجاہدین کا چیف کمانڈر بنا کر مقبوضہ کشمیر بھیجا گیا جہاں انہوں نے حرکۃ کو عسکری طور پر فعال بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1993ء میں جب حرکۃ المجاہدین حرکۃ الانصار کا حصہ بنی تو ڈپٹی چیف کمانڈر بنے لیکن نصر اللہ لنگڑیال کی گرفتاری کے بعد چیف کمانڈر بنا دیئے گئے۔ چیف کمانڈر کی حیثیت سے کئی اہم آپریشن کئے۔ مولانا مسعود اظہر اپنی سوانحی تذکرے ''مسکراتے زخم'' میں ان کی کارروائیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''ہندوستان پہنچ کر کمانڈر سجاد خان سے فون پر بات ہوئی وہ چناروں کی سرزمین میں اسلامی غیرت کا بلند قامت چنار بنے ہوئے تھے۔ انہیں دنوں انہوں نے انڈین فوج کے ایک میجر جو کرنل بننے والا تھا۔ میجر بھوپندر سنگھ کو اٹھا لیا اور حکومت سے مطالبہ کر دیا کہ کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال'' کو رہا کیا جائے۔ میں دہلی میں تھا اس وقت کمانڈر سجاد خان اور انڈین آرمی کے درمیان اسلام آباد (اننت ناگ) کے علاقے میں آنکھ مچولی جاری تھی۔ حکومت نے کمانڈر سجاد خان کی شہادت یا گرفتاری کے عوض بھاری بھرکم

Marfat.com

انعام کا اعلان کر دیا تھا۔ میرے دہلی ہوتے ہوئے میجر بھوپندر سنگھ مجاہدین کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے قتل کا ذمہ دار حکومت نے سجاد خان کو قرار دیا۔ آرمی، بی ایس ایف، آئی بی، سی آئی اے اور مخبروں کے ٹولے کمانڈر سجاد خان کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے جبکہ کمانڈر سجاد خان حسب عادت نہایت سکون کے ساتھ سری نگر اسلام آباد اور دوسرے علاقوں میں گھوم پھر رہے تھے۔"

کمانڈر سجاد خان افغانی 11 فروری 1994 سری نگر کے قریب مولانا مسعود اظہر کے ہمراہ گرفتار ہوئے۔ کمانڈر سجاد افغانی نے گرفتاری کے وقت مولانا مسعود اظہر کو بچانے کیلئے اپنی پہچان ظاہر کی، مولانا مسعود اظہر گرفتاری کے اس واقعہ کے متعلق بتاتے ہیں کہ "جب فوجی واپس ہمیں لے کر ہماری گاڑی کے پاس پہنچے تو ان کا شک بڑھ گیا اور وہ ہمیں اپنے کیمپ میں لے گئے۔ تب کیمپ کے دروازے کے پاس پہنچ کر سجاد صاحب نے آخری کوشش کی۔ ہم دونوں کو الگ الگ گاڑیوں میں باندھ کر بٹھا دیا گیا تھا۔ مجھے میری گاڑی سے اتارا گیا اور سجاد صاحب کی گاڑی کے پاس لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔ وہ زور زور سے کہہ رہے تھے کہ "وہ جو پیر صاحب ہیں ان کو بھی لاؤ اور اپنے کمانڈر افسر کو بھی لاؤ" ان کی گاڑی کے سامنے مجھے کھڑا کر دیا گیا اور ان کا کمانڈنگ افسر بھی آ گیا تو سجاد صاحب نے پہلے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "پیر صاحب! میں نے آپ پر ظلم کیا ہے شاید اس کی مجھے سزا ملی ہے" اور پھر اس افسر کو کہا کہ "مبارک ہو تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے، تم نے حرکۃ الانصار کے سالار اعلیٰ سجاد افغانی کو گرفتار کر لیا ہے" انہوں نے کہا میں تو سجاد ہوں اور آپ کو اس پر انعام بھی ملے گا لیکن میرے قصور ہیں، آپ انہیں چھوڑ دیں، میں نے ان کو مجاہدین کیلئے چندہ وغیرہ لینے کیلئے اغوا کیا تھا۔" (بحوالہ "مسکراتے زخم" صفحہ 183)

بعد ازاں مولانا مسعود اظہر اور کمانڈر سجاد افغانی کی رہائی کیلئے جو کوششیں ہوتی رہیں ان کا تذکرہ مولانا مسعود اظہر کے باب میں گزر چکا ہے۔ کمانڈر سجاد افغانی کو 16 جون 1999ء کو کوٹ بھلوال جیل میں شہید کر دیا گیا۔ مولانا مسعود اظہر کے مطابق انہوں نے جیل میں سرنگ کھود کر فرار ہونے کا پروگرام بنایا تھا اور ڈھائی ماہ کی محنت سے ساٹھ ستر مجاہدین نے مل کر ایک سو بیس فٹ لمبی سرنگ کو تیار کر لیا تھا لیکن 14 جون کی رات سرنگ پکڑی گئی اور جیل حکام کے وحشیانہ تشدد کی وجہ سے کمانڈر سجاد افغانی شہید ہو گئے۔

کمانڈر سجاد افغانی کو جیش محمد اور حرکۃ المجاہدین ایک بڑے ہیرو کے طور پر پیش کرتی ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ان کی نسبت کی دعویدار ہیں۔

Marfat.com

کمانڈر سکندر

1995ء میں بہلگام مقبوضہ کشمیر سے امریکی، جرمن، برطانوی اور ناروے کے چھ سیاحوں کے اغوا کرنے والی معروف تنظیم ''الفاران'' کے بانی کمانڈر سکندر کا شمار اہم ترین کمانڈروں میں کیا جاتا ہے۔ان کا اصل نام جاوید احمد ڈیرہ تھا اور ان کا تعلق پنجاب سے تھا۔ افغان جہاد میں حرکۃ الجہاد کی طرف سے حصہ لے چکے تھے۔ مقبوضہ کشمیر میں ان کی لانچنگ نومبر 1992ء میں ہوئی۔ کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال کے ہمراہ مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوئے تھے اور یہاں اننت ناگ (اسلام آباد) کے ضلعی کمانڈر بنائے گئے۔ کمانڈر سجاد افغانی کی گرفتاری کے بعد حرکۃ الانصار مقبوضہ کشمیر کے چیف کمانڈر بنے۔

کمانڈر سکندر کا مولانا مسعود اظہر سے دیرینہ تعلق تھا اور ان کی رہائی کیلئے باہر سے جتنی بھی کوششیں کی گئیں تمام انہوں نے کیں۔ اس سلسلے میں حرکۃ الانصار کی مرکزی قیادت سے ان کے اختلافات ہوئے لیکن وہ اپنی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ مولانا مسعود اظہر اپنی تصنیف ''مسکراتے زخم'' میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ میری قلبی تمنا تھی کہ بھائی سکندر سے ملاقات ہو جائے (گرفتاری سے قبل مقبوضہ کشمیر کے سفر کے دوران) ان کے ساتھ دیرینہ تعلق تھا اور ان کے بے لوث کارنامے دل میں ان کی عقیدت بڑھاتے رہتے تھے۔ لیکن سکندر کے ساتھ ملاقات مقدر نہیں تھی۔ ہم اگلے دن انہیں ملے بغیر گرفتار ہو گئے۔'' کمانڈر سجاد افغانی اور مولانا مسعود اظہر کی رہائی کیلئے کمانڈر سکندر نے فوری طور پر کارروائیاں شروع کر دیں اور ان کی گرفتاری کے بعد پندرہ دن تک بھارتی افواج پر شدید حملے کئے اور مختلف کیمپوں کو نشانہ بنایا جہاں انہیں رکھا جا سکتا تھا۔ کوئی سبیل نظر نہ آئی تو برطانیہ کے دو شہریوں کو اغوا کر لیا اور ان کے

Marfat.com

بدلے کمانڈر سجاد افغانی' مولانا مسعود اظہر اور کمانڈر منصور لنگڑیال کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ لیکن انہوں نے یہ قدم مرکزی قیادت کی اجازت کئے بغیر اٹھایا تھا اور حرکۃ الانصار کی قیادت نے بین الاقوامی منظر نامے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دونوں برطانوی شہریوں کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ کمانڈر سکندر کو اس امر کا بہت قلق تھا اور ان کا خیال تھا کہ حکومت ان رہنماؤں کو رہا کرنے پر تقریباً تیار ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک خط کمانڈر سجاد افغانی کو کوٹ بھلوال جیل میں بھیجا تھا جس میں مرکزی قیادت سے شکوے کئے گئے تھے اور اس عزم کا اظہار کیا گیا تھا کہ وہ اپنے اسیر ساتھیوں کی رہائی کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مولانا مسعود اظہر کے مطابق ''کمانڈر سجاد صاحب بھائی سکندر کی شجاعت' حسن انتظام اور مقبولیت کے بے حد معترف تھے اور اکثر ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ جب تہاڑ جیل میں یہ خبر آئی کہ بھائی سکندر کو حرکۃ الانصار کا چیف کمانڈر بنا دیا گیا ہے تو کمانڈر سجاد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ امانت اس کے حقدار کو مل چکی ہے''

کمانڈر سکندر نے اپنے اسیر ساتھیوں کی رہائی کیلئے کوشش اکتوبر 1994ء میں کی اور دہلی سے کچھ امریکن اور برطانوی باشندے اغوا کر لئے اور ان کے بدلے اپنے اسیر رہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس بار انہوں نے حرکۃ الانصار کی مرکزی قیادت سے جواب طلبی کے توڑ کے طور پر یہ کارروائی ''الحدید'' نامی تنظیم کے نام سے کی۔ لیکن مرکزی قیادت نے ایک بار پھر مداخلت کی اور ان باشندوں کی رہائی کا حکم بھیج دیا۔

اگلی بار کمانڈر سکندر نے زیادہ بہتر انتظامات کئے اور قیادت کی جواب طلبی سے بچنے کا انہوں نے حل یہ نکالا کہ ان کے مطالبے کو تسلیم ہی نہ کیا جائے اور ضرورت پڑنے پر استعفیٰ ہی دے دیا جائے۔ اس منصوبے میں انہوں نے اپنے ساتھ عبدالحمید ترکی کو شامل کیا اور دیگر مجاہدین کو بھی اس امر سے بے خبر رکھا تاکہ مرکزی قیادت تک بات نہ پہنچ سکے۔ اس بار انہوں نے پہلگام سے امریکی' جرمن' برطانوی اور ناروجین باشندے اغوا کئے اور ''الفاران'' کے نام سے مطالبہ کیا کہ ان کے اسیر رہنماؤں کو رہا کیا جائے۔ اس کارروائی نے بہت زیادہ طول پکڑا۔ بھارتی حکام کا خیال تھا کہ اس بار بھی حرکۃ الانصار کی قیادت مداخلت کرے گی اور ان باشندوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس مقصد کیلئے پاکستان پر دباؤ ڈالا جانے لگا۔ حرکۃ الانصار کی قیادت نے کمانڈر سکندر سے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن اس بار انہوں نے حکم ماننے سے

Marfat.com

انکار کر دیا۔ حرکۃ الانصار نے دباؤ سے بچنے کیلئے اعلان کر دیا کہ ''الفاران'' سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے اپنے بیانات میں کئی بار کہا کہ ''الفاران'' را کی بنائی ہوئی تنظیم ہے لیکن پاکستان اور حرکۃ الانصار پر بھارت کے علاوہ امریکہ اور یورپ سے بھی دباؤ بڑھنے لگا۔ جس کے نتیجے میں بالآخر امریکہ نے حرکۃ الانصار پر پابندی عائد کر دی اور حرکۃ الانصار کی قیادت بھی انتشار کا شکار ہوگئی۔ ایک گروپ کمانڈر سکندر کو تسلیم کرنے اور اس کی کارروائی کی حمایت کرنا چاہتا تھا جبکہ دوسرا اس کا مخالف تھا۔ بالآخر حرکۃ الانصار ٹوٹی اور حرکۃ المجاہدین اور حرکۃ الجہاد الاسلامی کے نام سے اپنے سابقہ نظم بحال کر لئے۔

ادھر پہلگام میں مجاہدین کے خلاف شدید کریک ڈاؤن ہوا جس میں کمانڈر سکندر اور کمانڈر عبدالحمید ترکی شہید ہوگئے اور غیر ملکی سیاحوں کو انہوں نے کہاں چھپا رکھا تھا معلوم نہ ہو سکا اور آج تک وہ سیاح بازیاب نہ ہو سکے۔ غیر ملکی ماہرین کی کئی ٹیموں نے انہیں بازیاب کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ بعد ازاں ان سیاحوں میں سے ایک ذبح شدہ حالت میں پایا گیا' ایک فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا جبکہ بقیہ چار کا راز کمانڈر سکندر اپنے ساتھ لے کر دفن ہوگئے۔

☆☆☆

Marfat.com

چودھری حمایت علی

چودھری حمایت علی بریلوی مسلک کی نمایاں جہادی تنظیم ابابیل مجاہدین عالمی کے بانی تھے۔ وہ اس تنظیم کی منصوبہ بندی اور نیٹ ورکنگ ''لشکر طیبہ'' کی طرز پر کرنا چاہتے تھے لیکن 31 اگست 1999ء کو پونچھ سیکٹر بھارتی افواج کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ ان کا شمار بریلوی مسلک کے اہم جہادی رہنماؤں میں کیا جاتا ہے۔

ابتدائی حالات

چودھری حمایت علی کا تعلق ضلع نارروال کی تحصیل شکر گڑھ کے ایک دیہات لالیاں سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اور شکر گڑھ سے حاصل کی اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے بی ایس سی (ایگریکلچر) کی۔ یونیورسٹی میں انجمن طلباء اسلام (اے ٹی آئی) سے منسلک ہوئے اور اس کے مرکزی صدر کے عہدے تک پہنچے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہیں انجمن نوجوانان اسلام کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ جماعت اہلسنت پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات رہے۔ انجمن خدام ملت کے نام سے اپنی تنظیم بھی قائم کی۔ جمعیت علمائے پاکستان کے اہم رہنما جنرل اظہر کے پی آر او کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔

جہادی سرگرمیوں کا آغاز

جہادی سرگرمیوں کا آغاز 1998ء میں کیا۔ ان کے پیش نظر جہادی منظر نامے پر بریلوی مسلک کی عدم دستیابی تھی۔ ان کے دوست محمد نعیم طاہر کے مطابق ''مجھے اپنے ساتھ مرید کے میں لشکر طیبہ کے سالانہ اجتماع میں لے کر گئے تو اس کے بعد انہوں نے نہایت

Marfat.com

سرعت سے اس طرح منصوبہ بندی شروع کر دی۔ انہیں اس بات کا شدید قلق تھا کہ ملک کی اکثریت اہلسنت پر مشتمل ہے اور جہاد کا شعبہ بدعقیدہ افراد نے سنبھال رکھا ہے حالانکہ ان میں بھی مجاہدین کا تعلق اہلسنت سے ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور شمارہ دسمبر 1999ء)

چودھری حمایت علی نے عسکری جہادی تنظیم کی منصوبہ بندی کے سلسلے میں مختلف جہادی تنظیموں کے نظام کا بغور جائزہ لیا۔ 21 نومبر 1998ء کو پانچ ساتھیوں کے ہمراہ افغانستان گئے اور وہاں دو ماہ تک طالبان اور دیگر افغان جہادی تنظیموں کے نیٹ ورک اور نظام کو دیکھا۔ ابتدائی طور پر اپنے قریبی احباب کو عسکری تربیت کے لئے افغانستان بھیجنا شروع کر دیا۔ دسمبر 1998ء میں اپنے قریبی احباب محمد اقبال مجددی' ندیم ملک اور غلام مصطفیٰ کے ساتھ مل کر ابابیل مجاہدین عالمی کی بنیاد رکھی اور مظفر آباد میں بیس کیمپ قائم کرنے کیلئے کاوشیں تیز کر دیں۔ چونکہ انجمن طلبا اسلام کے مرکزی صدر رہ چکے تھے اس لئے افرادی قوت کی دستیابی ان کیلئے اتنا اہم مسئلہ نہیں تھی۔ ''البرق'' اور ''تحریک جہاد'' کے معسکروں میں اپنے مجاہدین کی عسکری تربیت کا انتظام کیا اور انہی تنظیموں کے ذریعے مجاہدین کی مقبوضہ کشمیر لانچنگ کا بندوبست کیا۔

چودھری حمایت علی نے ایک سال کے مختصر عرصے میں ابابیل کو اہم جہادی تنظیم بنا دیا اور اس قلیل عرصے میں 2 سو مجاہدین تیار کئے۔ مظفر آباد میں ''البرق'' کے ایک مجاہد نے مجھے بتایا کہ ''چودھری حمایت علی کے پیش نظر ''لشکر طیبہ'' تھی اور وہ جلد از جلد ابابیل مجاہدین کو اس مقام تک لانے کے خواہاں تھے۔ اگر وہ زندہ رہتے تو غالباً ایسا کر بھی دکھاتے'' آخری بار وہ لاہور سے بائیس نوجوانوں کا قافلہ تربیت کے لئے لے گئے تھے۔ محمد طاہر رضوی کا کہنا ہے کہ 14 جون 1999ء کو جمعیت علماء پاکستان کے دفتر سے چودھری صاحب کی قیادت میں آخری قافلہ روانہ ہوا تھا۔ یکم ستمبر 1999ء کو ان کی شہادت کی خبر آ گئی۔ عبدالرشید چودھری کے مطابق ''چودھری صاحب عرصہ دراز سے نوجوانوں کو عسکری تربیت کے بعد جہاد کشمیر کیلئے روانہ کر رہے تھے۔ ماہ جولائی میں آپ نے خود مقبوضہ کشمیر جانے کا ارادہ کیا۔ ذمہ داران نے بہت کہا کہ آپ تنظیم کے ذمہ دار ہیں' آپ کے بعد کون اس نظام کو چلائے گا مگر آپ نے کہا کہ میں لوگوں کو تو درس جہاد دیتا ہوں مگر خود عمل نہ کروں تو لماتقولون مالا تفعلون کا

Marfat.com

مصداق بنوں گا۔ یوں چودھری صاحب مع ساتھیوں کے 12 جولائی شام مقبوضہ کشمیر روانہ ہو گئے اور تقریباً ایک ماہ بیس دن مختلف جہادی کارروائیوں میں مشغول رہے۔

(بحوالہ ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور، شمارہ دسمبر 1999ء)

جبکہ اسی رسالے کے اسی شمارے کے اداریئے کے مطابق وہ 28 اگست کو آٹھ رکنی قافلے کے ساتھ مقبوضہ کشمیر روانہ ہوئے۔ ''31 اگست اور یکم ستمبر کی درمیانی شب پونچھ سیکٹر میں بھارتی غاصب فوجیوں کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل جھڑپ کے ساتھ چودھری صاحب اور ان کے ساتھیوں نے 33 بھارتی فوجیوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا'' اس کے برعکس 2 ستمبر کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ابوعمران افغانی (چودھری حمایت علی کا کوڈ نام) پونچھ سیکٹر میں لائن آف کنٹرول پر ایک جھڑپ میں شہید ہوئے۔

چودھری حمایت علی کی شہادت کے حوالے سے مزید متضاد بیانات سننے کو ملتے ہیں مظفر آباد کے ذرائع کے مطابق یہ بھی امکان ہے کہ وہ کسی مخالف جہادی تنظیم کی مخبری پر ہلاک ہوئے ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

محمد اشرف ڈار

محمد اشرف ڈار مقبوضہ کشمیر میں پہلی جہادی تنظیم ''ضیا ٹائیگر'' کے بانی تھے (اگر چہ اس سے پہلے جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کشمیر کی آزادی کیلئے عسکری جدوجہد کر رہا تھا لیکن اس نے کبھی وسیع تر معنوں میں اسلامی عسکری تنظیم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا) ان کا تعلق بڈگام سے تھا اور 1987ء میں انہوں نے جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا۔ فکری، تنظیمی تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور افغان جہاد کے دوران البدر کے عسکری تربیتی کیمپ سے تربیت حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے ابتداء میں اپنی عسکری کارروائیوں کا دائرہ بڈگام، بارہ مولہ اور کپواڑہ تک محدود رکھا اور انہی علاقوں میں ''ضیا ٹائیگر'' کے تنظیمی یونٹ قائم کیے۔ 19 مئی 1989ء کو بھارتی فوج یا رڈ سکیورٹی فورس اور سنٹر ریزرو پولیس نے تحصیل بیروہ کے 35 دیہاتیوں کا بیک وقت کریک ڈاؤن کیا جس کا مقصد محمد اشرف ڈار کی گرفتاری تھا لیکن محمد اشرف ڈار فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا ایک اہم آپریشن کمانڈر محمد احسن ڈار کو سری نگر ہسپتال سے پولیس کی حراست سے چھڑا کر لانا تھا۔ اس آپریشن کے بعد محمد اشرف ڈار مجاہدین کے ایک گروپ کو عسکری تربیت دلوانے کی غرض سے آزاد کشمیر آ گئے۔ اسی دوران حزب المجاہدین کا قیام عمل میں آیا تو انہوں نے اپنی تنظیم ''ضیا ٹائیگر'' اس میں ضم کر دی۔ 1991ء میں دوبارہ مقبوضہ کشمیر پہنچے اور کئی گوریلا کارروائیوں میں حصہ لیا۔ آخر 22 اکتوبر 1992ء کو سنوارہ کلی پورہ ضلع بڈگام میں ایک عسکری کارروائی کے دوران شہید ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

ناصر الاسلام

ہلال احمر میر المعروف ناصر الاسلام جمعیت المجاہدین کے بانی اور مقبوضہ کشمیر میں جہاد کے بانیوں میں سے تھے۔ ان کا تعلق سری نگر سے تھا۔ 1988ء میں ''انصار الاسلام'' گروپ کے نام سے عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا۔ فکری تعلق جماعت اسلامی سے تھا۔ 1989ء میں جب حزب المجاہدین کا قیام عمل میں آیا تو اپنی تنظیم اس میں ضم کر دی اور حزب کے تنظیمی امور کے امیر بنے۔ جون 1990ء میں جب سید صلاح الدین حزب کے سرپرست اعلیٰ بنے تو ان کے حزب کی مرکزی قیادت سے اختلافات شروع ہو گئے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ حزب المجاہدین کا جماعت اسلامی سے تعلق بہت گہرا ہوتا جا رہا تھا اور اسے جماعت کا عسکری ونگ تصور کیا جانے لگا تھا۔ ان کا مؤقف تھا کہ تنظیمی طور پر اسے جماعت کا عسکری ونگ نہیں بننا چاہئے تعلق صرف فکری ہم آہنگی تک محدود رہنا چاہئے۔ کمانڈر انچیف محمد احسن ڈار نے ان کی اس مسئلے پر مخالفت کی اور دونوں کے درمیان اختلافات میں شدت پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ حزب المجاہدین کی مجلس شوریٰ نے احسن ڈار کے مؤقف کی تائید کی اور ناصر الاسلام نے اپنے ساتھیوں سمیت حزب المجاہدین سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ''حزب المجاہدین ناصر الاسلام گروپ'' کے نام سے الگ تنظیم بنا لی جسے 1990ء میں جمعیت المجاہدین کا نام دے دیا گیا۔ جمعیت المجاہدین نے 1990ء سے 1994ء تک مقبوضہ کشمیر میں ہونے والی عسکری کارروائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی سال ناصر الاسلام سری نگر جاتے ہوئے بھارتی فوج کے گھیرے میں آ گئے اور انہیں شہید کر دیا گیا۔ ناصر الاسلام علامہ اقبال اور جمال الدین افغانی کے پان اسلام ازم کے نظریہ سے متاثر تھے۔

مقبول علائی

31 اگست 1988ء کو مقبوضہ کشمیر میں باقاعدہ منظّم انداز میں ایک طے شدہ منصوبے کے

Marfat.com

مطابق مسلح جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اس دن سری نگر کے ٹیلی کمیونیکیشن سنٹر، جنرل پوسٹ آفس اور گاف کلب میں بموں کے دھماکے ہوئے۔ ان دھماکوں کی ذمہ داری ''حمزہ گروپ'' نے قبول کی جس کی قیادت محمد مقبول علائی کر رہے تھے۔ اس طرح مقبول علائی مقبوضہ کشمیر میں عسکری تحریک کے آغاز کا پیش خیمہ بنے۔ 12 ستمبر 1988ء کو مقبول علائی نے ہری نواس سری نگر میں بھارتی فوج کی ایک پارٹی پر فائرنگ کی جو ان حالات میں بھارتی فوج کیلئے ایک حیران کن واقعہ تھا۔ 17 ستمبر 1988ء کو مقبول علائی ہی کی قیادت میں مجاہدین کے ایک مسلح دستے نے سری نگر میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل علی محمد وٹالی کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اس محاصرے کے دوران مجاہدین اور ڈی آئی جی کے محافظوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ جس میں ایک مجاہد اعجاز احمد ڈار شہید اور مقبول علائی زخمی ہوئے۔ یہ عسکری کارروائیاں مقبوضہ کشمیر میں لاوا پھٹنے کا سبب بنیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وادیٔ کشمیر میں عسکری کارروائیاں عروج پر پہنچ گئیں۔

محمد مقبول علائی کا تعلق سوپور سے تھا۔ فکری اور تنظیمی طور پر جماعت اسلامی سے منسلک تھے۔ مقبول علائی 1987ء میں آزاد کشمیر آئے تھے اور بعد ازاں افغانستان میں البدر کے کیمپوں سے عسکری تربیت حاصل کی۔ 1988ء کے آغاز میں مقبوضہ کشمیر پہنچے اور ''الحمزہ'' کے نام سے جہادی تنظیم قائم کی۔ ان کے ساتھ اعجاز احمد ڈار، محمد عبداللہ بانگرو اور شیخ عبدالحمید بھی تھے جو یکے بعد دیگر شہید ہو گئے۔ ''الحمزہ'' نے جب اپنی عسکری کارروائیاں تیز کیں تو اس کے مجاہدین کی گرفتاری بھارتی سکیورٹی فورسز کیلئے اہم بن گئی اور اس تنظیم کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے آپریشن کئے جانے لگے۔ اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے مقبول علائی نے ''البدر'' کے نام سے تنظیم قائم کی اور ''الحمزہ'' کو اس میں ضم کر لیا۔ 1989ء میں حزب المجاہدین قائم ہوئی تو مقبول علائی آزاد کشمیر میں تھے اور جماعت اسلامی کے قائدین سے مسلسل رابطے میں تھے۔ جماعت کے قائدین کے اصرار پر حزب المجاہدین میں شامل ہو گئے اور ''البدر'' ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

مقبول علائی نے ''البدر'' کے پلیٹ فارم سے 1989ء میں بھارتی پارلیمانی انتخابات کے بائیکاٹ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کی تنظیم کی طرف سے ایک قد آدم پوسٹر شائع کیا گیا جو وادی کے در و دیوار پر چسپاں کر دیا گیا۔ اس پوسٹر کے ذریعے عوام سے انتخابات کے بائیکاٹ کی اپیل کی گئی تھی۔ یہ اپیل موثر ثابت ہوئی اور کسی زیر زمین عسکری تنظیم کی طرف

Marfat.com

سے مقبوضہ کشمیر میں یہ پہلی عوامی اپیل تھی۔ اس کے حوصلہ افزاء نتائج نکلے۔ مقبول علائی کو مزید ایسے اقدامات پر اکسایا۔ انہوں نے سری نگر میں سینما ہاؤس بند کرنے کی اپیل شائع کروائی اور اس کے ساتھ ساتھ سینما گھروں، ویڈیو شاپس پر حملے بھی کئے جس سے ''البدر'' کو تقویت حاصل ہوئی۔ مقبول علائی 1993ء میں شہید ہوئے۔

کمانڈر سیف اللہ شوکت

دیوبندی جہادی تنظیم جمعیت المجاہدین العالمی کے دوسرے امیر اور حرکۃ المجاہدین کے بانی رہنما کمانڈر سیف اللہ شوکت کا شمار مقبوضہ کشمیر کے ان اولین پاکستانی مجاہدین میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے ادھر عسکری نیٹ ورکنگ کے ساتھ ساتھ دیوبندی مسلک کے مجاہدین کو تنظیمی طور پر فعال بنایا۔

کمانڈر سیف اللہ شوکت مولانا مسعود علوی کے خاص ترین شاگردوں میں تھے اور ان کے چیچہ وطنی کے مدرسے میں زیر تعلیم رہے تھے۔ دینی تعلیم کے حصول کے دوران ہی 1984ء میں اپنے استاد کے حکم پر افغانستان عسکری تربیت کیلئے گئے اور پھر مستقل جہاد سے وابستہ ہوگئے۔ مولانا مسعود علوی کے ہمراہ ارگون کے محاد پر بھی شریک رہے۔ 1985ء میں جب جمعیت المجاہدین العالمی کی بنیاد رکھی گئی تو کمانڈر سیف اللہ شوکت کو اس کا پہلا چیف کمانڈر مقرر کیا گیا اور انہیں مقبوضہ کشمیر کے محاذ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ کمانڈر شوکت 1990ء میں جمعیت المجاہدین کے مجاہدین کا پہلا گروپ لے کر مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوئے اور وہاں عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا۔ ستمبر 1991ء میں مولانا سیف اللہ شوکت کیرن سیکٹر میں لانچنگ کیلئے منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ بھارتی فوج نے اچانک فائرنگ شروع کر دی۔ کمانڈر شوکت کے ہمراہ 36 مسلح مجاہدین تھے اور انہوں نے بھارتی فائرنگ کا مقابلہ کیا۔ جمعیت المجاہدین العالمی کے تعارفی بروشر کے مطابق یہ معرکہ سترہ منٹ جاری رہا اور اس عرصہ کے دوران انہوں نے بھارتی فوج کی تین پوسٹیں تباہ کر کے 68 بھارتی فوجیوں کو ہلاک کیا۔ جبکہ اس دوران کمانڈر مولانا سیف اللہ شوکت سمیت چھ مجاہدین شہید ہوگئے جن

Marfat.com

میں مرکزی کمانڈر یعقوب طارق بھی شامل تھے۔اس معرکے کو کشمیر کی جہادی تاریخ میں اس حوالے سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ یہ بھارتی افواج کے ساتھ سرحد پر پہلا باقاعدہ معرکہ تھا اور اسی تناظر میں اس واقعہ کو شہرت حاصل ہوئی تھی۔

کمانڈر مسعود تانترے

حزب المجاہدین کے بانی رکن اور ڈپٹی چیف کمانڈر مسعود تانترے 25 جولائی 2001ء کو سری نگر کے قصبے پامپور میں شہید کر دیئے گئے۔ تانترے حزب المجاہدین کے میڈیا چیف ناظم تعلیم وتربیت اور ڈائریکٹر صدائے حریت کشمیر بھی رہے۔

کمانڈر تانترے اننت ناگ (اسلام آباد) کی تحصیل کو لگام میں پیدا ہوئے۔ گریجوایشن گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز اننت ناگ سے کیا۔ ان دنوں کمیونزم سے متاثر تھے اور مقبوضہ کشمیر کے مشہور مارکسی کمیونسٹ پارٹی کے صدر یوسف تاریگامی کے بہت قریب تھے لیکن جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے امیر مولانا سعد الدین کی صحبت انہیں جماعت اسلامی کے قریب لے آئی۔ کشمیر یونیورسٹی سے اسلامیات اور اردو میں ایم اے کیا۔ 1986ء میں جماعت اسلامی کے رکن بن گئے اور ملازمت کے سلسلے میں سری نگر آ گئے جہاں ڈاؤن ٹاؤن کی جامعہ مسجد میں تین سال خطبہ دیتے رہے۔ 1988ء میں جب مقبوضہ کشمیر میں عسکری تحریک شروع ہوئی تو جماعت اسلامی کی قیادت نے خفیہ طور پر ''البدر'' کے نام سے جہادی تنظیم بنائی۔ (ابھی حزب المجاہدین کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا) اور مسعود تانترے کو اس کا ناظم بنایا۔ مسعود تانترے 1990ء کی ابتداء میں 80 مجاہدین کے ہمراہ عسکری تربیت کی غرض سے آزاد کشمیر پہنچے۔ انہی دنوں حزب المجاہدین کا ڈول ڈالا گیا تو البدر اس میں ضم ہوگئی اور انہیں آزاد کشمیر میں بیس کیمپ کے انچارج کی ذمہ داری سونپ دی گئی اور اس کے بعد مجاہدین کے ریڈیو اسٹیشن صدائے حریت کشمیر کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔ بعدازاں مختلف ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ 1997ء میں جب مجید ڈار اور سید صلاح الدین کے درمیان کشیدگی ہوئی تو مسعود تانترے نے مصالحت کا کردار ادا کیا اور جب جولائی

Marfat.com

2000ء میں مجید ڈار کے سیز فائر کے اعلان کے بعد ان کی دوبارہ سید صلاح الدین سے کشیدگی بڑھی تو اس بار بھی کمانڈر تانترے نے فراست سے معاملے کو حل کرایا اور بعد ازاں مجید ڈار کے حامیوں کو غیر مسلح کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ 1996ء میں لاجوری اور پونچھ میں مجاہدین کو منظّم کرنے کی ذمہ داری لگی اور اس دوران کئی معرکوں کی کمانڈ بھی کی۔ سعودی عرب میں حزب المجاہدین کی نمائندگی کیلئے بھی گئے۔

کمانڈر مسعود تانترے کو ادب اور صحافت سے بھی شغف تھا۔ 3 اردو اور ایک انگریزی کتاب تصنیف کی جو مسئلہ کشمیر کے حوالے سے تھیں۔ 24 جولائی 2001ء کو سری نگر سے ایک اہم مہم پر روانہ ہوئے۔ پامپور کے قریب گرفتار ہو گئے اور اسی روز تشدد کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔

مولانا صوفی محمد عبداللہ (محمد عمر)

مولوی فضل الٰہی کی رحلت کے بعد 5 مئی 1997ء کو مولانا صوفی محمد عبداللہ کو جماعت المجاہدین کا امیر منتخب کیا گیا۔ مولانا صوفی محمد عبداللہ مولوی فضل الٰہی کے دست راست تصور ہوتے تھے اور انہوں نے ریشمی رومال تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1948ء کے جہاد کشمیر میں بھرپور شرکت کی۔ جولائی 1975ء تک جماعت المجاہدین کے امیر رہے۔

مولانا غلام رسول مہر کی تصنیف ''سرگزشت مجاہدین'' کے مطابق ''صوفی صاحب نے یہ خود فرمایا کہ میں مولوی محمد فتوحی والا اور مولانا فضل الٰہی کی دل نواز اور ایمان افروز تقریریں سن کر جماعت المجاہدین سے وابستہ ہوا..... قاضی کوٹ کا مقدمہ قائم ہوا اور مولانا فضل الٰہی ہندوستان سے ہجرت کر کے جلال آباد و کابل ہوتے ہوئے چمرقند پہنچے تو صوفی عبداللہ صاحب کا دل بھی وطن سے اچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ وہ بھی چمرقند پہنچ کر مجاہدین میں کام کرتے رہے'' (صفحہ 635) صوفی محمد عبداللہ نے ریشمی رومال تحریک میں سات خطوط با حفاظت پہنچائے تھے۔ یہ خطوط راجہ نیپال' راجہ جودھپور' راجہ

Marfat.com

جے پور، راجہ گوالیار، علی برادران (مولانا محمد علی جوہر+مولانا شوکت علی) نواب رامپور اور نواب بہاول پور کے نام تھے۔ خطوط منزل مقصود پر پہنچانے کے علاوہ مولانا صوفی محمد عبداللہ نے ان راجوں اور نوابوں سے بھاری مقدار میں چندہ بھی وصول کیا۔ راجہ نیپال نے دس ہزار روپے نقد اور ایک ہاتھی، راجہ جودھپور نے پانچ ہزار روپے نقد، راجہ جے پور نے سات ہزار روپے نقد دیئے اور نواب بہاولپور نے 2 ہزار روپے سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔

پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق ''صوفی صاحب نے راہ جہاد میں تن من دھن کی قربانی دی تھی۔ بیوی کو طلاق دے کر اس لئے فارغ کر دیا کہ شاید اس کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی ہو۔ دارورسن کی وہ صعوبتیں بھی برداشت کیں کہ شاید ہی ایسی صعوبت کسی دوسرے ساتھی کو دی گئی ہو جس سے صوفی عبداللہ صاحب دوچار ہوئے۔ ہم نے سنا تھا کہ انگریز نے صوفی صاحب کے جسم کے نازک ترین حصوں پر ایسی ضربات لگائی تھیں کہ انہیں ناکارہ کر دیا''

(بحوالہ ''تعارف جماعت المجاہدین'' صفحہ 114)

صوفی محمد عبداللہ کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ جماعت المجاہدین کو افرادی قوت فراہم کرنے کیلئے حسین خان والا المعروف ''اوڈانوالہ'' مامون کانجن میں جہادی مدرسہ قائم کیا۔ پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق ''مولانا فضل الٰہی سے مشورہ کر کے طے کیا کہ مدرسہ کیلئے جگہ وہ منتخب کی جائے جو وسائل رسل ورسائل سے کافی دور ہو اور کوئی اہم آبادی قریب نہ ہو۔ وہاں سے مجاہدین بھی بنا کر بھیجے جائیں اور چندہ بھی بھیجا جائے۔

(بحوالہ ایضاً، صفحہ 115)

انہوں نے اس مدرسے کی بنیاد ستمبر 1938ء میں رکھی اور یہ مدرسہ آج بھی چل رہا ہے۔

مولانا محمد سلیمان

جماعت المجاہدین کے امیر جنہیں اپریل 1975ء میں امارت کیلئے منتخب کیا گیا۔

Marfat.com

مولوی فضل الٰہی کے صاحبزادے تھے۔ مارچ 1983ء تک امارت پر فائز رہے اور جہاد افغانستان میں اہلحدیث مسلک کی اولین نمائندگی مولانا محمد سلیمان کے حصے میں آئی۔

مولانا محمد سلیمان کو صوفی عبداللہ نے جماعت المجاہدین کے قاعدے کے مطابق اپنی وفات سے قبل امیر نامزد کیا تھا۔ اس وقت مولانا جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد) کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے دور امارت میں کئی اہم مدارس تعمیر کروائے۔ ان میں جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی نہایت اہم ہے جبکہ ڈیرہ غازی خان، خانپور، ستیانہ بنگلہ اور دیگر مقامات پر بھی مدارس قائم کئے۔ اہلحدیث مدارس میں طالبات کی دینی تعلیم کا آغاز بھی مولانا کی کاوشوں سے ہوا۔

جہادی کردار

مولانا محمد سلیمان 1948ء میں جہاد کشمیر میں حصہ لے چکے تھے اور پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق ''مولانا محمد سلیمان کشمیر کے مشکل ترین محاذ ''پونچھ'' پر دشمن سے برسر پیکار رہے'' (بحوالہ ''تعارف جماعت المجاہدین'' صفحہ 116)

جہاد افغانستان میں بھی مولانا سلیمان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ''تعارف جماعت المجاہدین'' میں ان کی افغانستان میں جہادی سرگرمیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ان کی امارت میں جماعت المجاہدین عموماً اور غازی عبدالکریم صاحب، جناب پروفیسر چودھری محمد ظفر اللہ صاحب، جناب ڈاکٹر محمد ارشد صاحب رندھاوا، مولانا خالد گرجاکھی صاحب اور مولانا حکیم محمود صاحب خصوصاً دامے درمے، سخنے جہاد افغانستان میں شریک رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں جب بیماری اور نقاہت کے سبب عملی طور پر جہاد میں شرکت سے معذور ہو گئے تو حسرت کے ساتھ شوق جہاد میں زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا۔

آئی ہے صدائے جرس ناقہ پہلی
صد حیف کہ مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا

مولانا محمد سلیمان نے فروری 1983ء میں وفات پائی اور جماعت المجاہدین کے طریق کے مطابق خفیہ طریقے سے غازی عبدالکریم خان عرف لالی کو امیر مقرر کیا گیا۔

Marfat.com

مولانا عبدالکریم خان عرف لالی

جماعت المجاہدین کے موجودہ امیر ہیں اور مولوی فضل الٰہی کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ 1928ء سے 1934ء تک قبائلی علاقوں میں انگریزوں سے جو جنگیں ہوئیں ان میں شریک رہے۔ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جہاد افغانستان میں شریک رہے۔

مولانا عبدالکریم خان عرف لالی نے 1928ء میں مولوی فضل الٰہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کا گاؤں کوہاٹی (باجوڑ ایجنسی) چمرقند سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں مولوی عبدالخالق کی شاگردی میں دینی علوم کا ادراک حاصل کیا اور بعد ازاں جماعت المجاہدین سے منسلک ہوگئے اور کئی جنگوں میں شریک رہے۔ 1948ء کے جہاد کشمیر میں بھی حصہ لیا۔ مولوی فضل الٰہی نے اپنی یاداشتوں میں عبدالکریم خان کے متعلق لکھا تھا

''عبدالکریم خان جو سرحد آزاد علاقہ باجوڑ کا رہنے والا ہے' بچپن سے میرا رفیق ہے۔ میرے تعلق کی وجہ سے تمام قبائل آزاد کے اندر کوہ سیاں سے لے کر وزیرستان تک اور افغانستان کے اندر کافی اعتماد رکھتا ہے۔ مرکز چمرقند کا ذمہ دار رکن بھی ہے۔ اسے میں نے آزاد سرحدوں پر تبلیغ کیلئے مقرر کیا ہے''

(بحوالہ ''تحریک مجاہدین کا آخری دور' از مولانا خالد گرجاکھی' صفحہ 215)

جہاد کشمیر کے پس منظر میں مولوی فضل الٰہی مولانا عبدالکریم کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''مرکز چمرقند کے اراکین میں سے عبدالکریم خان اور عبدالغنی خان کے علاوہ مشہور مبلغ اسلام حافظ محمد یوسف خان اور راقم الحرف کا اکلوتا بیٹا محمد سلیمان خان اور غزنوی خاندان کا لب لباب عمر فاروق خان اور بشیر احمد خان از خاندان عالیہ پاکیپٹن بھی ہیں۔ ان میں سے ہر فرد ہزار نوجوانوں کا ایک نوجوان ہے۔ یہ جانباز ایک ہی وقت میں تبلیغ اسلام کا فریضہ اور قتال فی سبیل اللہ کی مہم خدمات بجالا رہے ہیں'' (بحوالہ ایضاً)

مولانا عبدالکریم خان کی امارت کچھ عرصہ متنازعہ بنی رہی۔ 3 فروری 1983ء کو مولانا سلیمان نے وفات پائی تو مولانا عبدالکریم خان مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔ مولانا خالد گرجاکھی کا کہنا ہے کہ انہیں جماعت المجاہدین کا امیر منتخب کرلیا گیا تھا۔ اپنی کتاب ''جہاد افغانستان''

Marfat.com

میں رقم طراز ہیں۔ ''جنازہ پر میں نے کچھ حالات مجاہدین کے بیان کئے' کچھ خوبیاں مولانا سلیمان صاحب کی بیان کیں' جس سے مجھ پر بھی رقت طاری ہوئی اور دوسرے احباب پر بھی۔ چنانچہ دوسرے دن وزیرآباد نہ جا سکا لیکن جو احباب ماموں کانجن سے آئے ہوئے تھے انہوں نے مجھے ہی امیر المجاہدین منتخب کرلیا جس کا اعلان 6 فروری کے پرچہ مشرق میں آ گیا۔ (صفحہ 72) جبکہ پروفیسر چودھری عبدالحفیظ نے اپنی کتاب ''تعارف جماعت المجاہدین'' میں مولانا عبدالکریم خان کی امارت کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا سلیمان نے اپنی وصیت میں پہلے ہی مولانا عبدالکریم کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ

''اپنے اہم جماعتی منصب امارت اور دینی جامعات کی عظیم ملی امانت کی باحسن وجوہ ادائیگی کیلئے 27 ذوالحجہ 1401 بمطابق 27 اکتوبر 1981ء مفصل وصیت نامہ تحریر فرما کر اپنے فرزند ارجمند عزیز القدر زاہد الرحمٰن صاحب کے پاس محفوظ فرما دیا۔ ان کے خلف الرشید' نیک نام اور صاحب بصیرت بیٹے نے اس امانت کو نہ صرف اپنے پاس محفوظ رکھا بلکہ اپنے عظیم والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات کے بعد یہ وصیت نامہ جماعت مجاہدین کی شوریٰ میں پیش کر دیا اور شہادت عدل زبانی طور پر بھی دی۔ جماعت کی شوریٰ نے اپنے امیر کی وصیت پر عین کتاب وسنت کے مطابق من وعن عمل کرتے ہوئے حضرت غازی عبدالکریم خان متعنا اللہ بطول حیاتہ کے مبارک ہاتھ پر عین کتاب و سنت کے مطابق سمع و اطاعت کی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا اور تمام جماعتی اداروں کی سربراہی کی اہم ذمہ داری بھی انہی کے سپرد کی۔'' (صفحہ 118)

مولانا عبدالکریم خان کے موجودہ حالات کے متعلق بعد ازاں مولانا خالد گرجاکھی نے بھی ان کی امارت تسلیم کر لی۔ پروفیسر چودھری عبدالحفیظ کے مطابق غازی عبدالکریم صاحب آج کل لودھراں ضلع ملتان کے قریب ''مجاہد آباد'' میں رہائش پذیر ہیں۔ مولانا فضل الٰہی صاحب کی کوششوں سے جو زمین مجاہدین کو ملی تھی وہاں ان کا بیٹا کاشتکاری کرتا ہے۔ غازی عبدالکریم خان اپنی پیرانہ سالی کے باوجود آج بھی مسلسل اور پیہم عملی جہاد میں شریک ہیں۔ افغانستان کے مجاہدین کی امداد میں بنفس نفیس قندھار سیکٹر پر اور کبھی کابل وجلال آباد محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے ہیں۔

(بحوالہ ''تعارف جماعت المجاہدین'' صفحہ 127)

Marfat.com

مولانا عبداللہ شاہ مظہر

مولانا عبداللہ شاہ مظہر انتہائی جارح اور دیوبند مسلک کے اہم جہادی رہنما تصور ہوتے ہیں۔تحریک الفرقان کے بانی اور امیر ہیں۔جیش محمد کے قیام اور اس کی سندھ میں تنظیم نو میں نمایاں رہے۔اکتوبر 2001ء میں امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور امریکہ مخالف مظاہروں کی قیادت کی جس پر انہیں گرفتار کرلیا گیا۔

مولانا عبداللہ شاہ مظہر کا تعلق کراچی سے ہے۔میٹرک سائنس مضامین کے ساتھ سہارف آباد سے کیا۔ایف ایس سی فاؤنڈیشن کالج (Pechs) کراچی سے کی اور کراچی یونیورسٹی سے گریجوایشن کی۔اسی دوران مذہبی رجحانات میں اضافہ ہوا اور جامعہ عربیہ احسن العلوم سے درجہ عالمیہ کی ڈگری حاصل کی۔یہیں ان کا تعارف حرکۃ الجہاد الاسلامی سے ہوا اور اس کے کوٹلی معسکر سے عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد مقبوضہ کشمیر لانچ ہوئے جہاں دو سال جہاد کیا اور کراچی واپس آ کر حرکۃ الجہاد الاسلامی کراچی کو منظّم کرنے لگے۔جب مولانا مسعود اظہر نے جیش محمد کی تشکیل کا اعلان کیا تو اس میں غیر مشروط طور پر شامل ہوگئے اور جیش محمد سندھ کے امیر بنے۔جیش محمد کو اندرون سندھ منظّم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور 15 ڈویژنل دفاتر قائم کئے۔ان کی کوششوں سے سندھی نوجوان جیش محمد میں تیزی سے شامل ہونے لگے اور جیش محمد واحد تنظیم بن گئی جس میں سب سے زیادہ سندھی نوجوان شامل ہوئے۔جلد ہی ان کا شمار مولانا مسعود اظہر کے قریبی ساتھیوں میں ہونے لگا۔

اکتوبر 2001ء میں امریکہ کی طرف سے جو "Terrorist watch" جاری ہوئی۔ اس میں مولانا عبداللہ شاہ مظہر کا نام بھی شامل تھا۔اکتوبر میں ہی ان کے مولانا مسعود اظہر

Marfat.com

سے اختلافات رونما ہونے لگے۔ ان اختلافات کی وجوہات یہ بتائی جاتی ہیں کہ مولانا عبداللہ شاہ مظہر جیش محمد کی طرف سے امریکیوں کے قتل کا اعلان کروانا چاہتے تھے جس پر وہ تیار نہیں تھے۔ مزید کہ مولانا عبداللہ شاہ مظہر کا جیش محمد پر ایک اعتراض یہ تھا کہ جیش محمد تمام دیوبندی جہادی تنظیموں کو اکٹھا کرنے کیلئے بنائی گئی تھی لیکن یہ مقصد حاصل نہ ہوسکا بلکہ ایک اور جہادی تنظیم کا اضافہ ہوگیا۔ لیکن انہوں نے الگ ہوکر ''تحریک الفرقان'' کے نام سے ایک علیحدہ جہادی تنظیم کی بنیاد رکھ دی چونکہ ان کا جیش سندھ پر مکمل کنٹرول تھا اس لئے صوبہ سندھ کے جیش کے بیشتر ارکان تحریک الفرقان میں شامل ہوگئے۔ تحریک الفرقان میں شامل ہونے والوں کی تعداد کا اندازہ ایک ہزار کے لگ بھگ لگایا گیا تھا۔ کراچی پولیس نے مولانا عبداللہ شاہ مظہر کو تحریک الفرقان کی ایک ''امریکہ مخالف'' ریلی سے گرفتار کرلیا اور ان کے خلاف سرکاری طور پر احتجاجی جلسوں کے انعقاد پر اسلحے کی نمائش کے مقدمات درج کر لئے گئے۔ اس احتجاجی جلسے میں انہوں نے امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا۔ مولانا عبداللہ شاہ مظہر قبل ازیں جہادی تنظیموں پر حکومت کی طرف سے پابندی کے ممکنہ فیصلے پر ملک میں ''سول وار'' پھوٹ پڑنے کے خطرے کا اعلان کر چکے تھے۔ (بحوالہ ''دی نیوز'' 9 ستمبر 2001ء)

علامہ لیاقت حسین اظہری

لشکر اسلام کے بانی اور اسلامک فرنٹ کے موجودہ ناظم اعلیٰ علامہ لیاقت حسین اظہری کا شمار پاکستان کے اہم جہادی رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ بریلوی مسلک کے نوجوانوں کو جہاد کیلئے متحرک کرنے میں ان کا نمایاں کردار ہے۔ متحدہ جہاد کونسل کے نائب صدر ہیں۔ دعوت اسلامی کے امیر پیر علامہ محمد الیاس قادری کے مرید خاص ہیں۔

علامہ لیاقت حسین اظہری کا تعلق مقبوضہ کشمیر کے علاقے پونچھ کے ایک قصبہ شاہ پور سے ہے۔ ان کا خاندان 1989ء کے واقعات کے بعد کشمیر سے پاکستان آیا اور کراچی میں آباد ہوگیا۔ علامہ لیاقت حسین اظہری نے دعوت اسلامی کے امیر مولانا الیاس کے ہاتھ پر بیعت کی اور جلد ہی ان کا شمار ان کے خاص مریدوں میں ہونے لگا۔ مولانا الیاس کے مشورے پر بریلوی مسلک کی اہم جہادی تنظیم لشکر اسلام کی بنیاد رکھی۔ علامہ لیاقت اظہری کو

Marfat.com

بریلوی مکتب فکر کے اہم رہنماؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے انہیں لشکر اسلام کے قیام کے وقت علماء کی تائید حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

لشکر اسلام کا قیام

علامہ لیاقت حسین اظہری نے 1995ء سنیوں کی علیحدہ جہادی تنظیم کے قیام کیلئے کوششیں شروع کیں۔ اگرچہ اس سے قبل کئی سنی / بریلوی جہادی تنظیمیں وجود میں آ چکی تھیں لیکن وہ زیادہ مؤثر نہیں تھیں اور اپنے مجاہدین کی عسکری تربیت اور لانچنگ کیلئے دیگر مسالک کی جہادی تنظیموں کی محتاج تھیں۔ ان عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ لیاقت اظہری نے ایک طرف بریلوی مسلک کے اہم اکابرین سے مشاورت شروع کی اور دوسری طرف دیگر جہادی تنظیموں میں شامل اہم سنی کمانڈروں سے رابطے کرنا شروع کئے۔ بالآخر مولانا شاہ احمد نورانی کی مشاورت، سنی تحریک کے امیر سلیم قادری کی حمایت، کراچی کی معروف کاروباری شخصیت محمد امین برکاتی کی معاونت کی یقین دہانی اور دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری کی تائید سے 1996ء میں لشکر اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ علامہ لیاقت اظہری امیر بنے اور موسیٰ خان لودھی کو سپریم کمانڈر مقرر کیا گیا۔ کوٹلی (آزاد کشمیر) کی معروف روحانی شخصیت صاحبزادہ زاہد صدیق آف درس آ گہار شریف نے تنظیم کی سرپرستی قبول کی۔

علامہ لیاقت اظہری نے انتہائی منظم طریقے سے کام کا آغاز کیا اور سب سے پہلے معسکر کے قیام کی طرف توجہ دی۔ سہنہ آزاد کشمیر میں معسکر کے قیام کے بعد مجاہدین کی بھرتی شروع کی گئی اور بہت منظم تربیتی نظام متعارف کرایا۔ لشکر اسلام بریلوی مسلک کی واحد تنظیم بن گئی جس کا اپنا معسکر تھا۔

فروری 2002ء میں اسلامک فرنٹ اور لشکر اسلام کا ایک مشترکہ اجلاس کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوا اور دونوں تنظیموں کے الحاق کا فیصلہ ہوا۔ اسلامک فرنٹ ہلال احمد بیگ کی جہادی تنظیم ہے۔ فیصلے کے مطابق نئی تنظیم کا نام اسلامک فرنٹ رکھا گیا اور علامہ لیاقت اظہری اس کے ناظم امور رابطہ پاکستان مقرر ہوئے۔ ان کی ذمہ داری یہ رکھی گئی کہ تنظیم کیلئے افرادی اور مالی معاونت کیلئے سیٹ اپ تشکیل دیں۔ علامہ اظہری نے ان مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔

علامہ لیاقت اظہری متحدہ جہاد کونسل کے نائب صدر بھی ہیں۔

Marfat.com

مولانا علامہ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار

مولانا علامہ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم تھے اور ان کی زیرنگرانی دس دینی مدارس کام کر رہے تھے جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی تھے۔ پاکستان میں جہادی فضا ہموار کرنے میں ان کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ انہی کے دور میں جامعہ بنوری کے طلبہ کا دستہ باقاعدہ جامعہ کی اجازت سے جہاد افغانستان میں شرکت کیلئے گیا تھا۔ آپ مولانا محمد یوسف بنوری کے داماد تھے۔ 1999ء میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کی ایک واردات میں شہید کر دیئے گئے۔

مولانا حبیب اللہ مختار 28 فروری 1944ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درس دارالعلوم کراچی سے حاصل کیا اور پھر جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری نیوٹاؤن میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ درس نظامی کی تکمیل 1963ء میں کی اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت امتحان دیتے ہوئے پورے پاکستان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ایک سال تک جامعہ بنوری ٹاؤن میں معاون مفتی کے تحت کام کیا۔ 1967ء میں سعودی عرب کی اسلامک یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ''لیسانس'' کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ کراچی سے ایم اے عربی کیا اور 1981ء میں جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 20 سال تک جامعہ بنوری ٹاؤن میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی رہا۔ ان کی نمایاں تصنیف ''کشف النقاب'' ہے۔

علامہ حبیب اللہ مختار ملک بھر میں جہادی اجتماعات میں شرکت کرتے تھے اور جہادی تنظیموں کی سرپرستی میں بھی آگے رہتے تھے۔ حرکۃ الجہاد الاسلامی، حرکۃ المجاہدین اور جیش

Marfat.com

محمد کو آپ کی تائید حاصل رہی۔ اگرچہ ان تنظیموں کے اتحاد کیلئے بھی کاوشیں کرتے رہے لیکن انہیں مزید انتشار سے بچانے کیلئے دباؤ ڈالنے کے مخالف تھے۔ افغانستان کے کئی محاذوں پر خود بھی گئے اور طالبان کی آمد کے بعد ان کی معاونت کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ الرشید ٹرسٹ کے قیام میں آپ کی مشاورت شامل تھی۔ طالبان انتظام اور حکومت کے کئی اعلیٰ عہدیدار آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

افغانستان میں دینی مدارس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا اور مختلف مدارس کو جامعہ بنوری کے اساتذہ فراہم کئے۔ انہیں ''استاد المجاہدین'' بھی کہا جاتا تھا۔ مولانا ارشاد احمد، مولانا مسعود اظہر اور مولانا جنید اختر سمیت کئی اہم رہنما آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

1999ء میں مفتی عبدالسمیع کے ساتھ اپنی گاڑی میں کہیں جارہے تھے کہ ان کی گاڑی پر جمشید چورنگی کے قریب فائرنگ کی گئی جس سے یہ دونوں حضرات موقع پر ہی دم جاں بحق ہوگئے۔

پروفیسر ظفر اقبال

مریدکے میں واقع جماعت الدعوۃ کا مرکز جماعتی اور جہادی سرگرمیوں کے علاوہ اہلحدیث مسلک کے پاکستان میں سب سے بڑے تعلیمی مرکز کا روپ دھار چکا ہے۔ یہاں گریجوایشن کی سطح تک عمومی تعلیم کا انتظام ہے جبکہ ایک یونیورسٹی اور میڈیکل کالج کا قیام زیرغور ہے۔ یہاں دینی مدارس کا نظام بھی چل رہا ہے اور نئے جہادی نصاب کی تیاری اور اس کو الدعوۃ ماڈل سکولز میں رائج کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس سارے منصوبے کے محرک اور انچارج 48 سالہ پروفیسر ظفر اقبال ہیں جو شب و روز جماعت الدعوۃ کے تعلیمی محاذ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں شعبہ اسلامیات کے صدر مدرس کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے ہیں۔

1999ء میں پروفیسر ظفر اقبال اور جماعت الدعوۃ کے سربراہ پروفیسر حافظ محمد سعید کے درمیان اختلافات کی خبریں بھی آتی رہیں کہ پروفیسر ظفر اقبال جماعت کو گجر برادری اور پروفیسر حافظ محمد سعید کے خاندان کی جماعت بنانے کے مخالف تھے۔ بعض ذرائع کے

Marfat.com

مطابق جماعت الدعوۃ کی شوریٰ میں 6 افراد پروفیسر حافظ محمد سعید کے قریبی عزیز ہیں۔ پروفیسر ظفر اقبال شوریٰ میں حافظ صاحب کی امارت بدلنے کی تحریک بھی چلا چکے ہیں لیکن یہ معاملات اندرونی طور پر حل کر لئے گئے۔

پروفیسر ظفر اقبال کا اہم کارنامہ جماعت الدعوۃ کے تعلیمی شعبے کو نئی نہج پر استوار کرنا ہے جس نے پاکستانی معاشرے پر کسی قدر اپنے اثرات مرتب کئے ہیں۔ الدعوۃ سکولوں کا نصاب اور نظام انہی کا مرہون منت ہے اور اس طرز پر کئی دیگر مذہبی جماعتیں بھی اپنے سکول قائم کر رہی ہیں۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں اپنے اس منصوبے کی تفصیلات یہ بتائیں کہ:

یہ کوشش 1994ء میں اس طرح پروان چڑھی کہ ہمارے ایک محسن نے اس مقصد کیلئے مالی اعانت بھی کی تو اس سلسلہ میں مرکز طیبہ مرید کے اور ملتان روڈ لاہور پر سکول قائم کئے گئے۔ اس تعلیمی نظام کو ہم نے ایک لڑی میں پرو دیا جس کو ہم نے ادارہ تعلیم مرکز الدعوۃ والارشاد کے نام سے منسوب کیا۔ مقصود یہ تھا کہ ملک بھر میں اس ادارہ کے زیر اہتمام الدعوۃ ماڈل سکول کے نام سے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جن میں قرآن و سنت اور دوسرے عصری علوم پڑھائے جائیں تاکہ طلبا عصری علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مسلمان بھی بن سکیں۔

اس مقصد کیلئے ابتداء میں ہم نے ایک قاعدہ لکھا جس میں پرانے قاعدوں کے سیکولر انداز کو بھی بدل دیا۔ پرانے مروجہ قاعدوں میں الف سے انار اور "ب" سے بکری کے تصور کی جگہ ہم نے الف سے اللہ اور ب سے بندوق کا تصور دیا۔ اس طرح سے اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں کتابیں لکھنے کا پروگرام بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کے نام سے ہم نے ایک کتاب تیار کی جو چار چیزوں پر قرآن کریم، حفظ و ناظرہ، ترجمہ، حدیث مع ترجمہ و تشریح، سیرت رسول اور تاریخ اسلام پر مشتمل تھی۔ ان چیزوں کو ہم نے بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق اور کلاس کے لحاظ سے تقسیم کیا ہے تاکہ بچے اپنے ذہنی سطح کے مطابق سمجھیں اور یاد رکھیں۔

الحمد للہ ہم نے تیسری جماعت تک نصاب مکمل کر لیا ہے اور پانچویں تک ہمارا کورس تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اس طرح ہم نے یہ کورس آٹھویں کلاس تک ترتیب دینا ہے۔ (ان شاء اللہ) ادارہ کے زیر انتظام الحمد للہ بچوں اور بچیوں دونوں کے سکول چل رہے ہیں

Marfat.com

جن کی تعداد سوا سو کے قریب ہے۔ پنجاب میں ساٹھ کے قریب سکول بن چکے ہیں۔ بچیوں کے 35 سکول ہیں۔ اس طرح آزاد کشمیر میں 12 سکول ہیں جبکہ صوبہ سرحد میں بھی ہمارے 14 سکول قائم ہیں۔ الحمد للہ ہم نے یہ نیٹ ورک اب پورے پاکستان کے اندر پھیلا دیا ہے۔ اساتذہ کو تدریس کے اسلوب بھی سکھاتے ہیں پھر ان کو خاص طور پر یہ تربیت دی جاتی ہے کہ آپ نے بچوں کی دینی اعتبار سے تربیت کیسے کرنی ہے اور انہیں معاشرتی خرابیوں اور برائیوں سے محفوظ رکھتے ہوئے ان کو کس طرح سے چلانا ہے۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں بڑے کورسز کرواتے ہیں اور عام دنوں میں ہم اساتذہ کی تربیت کے لئے شارٹ کورسز کرواتے ہیں اور ان سکولوں کے اندر قرآن کریم کے حفظ کا بندوبست بھی ہے اور بہت سے سکولوں میں شعبہ تحفیظ القرآن کا انتظام بھی ہے جن میں ہر سال بچے حفظ سے فارغ ہو رہے ہیں۔

(بحوالہ ''جامعہ الدعوۃ'' لاہور شمارہ مارچ 2001ء)

مولانا خالد محمود قادری

مولانا خالد محمود قادری بریلوی مسلک کی جہادی تنظیم حرکت انقلاب اسلامی کے امیر ہیں اور بریلوی مسلک کے سرکردہ علماء میں سے ہیں۔ یہ واحد بریلوی جہادی رہنما تھے جو افغانستان پر امریکی حملے کے بعد طالبان کی عسکری معاونت کیلئے اپنے 50 مجاہدین کے ہمراہ افغانستان گئے تھے۔

مولانا خالد محمود قادری کا تعلق ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل علی پور چٹھہ سے ہے۔ دینی تعلیم حزب الاحناف لاہور اور جامعہ رضویہ لاہور سے حاصل کی۔ 1996ء میں اپنی جہادی تنظیم بنائی' افغانستان اور کشمیر کے مشاہداتی دورے کئے۔ اب حرکت انقلاب اسلامی بریلوی مدارس کی مقبول جہادی تنظیم تصور ہوتی ہے۔

مولانا خالد محمود قادری نے علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں ''مکتب العلم والارشاد'' کے نام سے جماعت الدعوۃ کے مرکز مرید کے کی طرز پر مرکز قائم کیا ہے لیکن ابھی تک یہ بھرپور

Marfat.com

انداز میں کام شروع نہیں کر سکا البتہ حرکت انقلاب اسلامی کے مجاہدین کے اہم مرکز کا کام ضرور دے رہا ہے۔ ان کا ایک اور منصوبہ ''بیت الشہداء'' کا قیام ہے جو مجاہدین کے گھرانوں کی کفالت کے علاوہ مجاہدین اور غازیوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر رہا ہے۔

مولانا خالد محمود قادری کی جماعت پر 26 فروری 2002ء کو آزاد کشمیر حکومت نے پابندی لگا کر مظفر آباد کے دفاتر سیل کر دیئے تھے لیکن مولانا خالد ان پابندیوں کو نہیں مانتے اور ہنوز اپنے جہادی مشن پر ہیں۔ اپنے مجاہدین کی عسکری تربیت کیلئے ''البرق مجاہدین'' کی خدمات مستعار لیتے ہیں۔

علامہ محمد مدنی

علامہ محمد مدنی مسلک اہلحدیث کے نمایاں ترین علماء میں سے تھے۔ ان کا انتقال 2002ء میں ہوا۔ جہلم میں قائم جامعہ علوم عصریہ کے مہتمم تھے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اہم رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک المجاہدین کے سرپرستوں میں سے تھے۔ اہلحدیث نوجوانوں کو عسکری جہاد کی طرف متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ابتدائی حالات

علامہ محمد مدنی اوکاڑہ کے اہلحدیث عالم حافظ عبدالغفور کے صاحبزادے تھے۔ آپ 5 جنوری 1946ء کو فتح پور ضلع اوکاڑہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ محمدیہ فیصل آباد، جامعہ محمدیہ دال بازار گوجرانوالہ اور مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی کیا۔ بعد ازاں مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب سے بھی اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد 1964ء میں جہلم منتقل ہو گئے تھے اور انہوں نے یہاں جامعہ علوم اثریہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس کا شمار اس وقت پاکستان کے بڑے مدارس اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ حافظ عبدالغفور 16 اکتوبر 1986ء کو انتقال فرما گئے تھے تو ان کی ذمہ داریاں علامہ محمد مدنی نے سنبھالیں۔ والد صاحب کا سیاسی تعلق مرکزی جمعیت اہلحدیث سے تھا اسی نسبت سے جمعیت میں شمولیت اختیار کی اور آخر وقت تک اس کے نائب امیر رہے۔

Marfat.com

خدمات

علامہ محمد مدنی نے سب سے زیادہ توجہ دینی مدارس پر دی اور سعودی عرب کے علماء اور حکومت کے تعاون سے جامعہ علوم عصریہ کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ 70 لاکھ روپے کی لاگت سے جہلم شہر کے وسط میں اس کی تین منزلہ عمارت تعمیر کروائی جس کا سنگ بنیاد 19 ستمبر 1979ء کو امام کعبہ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے رکھا اور یہ عمارت ڈھائی سال کے عرصے میں مکمل ہوئی۔ خواتین کیلئے الگ مدرسہ حاکم شارجہ شیخ سلطان محمد القاسمی نے مالی تعاون سے قائم کیا۔ جس پر دو کروڑ پندرہ لاکھ روپے لاگت آئی۔ علامہ محمد مدنی نے اپنے مدرسے کا الحاق مدینہ یونیورسٹی سے کیا۔ علامہ مدنی تحریک تحفظ حرمین شریفین کے بانی اور امیر بھی تھے جس کا مقصد شاہی سعودی خاندان اور ان کی پالیسیوں کیلئے پاکستان سے حمایت حاصل کرنا ہے۔ علامہ محمد مدنی کی کاوشوں سے جہلم مرکزی جمعیت اہلحدیث کا اہم مرکز بن گیا اور اسی حوالے سے تحریک المجاہدین نے بھی جہلم میں تنظیمی کام کو پھیلایا اور علامہ محمد مدنی کی سرپرستی حاصل کی۔ ان کے دفاتر بھی جامعہ علوم عصریہ میں قائم رہے ہیں اور مدارس تحریک المجاہدین کو افرادی قوت فراہم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

کمانڈر عبدالرحمٰن

کمانڈر عبدالرحمٰن کو مقبوضہ کشمیر میں آپریشن ون نائٹ اور میزائل حملوں کا موجد کہا جاتا ہے۔ 2 جولائی 2001ء کو بگرام میں شہید ہوئے۔ حرکۃ الجہاد اسلامی سے تعلق تھا۔

کمانڈر عبدالرحمٰن کا تعلق ضلع ملتان کی تحصیل شجاع آباد بستی کھڈاوالا سے تھا۔ 1967ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مولانا قاری زبیر احمد کے مدرسے جامعہ فاروقیہ شجاع آباد سے حاصل کی۔ 1993ء میں حرکۃ الجہاد الاسلامی کے معسکر بشراخوست پہنچے اور عسکری تربیت حاصل کی۔ ان کی ابتدائی تشکیل سماہنی سیکٹر میں ہوئی اور قریباً 20 مرتبہ مقبوضہ کشمیر گئے اور یہ اعزاز بہت کم مجاہدین کو حاصل ہے کہ بار بار کشمیر لانچ ہو کر واپس آئے۔ جموں میں انہوں

Marfat.com

نے ون نائٹ آپریشن متعارف کرایا۔ اس آپریشن میں دن میں مکمل ریی کی جاتی ہے اور ہدف مقرر کر کے رات کو ہتھیار لے جا کر کارروائی کی جاتی ہے۔ اس آپریشن میں ایک یا دو مجاہد کام کرتے ہیں۔ کشمیر میں دور مار میزائل سب سے پہلے حرکۃ الجہاد الاسلامی نے استعمال کئے اور یہ اعزاز کمانڈر عبدالرحمٰن کو حاصل ہے۔ پہلی میزائل کارروائی نوشہرہ چھاؤنی میں کی۔ انہوں نے اس آپریشن میں بی ایم میزائل حاصل کئے جو 25 کلو وزنی ہوتا ہے اور یہ چینی ٹیکنالوجی ہے جو مجاہدین نے بطور خاص حاصل کی۔ انہیں ''سن میزائل'' بھی کہا جاتا ہے اور سورج کی روشنی پڑتے ہی سولر انرجی سے Activate ہوتا ہے اور ٹارگٹ کو ہٹ کرتا ہے۔ کمانڈر عبدالرحمٰن کو پہلے پہل ان میزائلوں کے استعمال کی تربیت دی گئی تھی اور انہوں نے ان میزائلوں کے ذریعے کامیاب کارروائیاں کیں۔ بعد ازاں یہ میزائل دیگر جہادی تنظیموں کو بھی دیئے گئے۔

کمانڈر عبدالرحمٰن نے زیادہ عرصہ کشمیر میں خدمات سرانجام دیں۔ جب 2001ء میں بگرام کے محاذ پر طالبان کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو حرکۃ الجہاد الاسلامی کے امیر قاری سیف اللہ اختر نے انہیں خصوصی طور پر کشمیر سے بلایا اور سب سے خطرناک محاذ کی ذمہ داری سونپی۔ یہاں 30 جون 2001ء کی صبح ایک چوٹی سے دوسری پر جاتے ہوئے شمالی اتحاد کی افواج کی طرف سے آنے والی گولی سے شدید زخمی ہوگئے اور 2 جولائی 2001ء کو شہید ہوئے۔ کمانڈر عبدالرحمٰن کو ان کی شجاعت کی بنا پر منصور لنگڑیال ثانی بھی کہا جاتا تھا۔

Marfat.com

جنرل حمید گل

جنرل (ر) حمید گل آئی ایس آئی کے سابق سربراہ ہیں۔ افغان جہاد میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں جن کے بارے میں اردو اور انگریزی میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ پاکستان میں مذہبی جماعتوں کی سیاست میں ان کا بہت عمل دخل ہے۔ 1988ء میں اسلامی جمہوری اتحاد کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا۔

جنرل حمید گل دنیا بھر کی جہادی تحریکوں سے روابط رکھتے ہیں۔ انہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ پاکستان میں جہادی تنظیمیں انہیں احترام کی نظر سے دیکھتی ہیں اور جنرل حمید گل ان کے مختلف جہادی پروگراموں میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتے رہتے ہیں۔ حرکۃ الجہاد الاسلامی سے خاص ربط ہے اور اس کے ترجمان ماہنامہ الارشاد کی مجلس مشاورت میں شامل ہیں۔ قاری سیف اللہ اختر سے قریبی ربط ہے۔

ان کے جہادی تصورات کیا ہیں؟ ان کے بارے میں خود قومی اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ یہاں محض اشارے کے طور پر ان کے ایک خطاب سے اقتباس دیا جا رہا ہے جو انہوں نے 1995ء میں۔ لشکر طیبہ کے سالانہ اجتماع میں دیا۔

''ماہنامہ الدعوۃ'' کے مطابق ریٹائرڈ حمید گل کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے سب سے پہلے شیخ ابوعبدالعزیز' پروفیسر حافظ محمد سعید اور مرکز کے تمام ذمہ داران کو کامیاب اجتماع پر مبارک باد پیش کی اور کہا کہ عقیدہ و جہاد کی بنیاد پر آپ نے جو تحریک برپا کی ہے۔ یہ انتہائی مبارک تحریک ہے۔ انہوں نے کہا کہ اجتماع میں شرکت کر کے مجھے انتہائی مسرت ہوئی ہے۔ یہاں ایک بینر پر لکھا ہے۔ اسلام میں وزارت دفاع نہیں' وزارت جہاد ہوتی

Marfat.com

ہے۔اس جملے نے مجھے بہت خوش کیا۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں سترہ کروڑ سے زائد مسلمان ہم سے امید لگائے بیٹھے ہیں کہ یہ کب ہمیں غلامی سے نجات دلانے آئیں گے؟ انہوں نے کہا کہ مسلمان انڈیا کی بہت بڑی آبادی سے مت گھبرائیں اور نہ سب کو اپنا دشمن سمجھیں۔ انہوں نے تاریخی دلائل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ قیام پاکستان کے وقت پورے برصغیر میں مسلمان 10 فیصد تھے جبکہ آج وہ 35 فیصد ہیں۔ ہمارا اصل مقابلہ ڈھائی فیصد برہمن سے ہے۔ ہندوؤں کی باقی اکثر قومیں اپنے مذہب سے لاتعلق یا اسلام کو اختیار کرنے کے موقع کی تلاش میں ہیں لیکن برہمنی ظلم وستم سے وہ خوفزدہ ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس لئے انڈیا کو توڑنا مشکل نہیں۔ اگر روس مجاہدین کے ہاتھوں بکھر گیا تو انڈیا کی تو اس آگے کوئی حیثیت نہیں۔ ضرورت صرف ہمارے بیدار ہونے کی ہے۔ قیام پاکستان کے وقت ہماری لاکھوں ماؤں اور بہنوں کو اغوا کرلیا گیا تھا جو آج تک ہندوؤں اور سکھوں کے بچوں کو جنم دے رہی ہیں۔ ان کو آزاد کرانا بھی ہمارا فرض ہے۔ اگر ہم کشمیر کے راستے سے ہندوستان پر یلغار کردیں تو سکھ شودر اور بہت سی دوسری قومیں بھی ہمارے ساتھ ہوں گی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے کئی ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اگر ہم نے جہاد نہ کیا تو پھر پاکستان کا مستقبل بڑا مخدوش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک وملت کی بقا کا واحد ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ ''الدعوۃ'' لاہور' شمارہ دسمبر 1995ء)

مولانا امان اللہ خان

مولانا امان اللہ خان جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے اہم رہنما ہیں۔ صوبہ سرحد میں جہادی فضا کو ہموار کرنے میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے۔ طالبان حکومت سے بہت قریبی تعلقات رکھتے تھے۔

مولانا امان اللہ خان کا تعلق صوبہ سرحد کے تاجوری علاقے سے ہے۔انہوں نے عربی اور اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم جامعہ اشرفیہ لاہور سے 1960ء میں مکمل کی اور صوبہ سرحد کے مختلف مدارس میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آج کل مدرسہ سراج العلوم کائی

Marfat.com

ضلع ہنگو کے شعبہ دارالافتاء کے شیخ الحدیث ہیں۔ 2000 سے زائد فتاویٰ دے چکے ہیں۔

مولانا امان اللہ خان اہم مذہبی سیاسی رہنما بھی تصور ہوتے ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام (ف) صوبہ سرحد کے امیر ہیں۔ اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں صوبہ سرحد کے حلقہ این اے 27 (لکی مروت) سے مسلم لیگ (ق) کے اہم رہنما انور سیف اللہ خان کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی۔ ان کا سیاسی سفر 1977ء میں شروع ہوا تھا جب انہوں نے لکی مروت سے ہمایوں سیف اللہ خان کے مقابلے میں انتخابات میں حصہ لیا تھا۔

مولانا امان اللہ خان دیوبندی جہادی تنظیموں میں خاصے اثر ورسوخ کے حامل ہیں۔ طالبان حکام سے ان کا قریبی رابطہ تھا اور ملا عمر سے کئی بار ملاقات کر چکے ہیں۔ جمعیت اور طالبان میں رابطے کا کام انہی کے ذمے تھا۔

مولانا گوہر شاہ

مولانا گوہر شاہ جمعیت علمائے اسلام (ف) صوبہ سرحد کے رہنما ہیں۔ 1948ء میں چارسدہ میں پیدا ہوئے۔ چارسدہ سے انٹر کرنے کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک چلے گئے جہاں سے 1975ء میں درجہ عالمیہ کی ڈگری حاصل کی۔ آج کل دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کے مہتمم ہیں۔ اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں چارسدہ سے اے این پی کے صدر اسفندیار ولی کو شکست دی۔ 1988ء سے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں لیکن آخری کے علاوہ کسی بھی انتخاب کامیابی حاصل نہیں کی۔ مولانا گوہر شاہ حرکۃ الجہاد الاسلامی کے سرپرستوں میں رہے ہیں اور ان کے مدرسے سے درجنوں طلباء مختلف محاذوں پر جہاد میں شریک رہے ہیں۔

شجاع الملک

شجاع الملک جمعیت علمائے اسلام (ف) سے وابستہ ہیں اور حالیہ انتخابات میں این

Marfat.com

اے 9 (مردان) سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ انہوں نے مردان سے بی کام کیا اور اس دور میں یہ پختون خواہ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے رہنما تھے لیکن بعد ازاں یہ دینی تعلیم کے حصول کی طرف چلے گئے اور پشاور کے کئی مدرسوں سے تعلیم حاصل کی۔ یہیں جمعیت علمائے اسلام میں شریک ہوئے۔ ستمبر 2001ء میں جب امریکہ نے افغانستان میں طالبان اور القاعدہ نیٹ ورک کے خلاف آپریشن شروع کیا تو شجاع الملک نے مردان میں اس کے خلاف تحریک چلائی۔ ان کی جذبات سے معمور تقریروں کے باعث انہیں گرفتار کرلیا گیا اور ایک ماہ سے زائد جیل میں رکھا گیا۔ جیل میں بھی یہ قیدیوں میں امریکہ مخالف تحریک چلاتے رہے اور کئی قیدیوں کو عملی جہاد میں شرکت پر آمادہ کیا۔

مولانا خلیل احمد

جمعیت علمائے اسلام (ف) صوابی کے ضلعی امیر ہیں اور اہم جہادی رہنما تصور ہوتے ہیں۔ 1964ء میں صوابی کے گاؤں کوٹا میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور وفاق المدارس العربیہ ملتان سے دینی تعلیم حاصل کی۔ 1988ء میں انہوں نے مرکزی صوابی ٹوپی شاہراہ پر دارالعلوم مدرسہ سعدیہ قائم کیا۔ ان کے مدرسہ میں ہمیشہ اکثریت افغان طلباء کی رہی ہے اور ان کے دعوے کے مطابق ان کے طلباء افغان اور کشمیر جہاد میں حصہ نہیں لیتے لیکن مولانا مختلف دیوبندی جہادی تنظیموں کے جہادی سیمیناروں میں شرکت کرتے رہے ہیں اور جہادی تنظیموں میں انتہائی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں انہوں نے صوابی سے قومی اسمبلی کی نشست حاصل کی۔

مولانا شاہ عبدالعزیز

مولانا شاہ عبدالعزیز جمعیت علمائے اسلام (سمیع الحق گروپ) صوبہ سرحد کے اہم رہنما ہیں۔ سیاست کے علاوہ جہادی خدمات بھی نمایاں ہیں۔ جہاد افغانستان میں عملی طور پر

Marfat.com

شریک ہو چکے ہیں۔ طالبان حکومت کے ساتھ ان کے بہت قریبی تعلقات تھے اور امریکہ کے افغانستان پر حملے سے قبل خفیہ طور پر طالبان سے مذاکرات کرنے والے وفد میں شامل تھے۔ ماہنامہ ''دی ہیرالڈ'' کراچی کی اشاعت نومبر 2002ء کی ایک رپورٹ کے مطابق مولانا شاہ عبدالعزیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے آبائی گاؤں میں القاعدہ سے منسلک عرب مجاہدین کے خاندانوں کو پناہ دی تھی۔

شاہ عبدالعزیز اکتوبر 2000ء کے انتخابات میں این اے 15 (کرک) سے کامیاب ہوئے ہیں جبکہ اس حلقے سے 1988ء اور 1993ء کے انتخابات میں جے یو آئی (س) کے ٹکٹ پر کامیاب ہو چکے ہیں۔

مولانا نصیب علی شاہ

مولانا نصیب علی شاہ جے یو آئی (ف) صوبہ سرحد کے رہنما ہیں۔ مدرسہ المرکز الاسلامی بنوں کے مہتمم ہیں۔ ان کے مدرسے کے کئی طلباء جہادی تنظیموں سے وابستہ ہیں اور بے شمار جہاد افغانستان اور کشمیر میں شرکت کر چکے ہیں۔ مولانا نصیب علی شاہ کئی کتب کے مصنف ہیں جن میں جہاد کے موضوع پر کتابیں شامل ہیں۔ بنوں سے ان کی زیر نگرانی کئی مدارس اور مساجد کام کر رہی ہیں۔ ''دی ہیرالڈ'' کراچی کی اشاعت نومبر 2002ء کے مطابق ان مدارس اور مساجد کو عالمی اسلامی فلاحی اداروں سے امداد ملتی ہے خصوصاً مشرق وسطیٰ سے اور مولانا نصیب علی شاہ کے افغانستان میں موجود عرب مجاہدین سے بہت قریبی تعلقات تھے جن کے ذریعے یہ فنڈ حاصل کئے جاتے رہے ہیں۔

مولانا نصیب علی شاہ حالیہ انتخابات میں این اے 26 (بنوں) سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔

مولانا نور محمد

مولانا نور محمد جے یو آئی (ف) بلوچستان کے اہم رہنما ہیں۔ طالبان اور جہادی

Marfat.com

تنظیموں کے اہم معاون تصور ہوتے تھے۔ اکتوبر 2002ء میں انہوں نے کوئٹہ سے پختون خواہ ملی پارٹی کے سربراہ محمود اخان اچکزئی کو ہرا کر کامیاب ہوئے۔

مولانا نور محمد چمن کے قریب واقع گاؤں ٹوبا اچکزئی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے گاؤں اور کوئٹہ کے مدارس سے حاصل کی۔ اعلیٰ مذہبی تعلیم جامعہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ سے حاصل کی۔ 1980ء تک جے یو آئی (ف) کوئٹہ کے امیر رہے۔ 1988ء میں یہاں سے پہلی بار صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے اور نواب اکبر بگٹی کی کابینہ میں صوبائی وزیر رہے۔ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے دوران بلوچستان میں امریکی مخالف مہم کو منظّم کیا۔ کوئٹہ کے مختلف تھانوں میں ان کے خلاف کئی ایف آئی آر درج ہیں۔ بلوچستان میں جیش محمد کے سرپرستوں میں سے ہیں۔

مولانا فضل محمد

مولانا فضل محمد پاکستان کے اہم جہادی رہنماؤں میں سے ہیں۔ حرکۃ المجاہدین کے اہم شعبہ کے ناظم ہیں اور جامعہ بنوریہ کراچی کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں جہاں سے انہوں نے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ جہاد سے 1986ء سے وابستہ ہیں۔ پہلا ربط حرکۃ المجاہدین سے ہی بنا۔ جب حرکۃ الانصار قائم ہوئی تو اس کی شوریٰ کے رکن تھے۔ عملی طور پر افغانستان کے کئی محاذوں پر لڑ چکے ہیں۔ کئی جہادی کتب کے مصنف ہیں۔

جب جیش محمد کا قیام عمل میں آیا تو جامعہ بنوری ٹاؤن میں یک دم فضاء حرکۃ المجاہدین کے مخالف ہوگئی لیکن مولانا فضل محمد نے حرکۃ المجاہدین کی حمایت کا سلسلہ جاری رکھا اور حرکۃ المجاہدین کو اپنے پیغام میں کہا ''آج میں نے اس حوالے سے اپنے دل کو ٹٹولا تو اس بات پر اطمینان ہوا کہ پاکستان میں یا پاکستان سے باہر حرکۃ المجاہدین کی کوئی اینٹ بھی باقی ہو تو میں اس اینٹ پر کھڑے ہو کر صدائے جہاد و شہادت بلند کرتا رہوں گا۔

(بحوالہ ''صدائے مجاہد'' کراچی، شمارہ مارچ 2000ء)

طالبان حکومت میں ان کے درجنوں شاگرد اہم عہدوں پر فائز تھے اور مولانا فضل محمد باقاعدگی سے افغانستان کے دورے کرتے رہے اور کابل میں حرکۃ المجاہدین کے معسکر میں

Marfat.com

جہادی مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مولانا محمد خان شیرانی

مولانا محمد خان شیرانی جے یو آئی (ف) بلوچستان کے امیر ہیں اور بلوچستان میں جے یو آئی کی سیاست کے ماسٹر مائنڈ سمجھے جاتے ہیں۔ افغانستان میں طالبان حکومت کے ساتھ ان کے قریبی روابط تھے۔

مولانا محمد خان شیرانی ضلع ژوب کے علاقے کلی میر علی خیل میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم بنوں اور صوبہ سرحد کے دیگر مدارس سے حاصل کی۔ 1977ء میں جے یو آئی (ف) بلوچستان کے امیر منتخب ہوئے۔ افغان جہاد کے دنوں میں مجاہدین کی تیاری کے لئے بھرپور مہم چلائی۔ حالیہ انتخابات این اے 264 (ژوب کے قلعہ سیف اللہ) سے چوتھی مرتبہ ایم این اے منتخب ہوئے ہیں۔ 2001ء میں بلوچستان میں امریکہ مخالف ریلیوں میں پیش پیش رہے۔

مولانا عبدالغفور حیدری

مولانا عبدالغفور حیدری جے یو آئی (ف) کے مرکزی رہنماؤں میں سے ہیں اور صوبہ بلوچستان میں دیوبندی تنظیموں کے پشتی بان تصور کئے جاتے ہیں۔ بلوچستان قبیلے لہری سے تعلق ہے اور قلات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم قلات سے اور اعلیٰ دینی تعلیم کوئٹہ کے مدرسہ اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سے حاصل کی۔ جے یو آئی کے مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے اور دو مرتبہ سیکرٹری جنرل رہے۔ 1990ء میں قلات سے صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور صوبائی وزیر بنے۔ حالیہ انتخابات میں قلات' مستونگ کے حلقہ این اے 268 سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ 2001ء میں امریکہ مخالف ریلیوں کی قیادت کی اور پاک افغانستان ڈیفنس کونسل کو بلوچستان میں متحرک کیا۔

Marfat.com

مولانا شہاب الدین مدنی

مولانا شہاب الدین مدنی اہلحدیث جہادی تنظیم تحریک المجاہدین آزاد کشمیر کے نگران ہیں۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث آزاد کشمیر کے امیر اور مولانا محمد یونس اثری کے صاحبزادے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ آزاد کشمیر کی اہلحدیث مسلک کی سب سے اہم دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ مظفر آباد کے نائب امیر ہیں۔

مولانا شہاب الدین مدنی عملی جہاد میں آج تک شریک نہیں ہوئے۔ البتہ جہاد کشمیر کیلئے آزاد کشمیر اور پاکستان میں خصوصاً اہلحدیث مکتب فکر کی رائے عامہ ہموار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آزاد کشمیر میں تحریک المجاہدین کے مفادات کی نگرانی اور تعاون انہی کے ذمے ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جامعہ محمدیہ کو تحریک المجاہدین کا بیس کیمپ بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا اور تحریک المجاہدین اپنے حتمی فیصلوں کے لئے مولانا مدنی کی مشاورت کی پابند ہے۔ 1990ء میں اہلحدیث مسلک کی طرف سے آزاد کشمیر میں پہلی جہاد کانفرنس بھی انہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ ماہنامہ ''شہادت'' مظفر آباد کے شمارے جولائی 2000ء میں ان کا ایک انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے اس کانفرنس کے پس منظر اور تحریک المجاہدین کے کردار کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس انٹرویو سے چند اقتباسات پیش ہیں:

''اصل میں اہلحدیث کے حوالے سے جو سب سے پہلی تنظیم قائم ہوئی وہ تحریک المجاہدین ہی تھی۔ اس وقت یہاں اہلحدیث مسلک کی کوئی تنظیم نہیں تھی۔ 1990ء میں جب ہم نے جہاد کشمیر کانفرنس کی تھی تو اس میں مرکز الدعوۃ کے امیر حافظ سعید صاحب' پروفیسر ساجد میر صاحب اور مبارک مسجد کے خطیب مولانا فضل الرحمٰن اور اس طرح کے بڑے بڑے لوگ آئے تھے۔ تو وہ کانفرنس کا انعقاد ہوا تھا وہ تحریک المجاہدین کے پرچم تلے ہوا تھا۔ اس وقت کے وزیراعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم نے بھی اس میں شرکت کی تھی اس وقت جو پہچان تھی وہ تحریک المجاہدین اور جمعیت اہلحدیث ہی کی تھی۔ ہم ماضی کی خامیوں کی تلافی کریں گے۔ کوشش کریں گے کہ تحریک مزید فعال ہو۔ تحریک المجاہدین' جمعیت اہلحدیث کا

Marfat.com

عسکری ونگ ہے اور ہماری پہچان۔ اس سلسلے میں ہم نے پاکستان کے اہلحدیث علماء سے رابطہ کیا اور میرے والد صاحب (مولانا یونس اثری) نے شوریٰ کے اجلاس میں بھی اور عاملہ کے اجلاس میں بھی یہ بات زور دے کر کہی تھی کہ ہمارا تعاون تحریک المجاہدین ہی سے ہے اور رہے گا انشاء اللہ۔ اب اگر علماء یہ بات نہیں مانتے تو یہ ان کی کوتاہی ہو گی اور اس بارے میں ان سے (قیامت کے روز) پوچھا جائے گا کہ آپ کے علم میں تھا کہ کشمیر کے اندر ایک واحد تنظیم ہے جو مسلک کا کام بھی کر رہی ہے اور جہاد بھی کر رہی ہے۔ آپ نے ان کی دعوت سن کر اور حق جان کر اس سے تعاون کیوں نہیں کیا؟

مولانا حکیم محمد اختر

مولانا حکیم محمد اختر ایک اہم دیوبندی رفاہی ادارے ''الاختر ٹرسٹ'' کے بانی اور سرپرست ہیں اگرچہ ان کا نام جہادی منظرنامے پر اتنا نمایاں نظر نہیں آتا لیکن ان کی جہادی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے۔

مولانا حکیم محمد اختر کراچی کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اشرف المدارس کے بانی ہیں اور دیوبندی طرز فکر کے سلسلہ طریقت ''اشرفیہ'' کے روحانی رہنما ہیں۔ جامعہ اشرف المدارس سے ''خانقاہ امدادیہ اشرفیہ'' بھی منسلک ہے جہاں سال بھر روحانی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اندرون اور بیرون ملک ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں بتائی جاتی ہے۔

افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے بعد جب ملا عمر نے پاکستانی علماء سے عملی معاونت کی درخواست کی تھی تو مولانا حکیم محمد اختر نے ان کی معاونت کیلئے ایک رفاہی ادارے الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل کی بنیاد رکھی اور اس کا دائرہ طالبان کی معاونت کے علاوہ پاکستان بھر میں رفاہی امور تک بڑھایا۔ الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل ذیل منصوبوں پر کام کر رہا ہے:

1- مجاہدین کشمیر، افغانستان ارکان (برما) کی مالی اعانت۔
2- دینی مدارس و مساجد کی تعمیر و توسیع۔
3- تھر کے قحط زدہ علاقوں میں کنوؤں کی کھدائی کا انتظام۔

Marfat.com

4- سیلاب زدگان کی امداد۔

5- ایمبولینس اور میت گاڑیوں کا انتظام۔

6- مختلف زبانوں میں دینی اور جہادی کتب کی اشاعت اور ان کی مفت تقسیم۔

مولانا حکیم محمد اختر کا یہ ٹرسٹ دیوبندی مسلک کی جہادی تنظیموں کی مالی معاونت میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے اور اس کے مالی وسائل سے فیض یاب ہونے والی جہادی تنظیموں میں حرکۃ الجہاد الاسلامی اور حرکۃ المجاہدین نمایاں ہیں۔ اگرچہ الاختر ٹرسٹ کا نیٹ ورک اتنا وسیع نہیں ہے لیکن اسے پاکستان اور بیرون ملک آباد مضبوط مالی حیثیت کے حامل پاکستانیوں کا تعاون حاصل ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ 2 کروڑ روپے سے تجاوز کر جاتا ہے۔ پاکستان میں اس کی 12 شاخیں کام کر رہی ہیں۔

ستمبر' نومبر 2001ء میں طالبان اور القاعدہ نیٹ ورک کے خلاف امریکہ اور اسکے اتحادیوں کی افغانستان پر چڑھائی کے موقع پر مولانا حکیم محمد اختر نے اپنے مریدوں کو طالبان کی ہر طرح سے ممکن مدد کا حکم جاری کیا تھا۔

جامعہ اشرف المدارس کراچی کے ایک طالب علم محمد حارث کے مطابق یہاں سے 15 طالب علم افغانستان بھیجے گئے تھے۔ مدرسے کے 5 طالب علموں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ افغانستان میں شہید ہو گئے ہیں یا زندہ ہیں۔

مولانا حکیم محمد اختر ہمیشہ جہاد کے روحانی پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں اور مولانا مسعود اظہر ان سے کسب فیض کرنے والے مجاہد رہنماؤں میں نمایاں ہیں۔

Marfat.com

JIHAD AUR JIHADI

by Muhammad Amir Rana

Copyright © Urdu 2003 Mashal Books

Publisher: **Mashal Books**
RB-5, Second Floor,
Awami Complex, Usman Block, New Garden Town,
Lahore-54600, Pakistan

Telephone & Fax: 042-5866859
E-mail: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.com

Title design: Studio Seven

Printers: Maktaba Jadeed Press, Lahore.

Price: Rs. 170/-

Marfat.com

Mashal is a small organisation dedicated to the publishing of books on social, cultural and developmental themes of contemporary relevance. Trends in modern thought, human rights, the role of women in development, issues of governance, environmental problems, education and health, popular science, drugs and creative literature relating to these and other themes are the focus of Mashal's programme.

While Mashal works for the widest dissemination of its publications, it is a non-commercial and non-profit enterprise. Mashal therefore seeks the support of individuals and aid giving agencies worldwide which consider the foregoing objectives worthy of promotion.

مشعل معاشرتی، معاشی اور ثقافتی امور اور عہد حاضر سے متعلق ترقیاتی موضوع پر کتابیں شائع کرتا ہے۔ جدید فکری رجحانات، انسانی حقوق، بہتر نظم ونسق، ترقی میں خواتین کے کردار، ماحولیات، منشیات اور قومی و عالمی تخلیقی ادب مشعل کی خصوصی توجہ کا مرکز ہیں۔

مشعل کی کوشش ہے کہ اس کی مطبوعات وسیع پیمانے پر دستیاب ہوں۔ یہ ایک غیر تجارتی اور غیر نفع منداد ارہ ہے۔ چنانچہ مشعل ایسے پاکستانی اور غیر ملکی اداروں اور افراد سے امداد کا خواہاں ہے جو مشعل کے اغراض و مقاصد سے اتفاق رکھتے ہوں۔

Marfat.com

مشعل کی کتابیں

معاشرتی علوم اور فلسفہ

بھارت میں ہندو مسلم محاذ آرائی	ترجمہ: فضیل ہاشمی	150/-
جہاد کشمیر و افغانستان:		
جہادی تنظیموں اور مذہبی جماعتوں کا ایک جائزہ	محمد عامر رانا	350/-
ہندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں	ڈاکٹر عابد حسین	200/-
آزادی سے پہلے:		
مسلمانوں کا ذہنی رویہ ۔ غلام کبریا	ترجمہ: حسن عابدی	220/-
طالبان' اسلام تیل اور سازشوں کا نیا کھیل ۔ احمد رشید	ترجمہ: حمید جہلمی	250/-
جہاد ۔ وسط ایشیا ریاستوں میں		
جہادی تنظیموں کا فروغ ۔ احمد رشید	ترجمہ: تنویر اقبال	220/-
مسلم فکر و فلسفہ عہد بعہد	محمد کاظم	270/-
کیا آپ جانتے ہیں؟ (معلومات عامہ)	ترجمہ: یاسر جواد	230/-
قرآن کے بنیادی موضوعات ۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن	ترجمہ: محمد کاظم	200/-
اسلام اور جدیدیت ۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن	ترجمہ: محمد کاظم	210/-
حجاب سے آگے ۔ فاطمہ مرنیسی	ترجمہ: ارشد رازی	170/-
اسلام اور جمہوریت ۔ فاطمہ مرنیسی	ترجمہ: ارشد رازی	160/-
اقبال احمد کے منتخب مضامین	ترجمہ: حسن عابدی	300/-
سامراج کے مقابل ۔ ڈیوڈ برسمین	ترجمہ: حمید جہلمی	130/-
مستقبل کی جنگیں ۔ ایلون اور ہائیڈی ٹوفلر	ترجمہ: حمید اختر	200/-
تیسری لہر ۔ ایلون ٹوفلر	ترجمہ: تنویر اقبال	300/-

Marfat.com

پاکستان ہندوستان ایٹمی امن ریڈر	ترجمہ: مصطفیٰ نذیر احمد	200/-
والٹیر	قاضی جاوید	80/-
روسو	قاضی جاوید	80/-
رسل کی بنیادی تحریریں ۔ برٹرینڈ رسل	ترجمہ: ریاض احمد	170/-
پولیس ۔ شہری معاشرے کا اہم بازو	شفقت تنویر مرزا	260/-
جرائم اور مجرم	رشید ملک	180/-
جاگیرداری اور جاگیردارانہ کلچر	ڈاکٹر مبارک علی	120/-
پاکستان میں انتظامیہ کا زوال	عنایت الٰہی ملک	180/-
مذہبی رواداری	صفدر صدیقی	160/-
عورت جنسی تفریق اور اسلام ۔ لیلیٰ احمد	ترجمہ: خلیل احمد	180/-
فلسفہ سائنس اور تہذیب ۔ کارل پوپر	ترجمہ: ڈاکٹر ساجد علی	150/-
ٹھنڈے دل سے سوچیے ۔ ہائی رچلس	ترجمہ: قاضی جاوید	170/-
جال ۔ جیمز گولڈ سمتھ	ترجمہ: الطاف احمد قریشی	85/-
کلچر اور کاروبار جاپان میں	ترجمہ: حسن عابدی	125/-
پاکستان میں طلبہ تحریک	پروفیسر عزیز الدین احمد	200/-
میرے بچے میری دولت	ترجمہ: الطاف فاطمہ	250/-
پاکستان کی فعال خواتین:		
فصیلوں کے ادھر	ش۔فرخ	250/-
عورت اور مزاحمت	روبینہ سہگل	280/-
تشدد تاریخی تناظر میں	غالب احمد	150/-
غربت کے کئی چہرے	ترجمہ: قاضی جاوید	135/-
خوف سے رہائی ۔ آنگ سان سوچی (برما)	ترجمہ: شفقت تنویر مرزا	180/-
انسان ہونے کا حق	ترجمہ: ناظر محمود	50/-
انسان دوستی لبرل ازم، جمہوریت	ترجمہ: قاضی جاوید	80/-
پاکستانی معاشرہ اور عدم رواداری	ترجمہ: حسن عابدی	120/-

Marfat.com

دشمن کی تلاش	ترجمہ: حسن عابدی	150/-
Making Enemies: Pakistan 's Crises of State and Society	تالیف: ضیاءمیاں اورافتخاراحمد	200/-
An Introduction to Reporting	فرینک جوسی	90/-

صحت

موت کے سامنے (کینسر سے مقابلہ کرنے والی خاتون کی آپ بیتی)	ترجمہ: محمد عامر رانا	130/-
حمل اور بچے کی پیدائش	ترجمہ: ڈاکٹر جاوید انور	90/-
بچے اور صحت	ترجمہ: ڈاکٹر جاوید انور	70/-
فیملی ڈاکٹر	ڈاکٹر ابرار احمد	200/-
ابتدائی طبی امداد	ڈاکٹر ابرار احمد	130/-
ایچ آئی وی ایڈز ۔ ایلزبتھ ریڈ	ترجمہ: ڈاکٹر ابرار احمد	150/-

تعلیم

ریاست اور تعلیم ۔ پاکستان کے پچاس سال	تالیف: ڈاکٹر پرویز ہود بھائی	250/-
جدید تعلیمی فلسفہ	ترجمہ: مسعود اشعر	180/-
تعلیم اور ہماری قومی الجھنیں	ارشد محمود	180/-
تعلیم اور سماجی نظام ۔ برٹرینڈ رسل	ترجمہ: قاضی جاوید	80/-

سائنس

مسلمان اور سائنس	پرویز امیر علی ہود بھائی	180/-
وقت کا سفر ۔ سٹیون ہاکنگ	ترجمہ: ناظر محمود	140/-
کاسموس ۔ کارل سیگاں	ترجمہ: یاسر جواد	220/-
توہمات کی دنیا ۔ کارل سیگاں	ترجمہ: عاصم بٹ	160/-
سائنس کیا ہے؟ ۔ نورمن کیمبل	ترجمہ: عارف الزماں	140/-
اساسی قوتوں کی یکجائی ۔ ڈاکٹر عبدالسلام	ترجمہ: ڈاکٹر انیس عالم	100/-
جدید سائنس کا آغاز ۔ ٹومس گولڈ سٹائن	ترجمہ: رشید ملک	140/-

Marfat.com

سائنس کے عظیم مضامین ۔ مارٹن گارڈنر		ترجمہ: شہزاد احمد	120/-

ماحولیات

ماحولیات کی رپورٹنگ صحافیوں کے لیے		ترجمہ: شیخ ریاض احمد	90/-
ماحولیات قانون اور ہم		ش فرخ	110/-
کرہ ارض کا تحفظ اور ماحول		ترجمہ: شیخ ریاض احمد	80/-

ناول فکشن

کامروپ کی کہانی	(آسامی ناول)	ترجمہ: تنویر اقبال	200/-
طوفان	(بنگلہ دیشی)	ترجمہ: ممتاز رفیق	100/-
سپنوں کی موت	(تھائی لینڈ)	ترجمہ: حمید جہلمی	110/-
جھلستے دنوں کے خواب	(کورین ناول)	ترجمہ: تنویر اقبال	180/-
بے موسم کا پھول	(جاپانی کہانیاں)	ترجمہ: محمد عاصم بٹ	120/-
کانٹوں کی کھیتی	(ملائیشیا)	ترجمہ: محمد ارشد رازی	130/-
جنگ کے دکھڑے	(تائیوانی)	ترجمہ: امجد حسین	200/-
سلطانہ کا خواب	(بنگلہ دیشی)	ترجمہ: ڈاکٹر عارفہ سیدہ زہرا	90/-
خون خاک نشیناں	(ویت نامی)	ترجمہ: یونس منصور	100/-
موسم گل	(جاپانی)	ترجمہ: شفقت تنویر مرزا	190/-
دکھ درد کے جزیرے	(انڈونیشی)	ترجمہ: تنویر اقبال	250/-
دھرتی کے دکھ	(انڈونیشی)	ترجمہ: تنویر اقبال	230/-
حویلی کے اندر	(انڈین)	ترجمہ: الطاف فاطمہ	210/-
قصائی کی بیوی	(تائیوانی)	ترجمہ: تنویر اقبال	120/-
ساون دیس	(تھائی لینڈ)	ترجمہ: شفقت تنویر مرزا	200/-
سچ کہانیاں	(انڈین)	ترجمہ: الطاف فاطمہ	160/-
چار ناولٹ	(جاپانی)	ترجمہ: الطاف احمد قریشی	160/-
شکستہ ستون پر دھوپ ۔ عطیہ حسین	(انڈین)	ترجمہ: انتظار حسین	220/-

Marfat.com

جہاد اور جہادی

پاکستان اور کشمیر کے اہم جہادی رہنماؤں کا تعارف

محمد عامر رانا

Marfat.com